اعجاز نامے

مولانا اعجاز احمد اعظمی نور اللہ مرقدہ

آمد: ۱۹۵۱ء رخصت: ۲۰۱۳ء

کے علمی، دینی، ادبی اور اصلاحی مکاتیب کا مجموعہ

تلاش وتدوین

محمد عرفات اعجاز اعظمی

مکتبہ ضیاء الکتب خیرآباد، ضلع مئو (یوپی)

اعجاز نامے

مولانا اعجاز احمد اعظمی نور اللہ مرقدہ
[آمد: ۱۹۵۱ء - رخصت: ۲۰۱۳ء]
کے علمی، دینی، ادبی اور اصلاحی مکاتیب
کا مجموعہ

تلاش وتدوین
محمد عرفات اعجاز اعظمی

ناشر
مکتبہ ضیاء الکتب، خیر آباد، ضلع مئو (یوپی)
پن کوڈ: 276403 موبائل: 9235327576

نام کتاب:
اعجاز نامے (مجموعہ مکاتیب)
مکتوب نگار:
مولانا اعجاز احمد اعظمی نور اللہ مرقدہ
تلاش و تدوین:
محمد عرفات اعجاز اعظمی
باہتمام:
مولانا ضیاء الحق خیرآبادی صاحب
طبع اول: ۲۰۱۹ء
صفحات: ۳۸۳
قیمت:
برقی پتہ: arfatazmi89@gmail.com
ناشر:
مکتبہ ضیاء الکتب، خیرآباد، ضلع مئو (یوپی)
پن کوڈ:276403 موبائل:9235327576

تقسیم

☆ مولانا اعجاز احمد اعظمی لائبریری، بھیرا ولید پور، ضلع مئو 9936029463
☆ مدرسہ عربیہ سعیدیہ اشرف العلوم کرتھیا مہراج گنج 9170439388
☆ مولانا محمد اشہد اعظمی جامع مسجد اعظم گڑھ 9695174799

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

سائبانِ رحمت

والدہ محترمہ

کے

نام

ترتیب

معروضات محمد عرفات اعجاز اعظمی ۸

مقدمہ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی ۱۲

……

مکتوب الیہم	تعداد	مکتوب	تعارف
۱-حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی	۱/خط	۱۶	۳۵۳
۲-حضرت مولانا عبدالرحمان جامی صاحب	۶/خط	۱۸	۳۵۴
۳-حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب	۱/خط	۲۵	۳۵۵
۴-حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب	۱/خط	۲۶	۳۵۶
۵-حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب	۱/خط	۲۷	۳۵۶
۶-حضرت ماسٹر محمد قاسم صاحب	۲۶/خط	۳۱	۳۵۷
۷-حضرت مولانا محفوظ الرحمان صاحب	۷/خط	۵۸	۳۵۸
۸-حضرت مولانا ولی رحمانی صاحب	۱/خط	۶۵	۳۵۸
۹-حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی صاحب	۱/خط	۶۶	۳۵۹
۱۰-حضرت مولانا صلاح الدین صاحب	۱/خط	۶۸	۳۶۰
۱۱-حضرت مولانا حکیم الدین صاحب	۳/خط	۶۹	۳۶۰
۱۲-مولانا عبدالرشید صاحب	۱/خط	۷۲	۳۶۱
۱۳-مولانا محمد صدیق و مولانا محمد عمر صاحبان	۱/خط	۷۳	۳۶۱

مکتوب الیہم	تعداد	مکتوب	تعارف
۱۴-مولانا انعام الحق صاحب	۱/خط	۷۵	۳۶۲
۱۵-حافظ نجم الدین صاحب	۱/خط	۷۷	۳۶۲
۱۶-قاری اقبال صاحب	۱/خط	۷۸	۳۶۲
۱۷-حاجی عبدالرحمان صاحب	۷/خط	۸۰	۳۶۳
۱۸-حاجی محمد ایوب صاحب	۱/خط	۸۷	۳۶۴
۱۹-الحاج ڈاکٹر منظور احمد صاحب	۱/خط	۹۰	۳۶۴
۲۰-ماسٹر اطہر حسین صاحب	۳۱/خط	۹۲	۳۶۵
۲۱-جناب فیض الحق صاحب	۱/خط	۱۱۶	۳۶۵
۲۲-اہلیہ جناب نسیم بھائی	۳/خط	۱۱۷	۳۶۵
۲۳-مولانا وسیم احمد صاحب	۷/خط	۱۲۱	۳۶۶
۲۴-مولانا مفتی ضیاء الدین صاحب	۳/خط	۱۲۵	۳۶۶
۲۵-مولانا مفتی عبدالشکور صاحب	۳/خط	۱۲۸	۳۶۷
۲۶-مولانا مفتی محمد اسرائیل صاحب	۷/خط	۱۳۱	۳۶۷
۲۷-مولانا مفتی اختر امام عادل صاحب	۶/خط	۱۳۶	۳۶۷
۲۸-مولانا شرافت ابرار صاحب	۱/خط	۱۴۳	۳۶۸
۲۹-مولانا نثار خالد صاحب	۳۳/خط	۱۴۵	۳۶۸
۳۰-مولانا محمد الیاس صاحب	۱۰/خط	۱۷۱	۳۶۸
۳۱-مولانا مفتی محمد انعام الحق صاحب	۱۶/خط	۱۸۰	۳۶۹
۳۲-مولانا مفتی محمد انعام صاحب	۳/خط	۱۹۵	۳۶۹
۳۳-مولانا کلام الدین اعظمی صاحب	۱۵/خط	۱۹۸	۳۶۹
۳۴-مولانا عبدالجبار صاحب	۱/خط	۲۱۰	۳۷۰
۳۵-مولانا محمد ہاشم صاحب	۱۳/خط	۲۱۱	۳۷۰

مکتوب الیہم	تعداد	مکتوب	تعارف
۳۶-مولانا مفتی عطاء اللہ صاحب	۸/خط	۲۲۲	۳۷۱
۳۷-مولانا مفتی ولی اللہ مجید قاسمی صاحب	۶/خط	۲۳۰	۳۷۱
۳۸-مولانا محبوب عالم صاحب	۲/خط	۲۳۶	۳۷۲
۳۹-مولانا ضیاء الحق صاحب	۶/خط	۲۴۴	۳۷۲
۴۰-مولانا ابرار الحق قاسمی صاحب	۱/خط	۲۵۰	۳۷۳
۴۱-مولانا مفتی شمیم احمد صاحب	۶/خط	۲۵۲	۳۷۳
۴۲-مولانا امام الدین قاسمی صاحب	۴/خط	۲۵۶	۳۷۴
۴۳-مولانا محمد عابد اعظمی صاحب	۴/خط	۲۵۸	۳۷۴
۴۴-مولانا محمد عامر اعظمی صاحب	۸/خط	۲۶۳	۳۷۴
۴۵-مولانا فرقان بدر قاسمی صاحب وبرادران	۱/خط	۲۶۹	۳۷۵
۴۶-مولانا محمد خالد صاحب	۴/خط	۲۷۳	۳۷۵
۴۷-مولانا نظام الدین صاحب	۶/خط	۲۷۶	۳۷۵
۴۸-مولانا محمد ناصر صاحب	۴/خط	۲۸۰	۳۷۶
۴۹-مولانا قمر الحسن صاحب	۶/خط	۲۸۳	۳۷۶
۵۰-مولانا عبد الحفیظ صاحب	۱/خط	۲۸۷	۳۷۷
۵۱-حافظ محمد شاکر صاحب	۱۰/خط	۲۹۱	۳۷۷
۵۲-مولانا ابوعبید صاحب وبرادران	۱/خط	۳۰۱	۳۷۷
۵۳-مولانا محمد مجتبیٰ قاسمی صاحب	۱/خط	۳۰۴	۳۷۸
۵۴-مولانا حسین احمد صاحب	۱/خط	۳۰۶	۳۷۸
۵۵-محمد عرفات اعظمی	۱/خط	۳۰۸	
۵۶-مولوی محمد یاسین صاحب	۱/خط	۳۱۰	۳۷۸
۵۷-حافظ منہاج اصغر صاحب	۹/خط	۳۱۳	۳۷۹

مکتوب الیہم	تعداد	مکتوب	تعارف
۵۸- مفتی محمد ارشد صاحب	۱/خط	۳۲۰	۳۷۹
۵۹- ڈاکٹر خورشید احمد صاحب	۱/خط	۳۲۲	۳۷۹
۶۰- صاحبزادہ مولانا ثناء اللہ صاحب	۱/خط	۳۲۴	۳۸۰
۶۱- اراکین مجلس شوری مدرسہ شیخ الاسلام	۱/خط	۳۲۵	
۶۲- نامعلوم	۱/خط	۳۳۰	
۶۳- نامعلوم	۱/خط	۳۳۴	
۶۴- نامعلوم	۱/خط	۳۳۶	
۶۵- نامعلوم	۱/خط	۳۳۸	
۶۶- نامعلوم	۱/خط	۳۴۰	
۶۷- نامعلوم	۱/خط	۳۴۴	

فہرست تالیفات، مکتوبات، خطبات، رسائل وتراجم مولانا اعجاز احمد اعظمی نور اللہ مرقدہ ۳۸۱

* * *

معروضات

محمد عرفات اعجاز اعظمی

یہ کتاب مولانا اعجاز احمد اعظمی نور اللہ مرقدہ کے مکاتیب کا دوسرا مجموعہ ہے۔ اس سے پہلے مولانا کی حیات ہی میں ’حدیثِ دوستاں‘ فروری ۲۰۱۰ء میں شایع ہوئی تھی۔ حدیث دوستاں میں شامل مکاتیب مولانا کے مجموعی مکاتیب کا ایک عمومی انتخاب ہے۔ اس میں بہت سے مکاتیب کو مولانا نے بوجوہ شامل کرنے سے منع کر دیا تھا۔ حدیث دوستاں ۳۰۷/ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں شامل مکاتیب کی تعداد ۱۹۵/ ہے اور مکتوب الیہم کی تعداد ۵۹/ ہے۔ اس کی ترتیب حسب ذیل ہے:

۱۔	بزرگوں کے نام	۲۸
۲۔	دوستوں کے نام	۲۶
۳۔	تلامذہ کے نام	۱۱۱
۴۔	علمی مباحث	۲۰
۵۔	متفرقات	۱۰

اور اِس کتاب میں شامل مکاتیب کی تعداد ۳۱۷/ ہے اور مکتوب الیہم کی تعداد ۶۷/ ہے۔ دونوں مجموعہ مکاتیب میں ۱۶/ مکتوب الیہم مشترک ہیں۔ اس اعتبار سے کل ۱۱۰/ مکتوب الیہم ہوتے ہیں اور مکاتیب کی مجموعی تعداد ۵۱۲/ ہوتی ہے۔

مولانا اعظمی کے دستیاب خطوط میں تاریخ کے اعتبار سے سب سے قدیم خط مولانا عبدالمنان صاحب مظفر پوری کے نام ہے۔ یہ خط ۲۹/ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ [۱۹۷۱ء] کو لکھا گیا ہے۔

اس وقت قمری تاریخ کے اعتبار سے مولانا اعظمی کی عمر ۲۱/ سال ۸/ ماہ تھی۔ اور آخری خط ۲۲/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ [۲/ جون ۲۰۱۳ء] کا ہے۔ اس اعتبار سے مولانا اعظمی کے دستیاب مکاتیب کا دورانیہ قمری اعتبار سے ۴۳/ سال اور شمسی حساب سے ۴۲/ سال ہوتا ہے۔

یہ مجموعہ خطوط مولانا کے عمومی مکاتیب پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں مکاتیب کے شامل کرنے میں کسی خاص پہلو کا خیال نہیں رکھا گیا ہے، سوائے اس کے کہ وہ کسی نہ کسی اعتبار سے اپنے اندر افادیت کا پہلو ضرور رکھتا ہو۔ رقعات اور مختصر خطوط جو محض بیانِ احوال یا پُرسشِ کیفیات سے متعلق تھے اور بظاہر افادیت سے خالی تھے، انھیں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

اس مجموعہ میں مولانا اعظمی آپ کو ہر رنگ میں نظر آئیں گے۔ بزرگوں کے روبرو جبینِ عقیدت جھکائے ہوئے بھی ملیں گے اور دوستوں کے سامنے بے تکلف گفتگو کرتے ہوئے بھی دکھیں گے۔ شاگردوں سے اظہارِ محبت کرتے ہوئے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے بھی ملیں گے، ان کی بے اعتنائیوں پر لطیف انداز میں زجر و تنبیہ کرتے اور اپنے دل کا درد بیان کرتے ہوئے بھی نظر آئیں گے، ان کے علمی سوالات کا اطمینان بخش جواب دیتے ہوئے اور ان کے کیف دروں کو محسوس کر کے ان کی علمی و عملی میدان میں راہنمائی کرتے ہوئے بھی ملیں گے۔ محبین و متعلقین کے لیے تسلی و شادمانی کا سامان کرتے بھی نظر آئیں گے اور غم زدوں کے درد میں شریک ہوتے اور ان کے آنسو پوچھتے بھی ملیں گے۔ مریدین و مسترشدین کو راہِ شریعت و طریقت پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنے پر کمر بستہ کرتے ہوئے بھی ملیں گے اور ان کے لیے استقامت و ہدایت کی دعا کرتے ہوئے بھی ملیں گے۔

مولانا اعظمی کے یہاں خطوط لکھنے اور خط کا جواب دینے کا خاص اہتمام تھا۔ ان کے دونوں مجموعہ خطوط میں آپ کو بہت کم ایسے مکتوب ملیں گے جس میں انھوں نے خط نہ لکھ سکنے یا جواب نہ دینے پانے کے تعلق سے معذرت کی ہو۔ ان کے مکتوب الیہم میں معاشرہ کے ہر طبقے کے لوگ ہیں اور ہر شخص سے اس کی ہمت و استعداد کے اعتبار سے مخاطب ہوئے ہیں۔ اساتذہ اور بزرگوں سے طرز تخاطب ادب و پاس داری سے لبریز ہے اور تلامذہ و مسترشدین سے مخاطبت کا انداز مودت و محبت اور اظہارِ تعلق سے عبارت ہے۔ تعزیتی مکاتیب تسلی و تشجیع کا سامان لیے ہوئے

ہیں تو دوستوں کے نام مکاتیب میں 'چھیڑ خوباں' کا بھی رنگ جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

مولانا اعظمی کی مراسلت میں آپ کو مکالمہ کا رنگ و آہنگ غالب نظر آئے گا۔ ایسی برجستگی اور بے تکلفی کی فضا ملے گی کہ محسوس ہوگا کہ مولانا مکتوب نہیں لکھ رہے ہیں بلکہ ان کا مکتوب الیہ سامنے بیٹھا ہے اور اس سے بے تکلف باتیں کر رہے ہیں۔ مولانا اعظمی خط لکھنے میں زیادہ القاب و آداب لکھنے کے قائل نہیں تھے۔ مکتوب الیہ کو مخاطب کرنے کے لیے ایسے الفاظ کا انتخاب کرتے تھے جن سے باہمی تعلق کا اظہار ہو۔ بعض تلامذہ نے اپنے خط میں القاب و آداب کی کثرت کی تو آپ نے منع کر دیا اور لکھا کہ 'القاب میں ایسے الفاظ لکھنے چاہئیں جن سے مکتوب الیہ سے اپنی نسبت ظاہر ہوتی ہو۔' مکتوب الیہ کو مخاطب کرنے کے لیے مولانا اعظمی عموماً چند متعین الفاظ لکھتے ہیں: مثلاً بزرگوں کے لیے 'مخدوم معظم'، دوستوں کے لیے 'برادرِ مکرم یا محترم و مکرم'، تلامذہ اور مسترشدین کے 'عزیزم یا برادر مکرم' اور اپنی اولاد کے لیے 'فرزند عزیز'۔ اس کے برخلاف بعض خطوط میں القاب کی کثرت کا تکلف ملے گا مگر اس کی حیثیت استثنا کی ہے۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ مولانا اعظمی خطوط میں عام طور سے اپنے تلامذہ کو 'شاگرد' لکھنے کی بجائے 'عزیز دوست' لکھنا پسند کرتے تھے۔ اس کتاب میں آپ کو بہت سی جگہوں پر شاگردوں کے لیے یہ لفظ لکھا مل جائے گا۔

مولانا اعظمی خط میں مکتوب الیہ کی علمی و ذہنی استعداد کا خاص خیال رکھتے تھے۔ بلا وجہ کی علمیت بگھارنے اور عربی و فارسی زدہ اردو لکھ کر مکتوب الیہ کو مرعوب کرنے کی کوشش سے گریز کرتے تھے۔ خالص علمی مراسلت میں ناگزیر ضرورت کی بنا پر اصطلاحی زبان لکھتے تھے کہ اس کے سوا مقصود کی ترسیل کی کوئی اور صورت نہیں ہوتی، ورنہ عام طور سے خطوط نویسی میں چھوٹے چھوٹے جملے اور ہلکی پھلکی عبارت کو ترجیح حاصل ہوتی۔ آپ دونوں مجموعہ مکاتیب کو پڑھ جائیے، سوائے خالص علمی مراسلت کے کہیں بھی آپ کو بھاری بھرکم الفاظ سے خط کی فضا بوجھل ہوتی نہیں ملے گی، اور علمی مراسلت میں بھی آپ کو بے تکلفی کی وہی فضا ملے گی جو دوسرے خطوط میں ہوتی ہے۔

مولانا اعظمی کے خطوط ابتدا ہی دلچسپ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بہت سی قدیمی مکتوب الیہم نے ان کے خطوط کو بہت حفاظت سے سنبھال کر رکھا، اور ان کے تلامذہ نے تو ان کے خطوط کو حرز جان بنا کر محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ انھیں کی کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ اُن کے کل مکاتیب

تقریباً ہزار صفحات پر محیط ہیں۔ اس پر یقیناً وہ تمام حضرات شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے نہ صرف یہ کہ مکتوبات کی حفاظت کی بلکہ اشاعت کے لیے بخوشی فراہم بھی کر دیا۔ اس کے باوجود مولانا اعظمی کے بہت سے مکتوب الیہم ایسے ہیں جن تک ہماری رسائی نہیں ہوسکی یا ان کے پاس خطوط ہونے کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔ اگر کوئی صاحب ایسے کسی شخص سے واقف ہوں تو وہ ضرور ہمیں اطلاع کریں، تاکہ وہ مکاتیب بھی شایع ہوکر محفوظ ہوجائیں اور قدردانوں کے ہاتھ میں پہنچ جائیں۔

اس کتاب کے تعلق سے لائق صد احترام ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی صاحب کا میں از حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کمزور صحت اور مسلسل علالت کے باوجود میری درخواست پر اور مولانا اعظمی سے تعلق خاطر کی بنیاد پر اس کتاب کے لیے ایک وقیع مقدمہ لکھا، جو یقیناً مولانا اعظمی کے قدردانوں کو بہت پسند آئے گا۔ اور استاذ مکرم مولانا ضیاء الحق خیرآبادی صاحب [جنھوں نے مولانا اعظمی کے حروف ونقوش کی آخری حد تک حفاظت کی ہے] کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کسی بھی مرحلہ میں رہنمائی کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا اور بہت سے خطوط بھی فراہم کیے۔ ان دونوں مخدوم بزرگوں کی ذات اگرچہ میرے اِس رسمی شکریے سے بہت بالا ہے، مگر احسان شناسی انسانیت کا ایک جوہر گراں مایہ ہے۔ رفیق مکرم مولانا محمد اشہد اعظمی صاحب کے لیے بھی رسم شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انھوں نے کبھی بھی کسی قسم کے تعاون سے دریغ نہیں کیا۔ برادر کبیر مولانا محمد عامر اعظمی صاحب، مولانا محمد راشد اعظمی صاحب اور مولانا قمر الحسن صاحب نوتنواں کے لیے بھی تشکر وامتنان کہ اول الذکر نے کتاب کا پہلا پروف بہت دیدہ ریزی سے دیکھا اور آخر الذکر دونوں حضرات نے خطوط کی فراہمی میں آخری تک کوشش کی۔

بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ تمام محسنین وقدردانوں کو اپنے شایان شان اجر جزیل سے نوازے اور یونہی ان کی نگاہِ التفات کو برقرار رکھے۔ آمین

۵/نومبر ۲۰۱۸ء

□□□

مُقدّمۃ

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
اعزازی رفیق دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

عارف باللہ حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی [۱۹۵۱ء-۲۰۱۳ء] نور اللہ مرقدہ کی سیرت و شخصیت کے اتنے متنوع جلوے اور گوناگوں کارنامے نگاہوں میں ہیں کہ اُن کو بیان کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ وہ ایک عالم باعمل اور عالم بے بدل تھے، وہ دین کے بے لوث خدمت گذار تھے، وہ واعظِ بے نظیر تھے، صاحبِ تصانیف کثیرہ تھے۔ ان کے دروس قرونِ اولی کے مسلمانوں کے دروس کی یادیں تازہ کردینے والے تھے۔ وہ دلِ دردمند لے کر آئے تھے۔ اخلاص وللّٰہیت کے پیکر تھے۔ ان کی مجلس علم وحکمت کے موتی لٹاتی تھی۔ ان کی کتابیں حکمت ومعرفت کے روشن چراغ ہیں، جن کو پڑھ کر دل ودماغ منور ہوجاتے ہیں۔ ان کی ایسی پرکشش اور جاذبِ نظر شخصیت تھی کہ جو ایک بار ان سے ملتا، وہ انھیں کا ہو کے رہ جاتا۔ مجھے ان کی شخصیت کے دو پہلوؤں نے خاص طور پر ان کا والہ وشیدا بنایا: 'ایک یہ کہ ان کی مجلس میں بیٹھ کر تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوجاتا۔ دوسرے ان کے تبحر علمی اور خزینہ علم وحکمت کے بے بہا نمونے نگاہوں کو خیرہ کردیتے۔' خدا جانے ان کا دماغ کتنے علوم کا خزانہ تھا، وہ جس موضوع پر گفتگو کرتے علم ودانش کا دریا بہا دیتے۔ وہ جس موضوع پر خطاب کرتے، اس کا نہ صرف حق ادا کردیتے بلکہ اپنے سامعین کے ذوق ووجدان کو اس طرح متاثر کردیتے کہ ذوقِ علم وعمل کا جذبہ پیدا ہوجاتا۔ ایسی پرکشش اور فعال شخصیت کم از کم میری نگاہوں نے نہیں دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم کی پرکشش شخصیت کا راز اُن کی للّٰہیت، اخلاص عمل اور فنا فی العلم میں مضمر تھا۔ جن نگاہوں نے انھیں قریب سے دیکھا ہے، وہ میرے اس خیال کی تائید وتصدیق کریں گے۔

حضرت مولانا کے لائق تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہے، جن سے علوم دینیہ کی تدریس و تفہیم کا سلسلہ جاری ہے۔ اس صدقہ جاریہ کے لیے انھوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ وہ درس کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ شوق سے طلبہ کی علمی تشنگی بجھاتے اور ان میں علم کی حقیقی طلب اور روح پیدا کر دیتے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار جو ان سے ملتا، وہ ان کا والہ و شیدا ہو جاتا۔ شیریں دیوانگی، مقدس سنجیدگی اور 'زحالِ مسکیں مکن تغافل' والی بات میں نے انھیں کی شخصیت میں دیکھی۔

مولانا مرحوم کی دوسری بڑی یادگار ان کی کتابیں ہیں۔ ان کے مطالعہ کے دوران میں نے بارہا محسوس کیا ہے کہ وہ نگاہوں کے سامنے ہیں، علم و حکمت کے موتی لٹا رہے ہیں، معلومات کا دریا بہا رہے ہیں، اسلاف کے کارنامے بیان کر رہے ہیں اور صراطِ مستقیم کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ اب وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہیں، تاہم ان کی تحریریں اب بھی اسی طرح ان کی نیابت کر رہی ہیں۔ انھوں نے سوانح لکھی تو صاحبِ سوانح سے زیادہ ان کے تعلق باللہ کے جلوے دکھا کر ایسا ہالہ بنایا کہ ان سے اپنی سیرت کو بنانے، سنوارنے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ انھوں نے اپنی حکایت بیان کی تو طالبانِ علومِ نبوت سے ایسا قرب پیدا کر دیا کہ زندگی سنوارنے اور کچھ کر گزرنے کے جذبات برانگیختہ کر دیے۔ تہجد گزار بندوں کے نقوش ابھارے تو پڑھنے والوں کے قلوب مسخر کر لیے اور آہِ سحر گاہی کے نالوں سے زندگی پر شور کر دی۔ حدیث دل بیان کی تو حدیث جاں کی جاں نوازی سے ایک نئے عالم سے ہم کنار کیا۔

یہ کہہ دینا کہ ان کا اسلوبِ نگارش دلوں کو مسخر کرتا ہے، معمولی بات ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا، حق ادا کر دیا، اور حسنِ معانی کے ساتھ حسنِ نظر بھی پیدا کر دیا۔ انھوں نے جس موضوع پر لکھا، ان کا ذوقِ نظر ان کے ساتھ رہا۔ کہیں ایجاز بیانی، کہیں طولانی، کہیں نالہ دلگیر، کہیں نالہ شب گیر۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک ایسی قوت ان کے قلم میں آ گئی ہے جو انھیں شاہراہِ مقصود سے نظر پھیرنے اور ہٹانے نہیں دیتی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے تعلق مع اللہ نے انھیں کسی اور راہ کا مسافر بننے نہیں دیا۔ یہی حال ان کے عشقِ نبوی ﷺ کا تھا۔ وہ رسول امی ﷺ کے عاشقِ زار تھے، ان کی ہر ادا پر جان چھڑکتے تھے۔ ان کا ایک موضوعِ سخن یہی سخنِ دل نواز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں دنیا کے سارے جلوے بے نور معلوم ہوتے رہے۔ انھیں اللہ تعالی نے جس

منصب پر فائز کیا تھا، دنیا ان کے قدموں میں تھی، مگر انھوں نے اس کی طرف نظر بھر کے نہیں دیکھا، حتی کہ جاہ و مال کی اتنی بھی فکر نہیں کی کہ ان کی لائق اولادیں آرام وسکون سے زندگی بسر کرسکیں۔ وہ دنیا سے گئے تو اپنی اولادوں کو اللہ کے حوالے کرکے گئے اور انھیں علوم دینیہ سے آراستہ کرکے دنیا کو آئینہ دکھا دیا کہ اللہ والے یوں دنیا چھوڑ کر جاتے ہیں۔

مولانا مرحوم کی تحریریں میں پڑھتا رہا ہوں، ان کی اولادوں کو قریب سے دیکھا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے مولانا مرحوم کے پیشِ نظر اسلام کی سربلندی، شریعت کی پاس داری اور علوم دینیہ کے فروغ واشاعت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس کے لیے انھوں نے کتابیں لکھیں، وعظ ونصیحت کا دربار سجایا، طلبہ کے اندر دین کا حقیقی ذوق پیدا کیا اور خود اپنی اولادوں کو دین کی خدمت کے لیے اسی میدان کا راہی بنایا جس پر وہ خود مدۃ العمر گامزن رہے۔ آہ:

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

مولانا مرحوم خطوط لکھنے اور خطوط کا جواب دینے کا اہتمام اسلاف کی طرح کرتے تھے۔ ان کے خطوط میں دین ودنیا کی ایک کہکشاں آباد ہے۔ ان کا ایک مجموعہ ’’حدیث دوستاں‘‘ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اب ان کے عام خطوط کا مجموعہ ’’اعجاز نامے‘‘ ان کے فرزند عزیز مولوی محمد عرفات اعجاز اعظمی نے مرتب کیا ہے اور شائع کررہے ہیں۔ ان خطوط میں بڑی گوناگونی اور شفقت ومروت اور ادب واحترام کے متعدد جلوے سمٹ آئے۔ کہیں ادب واحترام ہے، کہیں محبت وشفقت ہے، کہیں تنبیہ وترغیب ہے، کہیں علم وحکمت کے خزانوں کا ذکر ہے، کہیں عروج و ارتقا کے مسائل ہیں، کہیں تصوف ہے، کہیں سلوک ومعرفت ہے، کہیں دین ہے اور کہیں دنیا ہے۔ غرض یہ خطوط اپنے اندر بڑی معنویت رکھتے ہیں۔ مولانا مرحوم کا مخصوص اندازِ نگارش جس میں سنجیدگی وشائستگی، سلاست وروانی حسنِ نظر اور ذوقِ علم وعمل کے بے پناہ جلوے آگئے ہیں۔ یہ حدیثِ دل بھی ہے اور حدیثِ دلبری بھی۔ جن نگاہوں کو اعجازِ خسروی کی طلب ہو، تفقہ فی الدین کی خواہش ہو، وہ یہاں سے بے نیل ومرام نہیں جاسکتے۔ میں نے ان کو بارہا پڑھا ہے، مجھے مولانا مرحوم کے سادہ، شگفتہ اور رعنا قلم کے جلوؤں نے اس طرح گھیرا کہ انھیں بار بار پڑھا اور جذب و سلوک کے متعدد پہلوؤں نے دل ودماغ کو متاثر کیا۔ مجھے یقین ہے کہ یہی کیفیت ہر اس شخص کی

ہوگی جوان کا مطالعہ کرے گا۔

برادر عزیز مولوی محمد عرفات اعجاز اعظمی مولانا مرحوم کے لائق فرزند ہیں۔ کم عمری اور نوجوانی کے باوجود ان میں سلیقہ مندی اور سلیم الطبعی کے جوہر نمایاں ہیں۔ والد سے محبت تو فطری بات ہے، والد کے احباب و متعلقین سے بھی ان کو تعلق خاطر ہے۔ انھوں نے کئی علمی کام بحسن و خوبی انجام دیے ہیں۔ خاص طور سے ''باقیاتِ اعجاز'' کی ترتیب و تدوین اور اشاعت میں دل جمعی سے کام کیا ہے اور جنھیں اہل علم اور اہل نظر نے سراہا ہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی ان کا ذوقِ مطالعہ و کتب بینی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آیندہ وہ بڑے علمی و ادبی کام انجام دیں گے۔ ناچیز ان کے روشن مستقبل کے لیے دعا گو ہے۔

محمد الیاس الاعظمی
۲۵/ اگست ۲۰۱۸ء

❑❑❑

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

[۱]

سیدی وسندی وسلیۃ یومی وغدی! زیدت معالیکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج اقدس!

عرصہ کے بعد خدمت مبارک میں نصف حاضری کا شرف حاصل کرر ہا ہوں۔ رمضان المبارک کی مبارک مشغولیات میں حارج ہونا گستاخی ہے، لیکن دعا کی درخواست کے لیے حضرت کے اوقات میں کسی قدر دخل اندازی کر کے معافی کا آرزومند ہوں۔

حاملِ رقعہ حافظ حفیظ الرحمان سلمہ بندہ کا ماموں زاد بھائی ہے۔ ایک بار پرتاپ گڑھ میں خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔ حافظ ماشاء اللہ اچھا ہے مگر رمضان میں اس کا عجیب حال ہو جاتا ہے۔ تراویح پڑھاتا ہے مگر ایسا بدحواس ہو جاتا ہے کہ یاد سب کچھ، مگر معلوم ہوتا ہے کہ بھول گیا ہے، یا بھولنے کے ڈر سے سخت پریشان رہتا ہے۔ زبان میں اُس وقت بے حد لکنت ہو جاتی ہے۔ گھبراہٹ ایسی ہو جاتی ہے جیسے دل کے اختلاج کا مریض ہو۔ یہ دعا کے لیے حاضر خدمت ہو رہا ہے۔ آں حضور کی دعائیں مستجاب ہیں، اس کا بار بار تجربہ ہو چکا ہے۔ بزرگوں کی نظر کیمیا اثر سے دلوں کی دنیا پلٹ جاتی ہے۔ حضرت والا اس کے حال پر توجہ خاص فرما دیں، دعا فرما دیں۔ اگر مناسب ہو تو دست مبارک سے کوئی تعویذ عنایت فرما دیں۔

اخیر میں بندہ نہایت لجاجت اور ذوق وشوق سے حضرت کی خدمت میں دعا کا خواستگار ہے۔ بحمد للہ شعبان میں میری بچی کا عقد مسنون ہو گیا، اس کے لیے بھی دعا فرما دیں۔ بندہ کے پاس رہائش کا ذاتی مکان نہیں ہے اور نہ اس کے حصول کے وسائل ہیں، لیکن گاؤں میں ایک مناسب موقع کا مکان فروخت ہو رہا ہے، جو میرے لیے مناسب ہے، مگر قیمت بہت زیادہ ہے۔

حضرت والا دعا فرما دیں کہ حق تعالی اس کے حصول کے وسائل مہیا فرما دیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی دعا کے بعد اس کا ملنا نہایت سہل ہو جائے گا۔

مخل اوقات ہوا، اس کے لیے ادب سے معافی چاہتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ

❏❏❏

حضرت مولانا عبدالرحمان جامی صاحب

[۱]

ابھی چند روز ہوئے دسمبر ۱۹۷۳ء (معرفتِ حق) کا شمارہ ایک صاحب سے دیکھنے کو ملا، اس سے پہلے بھی بعض شمارے متفرق طور پر دیکھے تھے، مگر ”کل أمر مرهون بأوقاته“ کے تحت اس وقت کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ اب جس وقت ہاتھ آیا اور اس کے مضامین پڑھے تو چونک اٹھا۔ بلاشبہ ایک عجیب چیز ہے۔ حضرت مصلح الامت کے نفس گرم کی تاثیر سنی تو ضرور تھی، احساس اب ہوا، بے اختیار دل کھنچتا چلا گیا۔ لفظ لفظ پڑھا، عجیب وغریب کیف محسوس ہوا۔ اب تو صبر نہ ہوا، مدرسہ کی لائبریری میں ڈھونڈھا تو تین رسالے اور مل گئے، انھیں پڑھا۔ مزید شوق ہوا، مخدومی جناب مولانا حکیم بشیر الدین صاحب کے یہاں سے حاصل کر کے پڑھا اور اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ مستقل خریداری کے بغیر قرار نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت کے ملفوظات بیمار انسانیت کے لیے آبِ حیات ہیں۔ میں ان کو بار بار پڑھتا ہوں اور ہر مرتبہ ایک نیا لطف حاصل ہوتا ہے۔ بہت جلد حضرت کی تصنیفات بھی خرید لوں گا کہ ان پر اگر مال صرف کیا جائے تو عین موقع ومحل پر خرچ ہوگا۔ آپ کی (جنوری کے شمارے میں) چندہ بڑھانے کی تحریر پڑھ کر بے اختیار زبان سے نکلا کہ:

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

جنابِ من! یہ چیزیں تو تمام متاعِ دنیوی صرف کر کے حاصل کی جائیں تو بھی ارزاں ہیں۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ اطراءِ مادح وعید میں داخل ہے۔

والسلام

خادم تدریس (مدرسہ دینیہ غازی پور)

معرفت حق، صفر ۱۳۹۴ھ مطابق مارچ ۱۹۷۴ء

……

[۲]

کیا بات ہے کہ ابھی تک وی، پی موصول نہیں ہوئی۔ حکیم صاحب مدظلہ سے کہا تو انھوں نے اطمینان دلایا کہ بس اب آیا ہی چاہتی ہے لیکن:

نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال

لہٰذا دوسرا خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اس اثنا میں حکیم صاحب کے یہاں سے جس قدر رسائل مل سکے، ان کا ایک ایک لفظ پڑھ چکا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ وہ آبِ زُلال ہے کہ جس کے پینے کے بعد جہاں روحانی سیرابی حاصل ہوتی ہے وہیں شوق و انتظار کی تشنگی بدرجہا بڑھ جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسائل دستیاب ہوئے، یہ عالم تھا کہ لیل و نہار کی تمام سرحدیں سمٹ کر 'معرفتِ حق' کے دریاے معرفت میں غرق ہو کر رہ گئی تھیں اور اب بھی ان کی حلاوت و لذت کم نہیں ہوئی ہے۔

آپ شاید اس کو مبالغہ تصور کریں مگر حقیقت عرض کرتا ہوں، اور اب تو یہ شوق دل میں سما رہا ہے کہ چل کر اس جلوہ گاہ کی زیارت کرنی چاہیے جس کی ضیا پاشیوں سے صدہا تاریک قلوب نے روشنی پائی۔ اگر چہ میں نے اپنا تعلقِ ارادت ایک دوسری بارگاہ عالی سے استوار کیا ہے مگر کیا حرج ہے؟ بلکہ بات تو یہ ہے کہ حضرت پیر و مرشد نے اپنی نگاہِ باطنی سے میرے دل میں حضرت فتح پوری نور اللہ مرقدہ کی اہمیت و عظمت کا درخت بٹھایا ہے ورنہ تو میں اپنی شور بختی کی وجہ سے حضرت کی طرف کوئی کشش محسوس نہیں کرتا تھا۔

بہر کیف! حضرت نہیں مگر آپ کے کلمات طیبات تو ہیں۔...... میں سوچ رہا ہوں کہ اب شاید انتظار کی مدت بہت کم ہوگی۔ **واللہ علیٰ کل شئ قدیر**

والسلام

معرفت حق، صفر ۱۳۹۴ھ مطابق مارچ ۱۹۷۴ء

……

[۳]

مکتوب گرامی نظر نواز ہوا۔ حضرت (مصلح الامت) کا معتقد تو خیر میں بچپن ہی سے ہوں مگر شرف ملاقات حاصل نہ ہوا۔ حضرت کے وصال کے بعد غائبانہ اعتقاد تو باقی تھا مگر حضرت کی تالیفات اور ارشادات کی جانب کوئی توجہ نہ تھی۔ ادھر حضرت مرشدی دام ظلہم نے حضرت کے فضائل

وشمائل کچھ اس انداز سے بیان کیے کہ طبیعت بے اختیار متوجہ ہوگئی۔ اس کے بعد مدرسہ دینیہ آنا ہوا تو معرفت حق کے بعض رسائل دستیاب ہوئے۔ اس کے بعد ہوا جو کچھ ہوا۔ ویسے حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے علوم کا بے حد شایق رہا ہوں اور زیادہ تر اشتغال انھیں سے رہتا ہے، اس لیے حضرت مصلح الامت سے مناسبت کا ہونا قدرتی بات ہے۔ معرفت حق کے مرسلہ رسالے ملے۔ حضرت! میں تو علوم وصی اللہی کا تقریباً عاشق ہو چکا ہوں۔ مجھے تو حضرت کا ایک ایک لفظ مے خانۂ معرفت محسوس ہوتا ہے۔

اگرچہ بزرگوں کے درمیان صورت موازنہ بھی گستاخی ہے مگر یہ موازنہ نہیں ہے صرف تاثر ہے...... اللہ تعالیٰ معاف کریں...... کہ حضرت تھانوی کے کلمات بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور حضرت فتح پوری کے بھی۔ مگر ثانی الذکر کے یہاں کچھ ایسی نشتریت اور چبھن محسوس ہوتی ہے جیسے تیر لگ گیا ہو، جب کہ حضرت تھانوی کے یہاں یہ نشتریت ہلکی ہے۔ یہ میں نے محسوس کیا ہے، کوئی موازنہ نہیں ہے۔ میرا کیا منھ کہ موازنہ کروں۔

بہر کیف! آں جناب سے دعا کی درخواست ہے۔

اعجاز احمد اعظمی

(مدرسہ دینیہ غازی پور)

معرفت حق، ذی قعدہ ۱۳۹۴ مطابق دسمبر ۱۹۷۴ء

……

[۴]

ابھی ابھی معرفت حق نے شرف صدور بخشا، سب سے پہلے حالات مصلح الامت پر نگاہ پڑی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمی صاحب کا واقعہ اور سوال وجواب جو آپ نے نقل فرمایا ہے بس وہیں تک پہنچ کر رکا ہوا ہوں۔ عجیب اور بہت عجیب، سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ اس سے پہلے شبلی موذن کا ایک قول نقل کر کے آپ نے ازخود رفتہ کر دیا تھا اور (اب) حضرت مولانا اعظمی کے واقعہ نے تو پکڑ ہی لیا۔ سوچتا ہوں کہ حضرت کا فیضان کس طرح بارش کی طرح برسا کرتا تھا کہ ایک عامی اور ایک زبردست عالم سب ایک رنگ میں رنگ گئے تھے۔ بس آپ یہ سب سناتے رہیے، معرفت ہی معرفت ہے۔ جزاکم اللہ

۷۵ء کا بدل اشتراک روانہ کر رہا ہوں۔ چندہ میں اضافہ جو ہوا ہے کہ ۱۲ سے ۱۵ (روپے) ہو گیا ہے، اس کے متعلق کیا عرض کروں؟ میں تو اکثر پڑھا کرتا ہوں کہ:

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

معرفت حق کے بیش بہا اور روح پرور مضامین کے بارے میں کوئی مجھ سے پوچھے۔ پانچ سال کے مجلدات میرے پاس ہیں، ان کا ایک ایک حرف پڑھ چکا ہوں لیکن سیری نہیں ہوتی۔ نہ جانے کیا کشش ہے؟ کیا حلاوت ہے؟ میں یہ سوچتا ہوں کہ شروع سے لے کر اب تک کے تمام رسالے مجھے کسی قیمت پر دستیاب ہو جاتے تو میں غنیمت سمجھوں گا۔ کاش ایسا ہو سکے! اگر کوئی تدبیر کر سکیں تو آپ کا بڑا کرم ہوگا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

معرفت حق، ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۵ء

……………………………………

[۵]

کتاب (تالیفات مصلح الامت) کو دیکھ کر اور پڑھ کر جتنی خوشی اور مسرت حاصل ہوئی، وہ میں ہی جانتا ہوں۔ آپ سب حضرات کے لیے خصوصاً آپ کے لیے تو بے اختیار دعا نکلتی ہے کہ ہم جیسے دور افتادگان کو بھی بھرپور سیرابی کا موقع ملتا رہتا ہے۔ بڑا کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، برکت دیں اور ہم لوگوں کو پورے طور پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

پھر حضرت مصلح الامت علیہ الرحمہ کے بارے میں کیا عرض کروں۔ جی چاہتا ہے کہ کاش آپ کی زیارت ہوئی ہوتی، لیکن سچ عرض کرتا ہوں بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا دیکھے ہوا ہوں۔ یوں متعدد بار حضرت کی زیارت خواب میں ہوئی۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ میرے حجرے میں مصلے پر تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ 'قاری صاحب (قاری مبین صاحب) سے کہو کہ مجلس میں بیان فرما دیں، میں یہاں سے نہیں نکلوں گا۔' واشوقاہ!

اللہ تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرما دیں۔ عالم برزخ میں حضرت تھانوی اپنے اس لاڈلے فرزند سے مل کر کتنا خوش ہو رہے ہوں گے۔ دیکھیے! جذبات میں کہاں جا رہا ہوں، کیا

کروں ضبط نہیں ہوتا۔ دل بھر آیا ہے، آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں۔ بس یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور عمل بالشریعت سے نوازدیں۔ آمین

یہاں کتاب 'اسوۃ الصالحین' بہت پسند کی جارہی ہے۔ طلبہ نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ ہمارے لیے منگادو۔ اس لیے دس عدد کتاب مذکورہ اور ایک عدد 'مواعظ اشرفیہ کریمی' وی، پی سے ارسال فرمادیں۔

الحمدللہ سب ہی طلبہ میں دین داری کا ایک ماحول پیدا ہوگیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ الحمد للہ

اعجاز احمد اعظمی

مدرسہ دینیہ غازی پور

معرفت حق، ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۵ء

……

[٦]

حقیقت یہ ہے کہ معرفت حق کا انتظار مجھے پورے مہینے رہتا ہے۔ حضرت والا کے ملفوظات کے بارے میں کیا عرض کروں؟ بس جی سیر نہیں ہوتا۔ میں پڑھتا کیا ہوں، تلاوت کرتا ہوں۔ آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ گذشتہ فائلیں جو میرے پاس نہیں تھیں، میرے ایک دوست جناب مولانا محمد ارشد صاحب اعظمی [بنارس] کے واسطے سے عاریتاً مطالعہ کے واسطے حاصل ہوگئیں۔ جزاهم الله خير الجزاء۔ اللہ کا شکر ہے کہ جو خلا میں محسوس کرتا تھا، پُر ہوگیا۔ حضرت کے ارشادات بالکل اس کے مصداق ہیں کہ:

شیخ نورانی ز رہ آگہ کند
با سخن ہم نور را ہمرہ کند

بس ان کے متعلق کچھ نہ کہہ سکنا ہی سب کچھ کہہ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو بہترین جزائے خیر دیں، اور خصوصاً آپ کو کہ اس دور میں ایسی مستعدی اور والہانہ شغف کے ساتھ حضرت کے علوم کو عام کر رہے ہیں۔ آپ کی صحت وعافیت کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم بعافیت رکھیں اور قبولیت سے نوازیں۔

سلسلہ ’حالات مصلح الامت‘ کے متعلق بہت دن سے لکھنے کو سوچ رہا تھا مگر کثرتِ مشاغل کے باعث اطمینان کی فرصت میسر نہ آتی تھی۔ حالات کا یہ انوکھا اور نرالا سلسلہ عام تذکروں اور سوانح کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی الگ ہو، لیکن ہے بہت دل افروز اور بصیرت کشا۔ حضرت کا جو مخصوص اصلاحی رنگ تھا، اس سے خوب نکھر کر سامنے آ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اگر حیات ہوتے تو وہ بھی اس انداز کو بہت پسند کرتے۔ بات یہ ہے کہ حضرت اپنے رنگ میں منفرد تھے تو پھر ان کے حالات کی تحریر کیوں نہ منفرد ہو۔

آخر میں آپ سے اتنی بات کہہ کر رخصت ہوں کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں، بہت مبارک ہے۔ حالاتِ زمانہ اگرچہ اس کے لیے ساز گار نہیں ہیں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کے یہاں اس کا بھرپور اجر ملے گا اور حضرت قدس سرہ کی روح مبارک بہت مسرور ہوگی۔ میں ناکارہ و نابکار کیا اور میری دعائیں کیا، تاہم آپ سے طبیعت بہت خوش رہتی ہے اور دل سے دعائیں نکلتی رہتی ہیں۔ آپ کی علالت سے رنج ہوتا ہے، صحت سے ایسی خوشی ہوتی ہے گویا مجھی کو صحت حاصل ہوئی۔ بس، لکھنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر کوئی کہاں تک لکھے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی – مدرس: مدرسہ دینیہ غازی پور
حال مقیم: ناہی ڈیہہ، دُمکا، بہار
معرفتِ حق، ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ/ دسمبر ۱۹۷۶ء

……

[۷]

آپ نے حضرت مصلح الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کی تمام کتابیں اور معرفت حق کی قدیم جلدیں ارسال فرما کر مجھ پر احسانِ عظیم فرمایا، جزاکم اللہ۔ کیا عرض کروں حضرت اقدس کے لطیف مضامین اور اپنے شوقِ مطالعہ کا یہ عالم کہ کئی کئی شب اس طرح گذر گئیں کہ عشا کے بعد ان کتب و رسائل کا مطالعہ شروع کیا اور فجر کی اذان ہوگئی، رات کے گذر جانے کا احساس تک نہ ہوا۔ سبحان اللہ! حضرت کے مضامین کا کیا کہنا، نہایت محققانہ اور عارفانہ کلام ہے۔

□□□

نوٹ) حضرت مولانا جامی کے نام درج بالا خطوط 'معرفت حق' کے مختلف شماروں سے نقل کیے گئے ہیں۔ مولانا جامی کا معمول تھا کہ معرفت حق کے تعلق سے دفتر اور مدیر کے نام آئے ہوئے خطوط کو سال میں ایک دو مرتبہ اپنے اداریہ میں نقل کر دیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ بیسیوں خطوط ان کے پاس آتے رہتے تھے، اس لیے سب کو مکمل نقل کرنا ممکن نہیں تھا۔ خطوط کے صرف وہی حصے شایع ہوتے تھے جو رسالہ اور حضرت مصلح الامت سے متعلق ہوتے تھے۔ درج بالا خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا اعظمی کے خطوط کافی طویل ہوتے رہیں ہوں گے، مگر خط کا صرف وہی حصہ شائع ہو کر محفوظ ہو سکا جو معرفت حق اور حضرت مصلح الامت سے متعلق تھے۔ یہ خطوط معرفت حق سے من وعن نقل کیے گئے ہیں اور ہر خط کے بعد حوالہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔ آخری خط 'ذکر جامی' سے نقل کیا گیا ہے۔ معرفت حق کے ہمارے پاس موجود شماروں میں یہ خط نہیں مل سکا۔

○○○

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب

[۱]

محترم مکرم جناب قاضی صاحب! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

دو ملکوں کی کرنسی کے ادھار کے سلسلے میں گرامی نامہ ملا۔ اس باب میں مولانا مفتی تقی صاحب کی رائے درست ہے۔ درحقیقت دو ملکوں کی کرنسیاں باہم جنس نہیں ہیں، اور نوٹوں کی نقدیت عرف واصطلاح پر مبنی ہے۔ اس لحاظ سے ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کے لیے نقد نہیں بحکم عروض ہوگی۔ اس لیے اس پر بیعِ صَرف کا اطلاق نہ ہوگا۔ لہٰذا اُدھار تبادلہ جائز ہوگا۔

❑❑❑

حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب

[ا]

مخدومی ومکرمی!   زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادھر چند دنوں سے میں ایک طرح کے شش وپنج میں تھا۔ حالات مدرسہ (مدرسہ دینیہ غازی پور) کے کچھ ایسے ہوگئے ہیں کہ مجھے مدرسہ چھوڑ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مہتمم صاحب کا خیال ہے کہ مدرسہ بہت مختصر ہے، اس لیے مجھے اپنے وجود کی یہاں کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ آپ سے جو کچھ پہلے گفتگو ہے وہ تو ہے ہی۔ ادھر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ اجتماع کے موقع پر جب تشریف لائے تھے تو ایک مدرس معتمد کی فرمائش کی تھی۔ اس وقت میں نے سکوت کیا تھا، لیکن اب جی میں آتا ہے کہ گو کسی لائق نہیں ہوں، محض مہمل ہوں، تاہم خود کو پیش کردوں۔ آپ کی اور حضرت مولانا کی صحبت بابرکت سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل ہوگی۔ آپ حضرت مولانا سے ذکر فرمادیں۔ مدرسہ میں آنے کے سلسلے میں میری درخواست بجز اس کے اور کچھ نہ ہوگی کہ میرے اہل وعیال میرے ساتھ ہی رہیں گے۔ اس کے انتظام کی زحمت آپ حضرات کو ضرور دوں گا۔ باقی ہر طرح سے آپ کا خادم ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۳؍رجب ۱۴۰۶ھ

* * *

حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند

[۱]

بخدمت گرامی حضرت مہتمم صاحب مدظلہ، دارالعلوم دیو بند، زادھا اللہ شرفاً وعزاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

اس عاجز نیاز مند کو جناب والا کا گرامی نامہ بسلسلۂ سیمینار ''الامام النانوتوی: حیات اور کارنامے'' ملا۔ آپ کی عنایت کے لیے شکر گزار ہوں کہ ایک حقیر وفرومایہ اور دور افتادہ کو آپ نے یاد فرمایا۔ دارالعلوم دیو بند سے عقیدت ومحبت بلکہ والہانہ عشق وشیفتگی کے جذبات بحمد للہ ابتدائے عمر ہی سے...... قلب میں پیوست ہے۔ دارالعلوم دیو بند اور اکابر دیو بند کے باب میں میرا جو قلبی حال ہے، اُسے کیا عرض کروں۔ بس یہ خیال فرمایئے کہ:

آفاقہا گردیدہ ام　　ماہ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام　　لیکن تو چیزے دیگری

دارالعلوم اور اکابر دارالعلوم کی محبت وعقیدت میرے لیے سرمایۂ سعادت اور وسیلۂ نجاتِ آخرت ہے۔ ان بزرگوں سے جو نسبت لگی ہوئی ہے وہی اصل دین وایمان ہے۔ دارالعلوم اور اس کے بانیوں نے حکومتِ مسلمہ کے انقلاب کے بعد باذن اللہ ومشیتہ مسلمانانِ ہند کو جس راہ پر ڈالا ہے، وہ ساری دنیا کے لیے ایک نادر کارنامہ ہے۔ اقوامِ عالم اور ان کے عروج وزوال پر نظر رکھنے والے جب اس پر غور کرتے ہیں کہ انقلاب کے اس شدید وعظیم زلزلہ کے بعد ہندوستان کا مسلمان اپنے اسلامی سرمایۂ علم وعمل کے ساتھ کیوں کر زندہ رہ گیا؟ تو عقلیں حیران رہ جاتی ہیں کہ ان بوریا نشین عالموں اور بے نوا فقیروں نے وہ کام کیسے کر ڈالا جس کے لیے طاقت ور حکومتیں بھی بے بس ہو جایا کرتی ہیں! یہ محض اللہ تعالیٰ وتقدس کا احسان اور ان کا فضل وکرم ہے۔ فللہ

الحمد و المنۃ

اب دارالعلوم کی مجلس عاملہ نے اس خیال سے کہ دارالعلوم اور بانیِ دارالعلوم کا تعارف عام ہو، ایک سمینار کی طرح ڈالی، اس کی تجویز پاس کی۔ اس تجویز پر کیا عرض کروں؟ میری طبعِ جامد اور عقلِ نارسا کہتی ہے کہ یہ تجویز نہ پاس کی جاتی تو پاس کرنے سے بہتر تھا۔

تشہیر اور پروپیگنڈے کے جو طریقے دنیا داروں نے رائج کیے ہیں اور روز نوع بنوع کے طریقے نکالتے جا رہے ہیں، ہمارے اکابر...... جن کی ابتدا حضور جناب نبی کریم ﷺ کی ذات سے ہوتی ہے...... کا دامن اس سے پاک ہے۔ یہاں تشہیر اور سُمعہ (پروپیگنڈہ) ممنوع ہے۔ ہمارے بزرگوں نے محض اللہ کے لیے کام کیا ہے۔ انھیں اس کی فکر کبھی نہیں رہی کہ لوگ ہمارے کارناموں کو جانیں۔ اللہ تبارک وتعالی جانتے ہیں، بس یہی بات ان کے لیے کافی تھی اور آج بھی یہی کافی ہے۔ اس کا غم نہیں کہ لوگ حضرت نانوتوی کو جانتے ہیں یا نہیں؟ جس کے لیے انھوں نے اپنی زندگی کھپائی ہے، وہ تو جانتا ہے۔ ہمارے لیے بھی یہی راہ متعین ہے۔ ہمارے اکابر کو، ہمارے دارالعلوم کو کوئی جانے یا نہ جانے، جو خدمت لے رہا ہے اس کا جاننا بس ہے۔

یہ سیمینار، یہ کانفرنسیں، یہ اکیڈمیاں وغیرہ غیروں کے نکالے ہوئے طریقے ہیں۔ ہمارا طریقہ تو یہ تھا کہ مناسب تقریب سے کچھ مسلمانوں کو جمع کرلیں اور معتبر علما سے وعظ کہلوادیں۔ لوگوں کے اندر ایمان کی تازگی آجائے، عمل کا جذبہ بیدار ہو جائے، عبادت کی لگن پیدا ہو جائے۔ اور یہ ایمانی کیف لے کر لوگ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ یہ نہیں کہ چند الٹے سیدھے حروف لکھ کر لے آئیں اور اٹیچی یا بیگ اور قلم اور کاغذ لے کر لوگوں کو دکھلاتے پھریں۔ یا یہ کہ ضرورت کے اور مناسب موضوعات پر کتب اور رسائل تحریر فرما دیئے کہ اس سے عام مسلمان نفع اٹھائیں۔

ہندوستان میں دارالعلوم کا کردار مجتہدانہ رہا ہے، لیکن ایک عرصہ سے الٹا تماشا نظر آرہا ہے۔ جو مجتہد تھا اب نقال نظر آرہا ہے۔ ندوہ کا پچاسی سالہ اجلاس ہوا تو ہمارے لوگوں نے صد سالہ ٹھان دیا۔ سنا ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ نے اس سلسلے میں حضرت مہتمم صاحب کو کوئی خط لکھا تھا۔ پھر ایک عرصہ کے لیت ولعل کے بعد اجلاس صد سالہ ہوا تو شرور وفتن کا وہ گرد وغبار اڑا کہ ہندوستان کی فضا ایک مدت تک مکدر رہی۔ اور جب یہ غبار چھٹا تو دارالعلوم کا جسم

دو ٹکڑے ہو چکا تھا۔ نام دونوں کا دار العلوم ہے، مگر اس نام کی آبرو کیا کیا لٹ رہی ہے وہ حضرت والا پر مخفی نہیں ہے۔

پھر کسی طرف سے صدا بلند ہوئی کہ مدارس کے نصاب میں کچھ ترمیم چاہیے، ان کے درمیان رابطہ چاہیے، اس کے لیے وفاق ہو، تنظیم ہو۔ بس فوراً ہمارے یہاں بھی حرکت شروع ہوگئی۔ رابطہ کا اجلاس ہوا، تنظیم بنی، مگر وہاں[۱] تو وفاق بن گیا، مدارس جوڑ لیے گئے، مشترکہ امتحانات کا نظم ہوا، اور ہمارے یہاں صرف اجلاس ہوتے رہے، تجویزیں پاس ہوتی رہیں۔ نصاب میں کچھ ترمیم ہوئی، ماتحت مدرسوں کو حکم ہوا کہ فلاں فلاں کتاب پڑھاؤ، لیکن جب امتحانِ داخلہ کا وقت آیا تو فرمایا گیا کہ نہیں فلاں ہی کتاب کا امتحان ہوگا وغیرہ۔

ایک تنظیم[۲] کی طرف سے اعلان ہوا کہ حضرت نانوتوی پر سیمینار ہوگا تو ہمارے یہاں بھی طے کر دیا گیا کہ حضرت نانوتوی پر سیمینار ہوگا۔ دار العلوم کے پہلو میں جمعیۃ علماے ہند کا حال یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے فقہی سیمینار شروع کیے تو یہاں بھی اس کی نقالی ہونے لگی۔ اور بھی کچھ چیزیں ہیں:

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

دار العلوم اور جمعیۃ علما کی محبت میری رگ و پے میں ہے۔ ان سے وابستگی بالکل اوائل عمر ہی سے ہے، مگر دوسروں کی یہ تقلید بلکہ نقالی میری فہم سے بالاتر ہے۔ میں دیوبند اور اکابر دیوبند کی خدمت اپنے لیے سرمایۂ سعادت یقین کرتا ہوں لیکن کچھ لوگ انگریزیت کی نقالی کریں اور پھر ہم ان کی نقالی کریں، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

اس نیاز مند کا حال یہ ہے کہ اسے کسی چھوٹے بڑے سیمینار، کانفرنس سے فکری اور عملی کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے دوسرے سیمینار[۳] کا بھی دعوت نامہ ملا، اس کی مجلس علمی کا ممبر بھی بنایا گیا۔ مگر میں نے سرے سے رد و قبول کا کوئی جواب ہی نہ دیا۔ اب دار العلوم کی طرف سے دعوت ملی تو یہ بوجھ ایسا نہ تھا جس کا دباؤ میں محسوس نہ کروں، یا آسانی سے اسے اتار کر رکھ دوں۔ اس لیے مجبوراً یہ چند سطریں لکھنی پڑیں۔ اکابر کے اس طریق سے جس کا اظہار ان کے ذوق و مزاج اور

سیرت وکردار سے ہوتا ہے اور جو قرآن وسنت کے نور پر مبنی ہے، اس سے ہٹ کر کسی اور راہ پر چلنا میرے لیے مشکل ہے۔

میں نے چاہا کہ اپنے دل کا حال عرض کردوں۔ مجھے کسی بات پر کوئی اصرار نہیں ہے، مگر میں جس چیز میں اکابر کا اتباع تصور کرتا ہوں، اس کو ترک کرنا مجھے گوارا نہیں الا ان یشاء اللہ ربی

اس لیے میں شرکت سے اور اس میں مقالہ نویسی سے معذرت خواہ ہوں۔ میرے یہ معروضات گو کہ ناگوار خاطر ہوں لیکن ان پر غور ضرور فرمائیں اور ممکن ہو تو مجلس شوری کے محترم اراکین کے سامنے بھی پیش فرمادیں۔

والسلام مع الاحترام
دعاؤں کا ملتجی
اعجاز احمد اعظمی
۳؍ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ۔ ۱۳؍ اگست ۱۹۹۹ء

❑❑❑

۱) پاکستان کے وفاق المدارس کی طرف اشارہ ہے۔

۲) تنظیم ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند

۳) تنظیم ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند کے سیمینار 'الامام قاسم نانوتوی: حیات وخدمات' کے دعوت نامہ اور اس کی مجلس علمی کی ممبری کا تذکرہ ہے۔

○○○

حضرت ماسٹر محمد قاسم صاحب مدظلہ

[۱]

مخدومی و مکرمی! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ایک خط پہلے بھی ملا تھا، میں جواب لکھنے کو سوچتا ہی رہ گیا۔ میں ۴؍فروری کو بھوارہ مدھوبنی گیا تھا۔ ایک ہفتہ کے بعد وہاں سے واپسی ہوئی۔ واپسی پر آپ کا دوسرا خط ملا۔ جلسہ کا خیال بہتر ہے۔ اس میں شرکت میرے لیے باعثِ سعادت ہوگی۔

مولانا طاہر حسین صاحب گیاوی کے یہاں تاریخ کا تعین کر کے ایک خط لکھ دیجیے اور مجھے بھی بتا دیجیے، میں انھیں لکھ دوں گا۔ مقررین تو سبھی پیشہ ور ہیں اور جو پیشہ ور نہیں ہیں وہ تو اولاً بہت ہی کم ہیں اور جو ہیں ان کا ہاتھ آنا دشوار ہے۔

یہاں الحمدللہ حالات بہتر ہیں۔ امتحان شش ماہی ہو چکا۔ اب تعلیم کا تیسرا دور کل سے شروع ہوگا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بحسن وخوبی اتمام وانجام کو پہنچائیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

……

[۲]

مخدوم مکرم و معظم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

نوازش نامہ موصول ہوا۔ طبیعت کی علالت سے قلب متاثر ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو صحت و

سلامتی کے ساتھ بایں فیوض و برکات قائم و دائم رکھیں۔ آپ جیسے بزرگوں کا دم اس دور پرفتن میں بہت غنیمت ہے۔ نیکوں کی تعداد گھٹتی جارہی ہے۔ برائیاں بڑھتی جارہی ہیں۔ صحتِ کاملہ کے لیے نہایت التجا کے ساتھ بارگاہِ رب العزت میں عرض گزار ہوں۔

محمد عاصم سلمہ نے کسی کتاب کے پڑھنے کے لیے مجھ سے ابھی تک کچھ نہیں کہا ہے۔ ویسے اب اتنا عدیم الفرصت ہوگیا ہوں کہ خارج میں وقت نکالنا مشکل ہوگیا ہے۔ ویسے اس کی خواہش ہوگی تو ضرور کچھ کوشش کروں گا۔

صحت حق تعالی کی امانت ہے، اس کے لیے اگر مکمل آرام کی ضرورت ہے تو بہ نیتِ عبادت ایسا ضرور کیجیے۔ بعد میں سب کام ہوتے رہیں گے۔ امید ہے کہ اب آپ بہت کچھ صحت مند ہو چکے ہوں گے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۷؍محرم ۱۴۰۵ھ

……

[۳]

مخدومی مکرم! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آپ سے ملاقات ہوئے عرصہ ہوگیا ہے، جی چاہتا ہے کہ ملاقات ہو۔ عزیزی محمد عاصم سلمہ کو امتحان شش ماہی کی تیاری کے دوران کچھ ٹھنڈک لگ گئی اور اس کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ ……اس کو شوق ہے کہ ابا سے ملاقات ہوجاتی، مجھے بھی خواہش ہے۔ اگر موقع ہو اور سہولت سے ہوسکے تو تشریف لاکر عاصم کو بھی اور مجھے بھی شادکام فرمائیں۔

۸؍جمادی الاولی ۱۴۰۵ھ کو میری حقیقی خالہ جو بمنزلۂ میری ماں کے تھیں، طویل علالت کے بعد رحلت فرماگئیں۔ میں ان کی علالت کے دوران تقریباً تین ہفتے گھر ہی رہا۔ دعاے مغفرت فرمائیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۲؍ جمادی الاولی ۱۴۰۵ھ

……

[۴]

مخدومی مکرم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

مکتوبِ عنایت موصول ہوا۔ بہت شرمندہ ہوں کہ آپ یاد فرماتے رہتے ہیں اور میری طرف سے کوتاہی ہوتی رہتی ہے۔

(مدرسہ دینیہ) غازی پور ترک کرنے سے دل پر شدید صدمہ ہے۔ غازی پور میں نے بادلِ ناخواستہ چھوڑا ہے۔ اس لیے ابھی تک طبیعت کو اطمینان اور اوقات میں انضباط نہیں ہے۔ دعا فرمائیں کہ حق تعالی اس جگہ یا جہاں بھی میرے حق میں مفید ہو، استقلال واستقامت نصیب فرمائیں۔

مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہ کو آپ کا خط دیدیا تھا۔ ان کو داخلہ وغیرہ کے امور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ تو بس سبق اور فتوی نویسی کے علاوہ اپنی بکریوں میں مست رہتے ہیں۔ بہت خوب شخص ہیں۔ ان سے مجھے بڑی مناسبت ہے۔ آپ کو سلام عرض کر رہے ہیں۔

غازی پور میں تھا تو گاہے گاہے آپ کرم فرماتے تھے اور ملاقات کی سعادت حاصل ہوتی تھی۔ کیا گورینی میں بھی اس سعادت کے حصول کا امکان ہے؟

دعاے خیر میں یاد رکھیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۵؍ ذوقعدہ ۱۴۰۶ھ

……

[۵]

مخدومی مکرم و معظم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

جناب کا عنایت نامہ بہت پہلے ملا تھا۔ اس طرف اسفار میں میں زیادہ مبتلا رہا۔ آپ کا خط ملنے کے بعد میں نے چاہا تھا کہ فوراً ہی جواب لکھوں لیکن اسی روز کوئی سفر درپیش تھا۔ رکھ کر چلا گیا، پھر واپسی میں وہ خط نگاہوں سے اوجھل رہا۔ اب چند سطریں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

میری حقیقت کیا ہے کہ میں آپ کو نصیحت کے کلمات لکھوں؟ جو شخص سراپا محتاجِ نصیحت و پند بلکہ لائق زجر و توبیخ ہو، وہ بزرگوں کی خدمت میں کیسے پند و نصیحت لکھے؟

ابھی ۲؍جنوری کو میں مظفر پور اور مدھوبنی حاضر ہوا تھا۔ بہت جی چاہا کہ اس سفر میں آپ کی زیارت کرتا چلوں، مگر مدرسہ کا ناغہ بہت ہو چکا تھا اور وقت تنگ تھا۔ اس لیے بہت کچھ خواہش کے باوجود اس سعادت سے بہرہ ور نہ ہوسکا۔ اگر آپ تشریف لاتے تو بڑی سعادت حاصل ہوتی۔

آپ سے دعاؤں کی خصوصیت کے ساتھ درخواست ہے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۸؍جمادی الاخری ۱۴۰۸ھ

……

[۶]

مخدومی و مکرمی! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

عنایت نامہ پاکر بہت خوشی ہوئی۔ کسی ذریعہ سے معلوم ہوا تھا کہ محمد عاصم سلمہ دیوبند پہنچ گیا ہے۔ حق تعالیٰ دونوں کو علمِ نافع اور عملِ صالح کی توفیق ارزانی فرمائیں اور اپنی مرضیات پر

چلائیں۔

مجھے آپ کے تعلق سے اُن دونوں کے ساتھ خصوصیت ہے۔ دل سے چاہتا ہوں کہ صحیح علم سے دونوں آراستہ ہو جائیں۔ خطۂ بہار کو علماے صالحین کی سخت ضرورت ہے۔ مولوی بہت ہیں مگر نمونۂ خیر کی سخت کمی ہے۔ میری عین تمنا ہے کہ میرے تعلق والے دین اور علمِ دین کا ایسا نمونہ بنیں جنھیں دیکھ کر شریعت کا حسن نگاہوں میں آجائے اور بے اختیار خدا اور رسول کی محبت قلوب میں موجیں مارنے لگے۔ اپنے سب لوگوں کے لیے اسی کی دعا کرتا ہوں۔ کاش قبول ہوتی۔

حج کا فارم ضرور بھرا تھا اور بحری جہاز سے بعض توقعات کی بنا پر بھرا تھا، مگر خدا کو منظور نہ تھا۔ ان شاء اللہ اگلے سال ہوائی جہاز سے بھرا جائے گا۔ حق تعالی قبول فرمائیں۔

میرے لیے خصوصیت کے ساتھ خلوص وللّٰہیت کے ساتھ ساتھ صحت وعافیت کی دعا بھی فرمادیں۔ گذشتہ سال بارہ مہینے پیچش میں مبتلا رہا۔ اب ٹھیک ہوں مگر اس کے اثرات ابھی باقی ہیں۔ ضعف زیادہ ہے۔ اسباق کی محنت سے تھک جاتا ہوں۔ خاص دعا فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱/ذوالقعدہ ۱۴۰۸ھ

……………………………

[۷]

مخدومی ومکرمی! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

جناب والا کا گرامی نامہ بہت پہلے ملا تھا۔ ارادہ تھا کہ کسی قدر تفصیل سے لکھوں گا مگر مشیتِ الٰہی سے امسال سفر کی اتنی کثرت رہی کہ سوچا ہوا کوئی کام نہ ہوسکا۔ آپ کا خط ساتھ ساتھ لیے پھرا کہ جہاں کہیں موقع ہوگا لکھوں گا، مگر افسوس ایسا نہ ہوسکا۔ اب رمضان نے جب گھر لاکر بٹھا دیا ہے تو مختصر طور پر یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔

آپ کے مکتوب سے طبیعت بہت متاثر ہوئی۔ آپ نے جس خردنوازی کا برتاؤ کیا ہے

اور کرتے رہتے ہیں، یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔ حق تعالی آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ سلامت با کرامت رکھے۔ آپ کی عنایات میرے لیے سرمایۂ سعادت اور باعثِ برکت ہیں۔

مولانا صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہ اجتماع کے بعد سے سخت علیل ہیں۔ دل کا بہت ہی ہولناک دورہ پڑا ہے۔ اب بحمد للہ کسی قدر اچھے ہیں، تاہم بغیر دو آدمیوں کے سہارے کے نہ اٹھ سکتے ہیں، نہ چل سکتے ہیں۔ ان کی صحت و عافیت کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔ میرا جی آپ سے ملاقات کے لیے بہت بے قرار ہے۔ دیکھیے کب حق تعالی مقدر فرماتے ہیں۔

میں الحمد للہ آپ کی دعاؤں کی برکت سے اچھا ہوں۔ گھر پر کچھ طلبہ ہیں جو دیوبند جانے کی تیاری میں مشغول ہیں، انھیں کچھ پڑھا دیتا ہوں۔ بعد نماز تراویح تھوڑی سی تفسیر قرآن بیان کرتا ہوں وللہ الحمد۔ اور باقی اوقات کو کم ہمتی اور بے حوصلگی کے نتیجے میں کار آمد نہیں بنا پاتا۔ حق تعالی سے دعا فرمائیں کہ جو کچھ توفیق ہو جاتی ہے، اسے قبول فرمائیں اور مزید توفیق ارزانی فرمائیں۔ آپ کے لیے دل وجان سے دعا کرتا ہوں جیسی مجھ گنہگار کی دعا ہو۔

آپ کو اگر رمضان شریف کی قیمتی مشغولیات تحریرِ جواب سے مانع ہوں تو کچھ حرج نہیں رمضان کے بعد لکھیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
رمضان ۱۴۰۹ھ

……

[۸]

مخدوم محترم و مکرم! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

دو تین ہفتہ قبل آپ کو ایک خط میں نے لکھا تھا، توقع ہے کہ مل گیا ہوگا۔ دو روز پہلے جمعہ کے روز جہانا گنج گیا تھا۔ وہاں عزیزم آفتاب سلمہ کے یہاں آپ کا خط دیکھا اور اس میں سوانح کے مضمون کا ذکر تھا۔ اس سے میں نے سمجھا کہ میرا خط آپ کو نہیں ملا ہے۔ اس لیے پھر لکھ رہا ہوں۔

حضرت مولانا سراج احمد صاحب (امروہوی) کی سوانح لکھنا میرے لیے باعثِ صد سعادت ہے۔ اور آپ جیسے بزرگ کا حکم بھی ہو تو پھر کیا کہنا۔ لیکن اس کی صورت کیا ہو؟ یہاں کے احوال و مصروفیات کو دیکھتا ہوں تو اس کی گنجائش بالکل نہیں محسوس ہوتی۔ گھر پر رہوں تو زیادہ بے کار ہو کر رہ جاتا ہوں۔ صرف ایک صورت ہے کہ کم از کم ایک ماہ خود آپ کے یہاں آ کر سکون کے ساتھ یہ کام انجام دیدوں۔ سوچ رہا ہوں کہ یہی کر ڈالوں۔ آپ اس کے لیے حق تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ آسان ہو جائے۔

آج کچھ طبیعت خراب ہے۔ اشراق کے بعد سو گیا تھا، خواب میں دیکھا کہ جناب تشریف لائے ہیں اور دکھا رہے ہیں کہ خط مل گیا ہے۔ آپ کی آمد سے ابھی اچھی طرح خوش بھی نہیں ہو پایا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔

دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۰؍ ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ

……………………………………

[۹]

مخدوم مکرم و معظم! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمت نامہ ملا، بہت مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت نصیب فرمائیں اور آپ کے فیوض و برکات سے ہم لوگوں کو مستفید فرمائیں۔ واقعی بڑی آرزو ہے کہ آپ سے ملاقات ہوتی۔ عرصہ ہوا کہ آپ سے ملاقات کی کوئی صورت نہیں بن پڑی۔ گورینی میں تھا تو گو کہ اسفار بہت ہوتے رہے مگر بہار کی جانب کم سفر ہوا۔ اب شاید اس کی سبیل نکلے اور اللہ کرے اس کا افتتاح آپ ہی کی خدمت میں حاضری سے ہو۔ ششماہی امتحان کی تعطیل میں آفتاب سلمہ سے وعدہ ہوا ہے۔ اللہ کرے کوئی مانع پیش نہ آئے۔ آپ سے دعاؤں کا ملتجی ہوں۔

یہ مدرسہ [شیخ الاسلام شیخوپور] بالکل نیا ہے۔ میں اس حال میں یہاں آیا کہ ابھی ایک

سال قبل یہ پرائمری کی سطح سے اوپر اٹھ کر عربی اول کے چند طلبہ تک پہنچا تھا۔ میں نے اپنے ایک استاذ گرامی [مولانا محمد مسلم اعظمی صاحب بمہور] کے حکم کی تعمیل میں عربی سوم تک محدود رکھا۔ مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ چند روز قبل عربی پنجم کے طلبہ معقول تعداد میں آ گئے۔ ان کا بھی داخلہ لے لیا اور اب باوجود محدود وسائل کے عربی پنجم کا بھی نظم ہو گیا ہے۔ یہ اللہ کریم کی عنایت اور جناب والا اور دوسرے بزرگوں کی مخلصانہ دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ استقامت نصیب فرمائیں اور اخلاص کے ساتھ خدمت کی توفیق بخشیں۔ نیز تمام شرور وفتن سے محفوظ فرمائیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۷؍محرم ۱۴۱۱ھ

……

[۱۰]

مخدومی مکرم ومعظم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آپ سے رخصت ہو کر ہم لوگ بعافیت بھوارہ پہنچ گئے تھے۔ بھوارہ ایک دن قیام کا ارادہ تھا مگر ہوا یہ کہ ریزرویشن مخالف تحریک والوں نے ریل اور بس دونوں کی راہیں مسدود کر دیں۔ جس دن ہم آپ کے یہاں سے چلے، اسی دن پٹنہ کا راستہ بند ہو چکا تھا۔ بعد میں اس میں شدت بڑھتی چلی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم لوگوں کو دوشنبہ تک بھوراہ ہی میں رکنا پڑا۔ منگل کے روز صبح بھوارہ سے نکلے تو بارہ بجے کے بعد مظفر پور میں ویشالی سوپر فاسٹ ملی۔ اس سے بعافیت تمام دیوریا پہنچے۔ وہاں سے مئو اور پھر مئو سے اعظم گڑھ ڈیڑھ بجے رات میں پہنچے۔ یہاں اعظم گڑھ میں بھی قدرے ہنگامہ تھا۔ خیر ہم لوگ آپ کی دعا سے بہت عافیت کے ساتھ منزل پر پہنچ گئے، کوئی گزند نہیں ہوا۔

جناب والا نے جس لطف وعنایت محبت واکرام اور شفقت ورحمت کا معاملہ اس ناچیز کے ساتھ فرمایا، واقعہ یہ ہے کہ یہ آپ کی عالی ظرفی اور بزرگانہ شان کی بات ہے۔ ورنہ میرے جیسا

آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر جتنا کچھ اس سفر میں کام ہو گیا اس کو آپ کی کرامت تصور کرتا ہوں۔ ورنہ میں نے سفر بہت کیے ہیں مگر اتنا کارآمد سفر مجھے یاد نہیں ہے کہ کبھی کیا ہو۔ چند دنوں میں اتنے صفحات کی تحریر![۱] پھر ہر روز دو دو اور کبھی کبھی تین تین تقریریں کرنی اور پھر یہ کہ صحت بھی الحمدللہ اچھی رہی۔ اسے محض ایک اللہ والے کی برکت تصور کرتا ہوں۔ آپ سے قریب رہ کر محبت و عقیدت میں بحمدللہ بہت اضافہ ہوا۔ اللہ تعالی اسے میرے لیے وجہِ سعادت اور باعثِ نجات بنائے۔

آپ کے علاقہ سے طبیعت بہت متاثر ہوئی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہاں بزرگانِ دین کی...... اللہ تعالی آپ کی برکات سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفید فرمائے اور آپ کے فیوض کو عام و تام فرمائے اور صحت و سلامتی کے ساتھ تا دیر قائم رکھے۔

یہاں آیا تو خطوط کا ڈھیر تھا، آج انھیں کو نمٹاتا رہا۔ گھر سے اطلاع آئی ہے کہ والد صاحب مدظلہ کی طبیعت زیادہ علیل ہے۔ قلب مضطرب ہے، آج گھر جا رہا ہوں۔ والد صاحب کی صحت و عافیت کے لیے دعا فرمائیں۔

سوانح والا کام گھر سے آکر شروع کروں گا ان شاء اللہ۔ ڈاکٹر زاہد صاحب (امروہوی) اور مولانا قاری صدیق صاحب (باندوی) کو خط لکھوں گا۔ ڈاکٹر صاحب کو آپ لکھ دیں کہ ازراہِ کرم وہ میرے خط کے جواب کی باتیں تحریر فرمادیں۔

مکان کا قضیہ جو میں نے آپ سے ذکر کیا تھا، اس کے سلسلے میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی ہے مالی دشواریوں کی وجہ سے۔ حق تعالی سے دعا فرمادیں کہ وہ آسان فرمادیں۔

سوانح (حیاتِ سراج الامت) کی تمہید کے لیے ایک تحریر آپ کی بھی ضروری ہے۔ آپ اپنی آپ بیتی بھی قدرے تحریر فرمادیں تو بہت مناسب ہو۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ [۲] کے احوال بھی آپ ہی قلم بند کردیں۔ ممتاز بابو سے بھی کہہ دیں۔ لیکن میرا اندازہ ہے کہ جیسا آپ جانتے ہوں گے وہ نہ جانتے ہوں گے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۰/ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

....

۱) سراج الامت حضرت مولانا سراج احمد صاحب امروہوی خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی کی سوانح حیات کا بیشتر حصہ بہار کے اسی سفر میں مولانا اعظمی نے لکھا تھا۔ خط میں اسی کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب ’حیات سراج الامت‘ کے نام سے دو مرتبہ شایع ہو چکی ہے۔

۲) حضرت مولانا حکیم عبد المنان صاحب پوہدی بیلا ضلع دربھنگہ بہار، خلیفہ حضرت سراج الامت۔

○○○

[۱۱]

مخدومی و مکرمی! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

واپسی کے بعد میں نے جناب کی خدمت میں دو خط روانہ کیے: ایک تو یہاں بخیر و عافیت پہنچ جانے کا، دوسرا ایک خط اس لیے بھیجا کہ قاری محفوظ الرحمان کو آپ لکھ دیں کہ وہ وفات کے حالات تحریر کردیں۔...... سوانح حیات مکمل ہے صرف وفات کے حالات کا انتظار ہے۔ خلفا کے نام بھی خطوط لکھے ہیں۔ خدا کرے وہ حضرات کچھ تحریر فرمادیں تو سوانح حیات میں اضافہ ہو جائے۔ موجودہ حالات میں میری تحریر میں ۵۶/صفحے ہو گئے ہیں جو کتابی شکل میں کم از کم سوا سو صفحے ہوں گے۔

حضرت مولانا حکیم عبد المنان صاحب کے احوال ضرور تحریر فرمادیں، ان کا تذکرہ بہت ضروری ہے۔ آپ اپنا تعارفی مضمون بھی لکھ دیں، نیز اپنے حالات بھی۔ اس لیے کہ کتاب میں آپ دونوں بزرگوں کا تذکرہ بہت جگہ آیا ہے، قدرے تعارف ہو جانا ضروری ہے۔ ماسٹر مصطفیٰ صاحب بھی کچھ تحریر فرمادیتے تو مناسب تھا۔ انھیں آپ لکھ دیں، ابھی میں نہیں لکھ سکا ہوں۔

فی الوقت جواب میں حضرت مولانا حکیم عبد المنان صاحب کی تاریخ وفات لکھ کر بھیج دیں۔ دوسرا ایک کام اور ہو گیا ہے۔ یہ سفر میرے لیے مبارک ثابت ہوا ہے، اس کا طبیعت پر خاص اثر ہے۔ راستہ میں میں نے مولوی عبد الشکور صاحب سے اس کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر یہ سفر نامہ مرتب ہو جائے تو مفید ہوگا۔ انھوں نے بڑے زوروں میں تائید کی۔ چنانچہ سوانح کے کام سے فراغت کے بعد میں اس میں لپٹ گیا۔ مختصر لکھنے کا ارادہ تھا کہ کسی رسالہ میں شائع کرادوں گا، مگر

جب لکھنے بیٹھا تو ۳۴ر صفحے کا ہو گیا، میرے اُس صفحہ سے جس کو آپ نے سوانح کے سلسلے میں دیکھا تھا۔ بڑا مفصل اور شاید مفید۔ اب سوچتا ہوں کہ کسی رسالہ کو دوں گا تو اس کی دس بارہ قسطیں بنانی پڑیں گی۔ عزیزم مولوی ہاشم سلمہ کی رائے ہوئی کہ اگر اس میں بہار کی چند تقریریں بھی شامل کر دی جائیں تو ایک معقول کتاب تیار ہو جائے گی۔ مجھے تو یاد نہیں ہے مگر یہ بتا رہے ہیں کہ چند جگہوں کی تقریریں ٹیپ ہوئی ہیں۔ اگر کسی ذریعہ سے نقل ہو جاتیں تو شاید افادیت بڑھ جاتی۔ اگر یہ کام سہولت سے انجام پا جائے تو مناسب ہو۔ سفرنامہ کے مسودہ کی فوٹو کاپی کرانے کے لیے اعظم گڑھ دے آیا ہوں۔ ادھر بابری مسجد کے ہنگاموں کی وجہ سے راستے سب بند ہیں، اس لیے ابھی فوٹو کاپی دستیاب نہیں ہوئی ہے۔ مل جانے پر آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجوں گا۔ اگر تقریر والا کام ہو جائے تو اس کی اشاعت کا کتابی صورت میں بندوبست کیا جائے، ورنہ کسی رسالہ کو بھیج دوں گا۔ اس کا نام ''تحفۂ بہار''[۱] تجویز کیا ہے۔ آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیے گا۔

مکان کے سلسلے میں دعا کی درخواست ہے۔ ۳۰ر اکتوبر پر معاملہ معلق تھا، اب اس کا تقاضا پھر سے مسلط ہوگا۔ رقم کی فراہمی کا سامان بس اللہ کے سپرد ہے۔ آپ دعاؤں سے مدد فرمائیں۔

حج کا بھی فارم بھر دیا ہے۔ اس کی قبولیت کے لیے بھی بصمیمِ قلب دعا فرما دیں۔ بقیہ حالات بہتر ہیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۲ر ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

---

۱) یہ سفرنامہ ماہنامہ انوار العلوم جہانا گنج میں دو قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ مولانا اعظمی کے مجموعۂ مضامین ''علوم و نکات'' کی دوسری جلد میں اس کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

○○○

[۱۲]

مخدومی و مکرمی! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آپ کا نوازش نامہ مل گیا تھا۔ جواب میں تاخیر ہوئی۔ ڈاکٹر (زاہد) صاحب (امروہوی) کا اب تک کوئی خط نہیں آیا۔ مولانا قاری محمد صدیق صاحب (باندوی) کا خط آیا ہے، انھوں نے سوئیتھ بلایا ہے۔ دسمبر کے اخیر میں ان کے یہاں جانے کا ارادہ ہے۔ قاری محفوظ صاحب کا بھی خط نہیں آیا۔ امروہہ مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا منظور احمد صاحب کو بھی خط لکھا ہے۔ مسودہ کاتب کو دیدیا۔ کتابت میں دو چار ماہ تو لگ ہی جائیں گے۔ اندازہ یہ ہے کہ بارہ سے پندرہ ہزار کے درمیان میں مکمل خرچ آئے گا، جب کہ ملفوظات بھی ساتھ میں چھپیں۔ اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سفرنامہ مرتب ہوگیا ہے، ایک کاپی آپ کے ملاحظہ کے لیے ارسال ہے۔ ایک کاپی مولوی عبدالشکور صاحب کو دیدی ہے، وہ پڑھ کر (ہفتہ وار) نقیب (پھلواری شریف) کو بھیج دیں گے۔ ممکن ہے وہاں سے شائع ہو۔ ویسے اس کا کتابی شکل میں شائع ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

آج کل تعلیم زوروں پر چل رہی ہے، فرصت کم ملتی ہے۔ صحت وقوت کے لیے دعا فرمائیں۔ ملک کے حالات حاضرہ نے ایسی الجھن پیدا کردی ہے کہ مکان کی خریداری کا انتظام نہیں ہورہا ہے۔ دعا کی درخواست ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲؍ جمادی الاولی ۱۴۱۱ھ

……

[۱۳]

مخدوم مکرم! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

بہت عرصہ کے بعد گرامی نامہ موصول ہوا۔ امروہہ وغیرہ سے کوئی معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔ البتہ الہ آباد اتراؤں سے حضرت مولانا فاروق صاحب مدظلہ تلمیذ حضرت سراج الامت نے مفصل مقالہ لکھ کر بھیجا ہے، جو بہت مفید ہے، معلومات افزا اور موثر ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اسے

من وعن شامل کتاب کردیا جائے۔ سوانح اور ملفوظات دونوں الگ الگ کاتب کو دیے ہیں۔ ملفوظات کی کتابت ہوچکی ہے۔ اس کی تصحیح کے لیے مجھے بارہ بنکی جانا پڑے گا۔ آپ اسٹیٹ بینک کے نام ڈرافٹ بنواکر بھیج دیں تاکہ کتابت کی اجرت ادا کردی جائے۔

عزیزم ہاشم سلمہ کا نکاح اب ہو ہی جانا چاہیے۔ بہت مناسب رائے ہے۔ خدا کرے کوئی مناسب رشتہ مل جائے۔

سفرنامہ کی پسندیدگی کو میں اپنے لیے فال نیک سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ دوسرے سفر کا بھی سامان کریں۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۱؍رجب ۱۴۱۱ھ

……………………………………

[۱۴]

مخدوم مکرم! زیدت معالیکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آج میں طویل سفر کے بعد مدرسہ پہنچا۔ اصل میں تو کراچی جانے کا ارادہ تھا مگر ویزا نہ مل سکا۔ پھر ایک خاص تقریب سے حیدرآباد دکن جانا پڑا۔ اس میں وقت زیادہ صرف ہوگیا۔ یہاں آنے کے بعد آپ کا مکتوبِ گرامی موصول ہوا۔ آپ کی دعاؤں اور توجہاتِ عالیہ اور حسنِ انتظام کی برکت تھی جو کچھ ہوا۔ ورنہ میں تو اور بھی سفر کرتا رہتا ہوں مگر وہ بات نہیں ہوتی جو آپ کی بابرکت معیت وصحبت میں حاصل ہوتی ہے۔

مولانا سعد اللہ صاحب مدظلہ کی تشریف آوری اور بچے کے داخلہ نہ ہونے کو سن کر بہت رنج ہوا۔ بات یہ ہے کہ میں سفر سے پہلے جب داخلہ کے سلسلے میں ہدایات تحریر کررہا تھا، اس میں مولانا کے تعلق سے کوئی بات ذہن میں نہیں آئی، اس لیے کچھ نہ لکھ سکا۔ اور مدرسہ میں موجود حضرات مولانا کی اہمیت سے واقف نہ تھے، اس لیے یہ حادثہ ہوگیا۔ مجھے بہت شرمندگی ہے۔

حضرت مولانا سے معافی کا امیدوار ہوں۔ آپ میری جانب سے معذرت کر دیں۔ میں خود انھیں خط لکھ رہا ہوں۔

آتش زدگی کے حادثہ سے دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالی کارسازِ حقیقی ہے، غیب سے نصرت فرمائے۔ میں ان شاء اللہ ٦/ ذی الحجہ مطابق ٨/ جون بروز پیر یہاں سے روانہ ہوں گا اور ان شاء اللہ ٩/ جون کو دربھنگہ پہنچ جاؤں گا۔ خدا کرے کوئی مانع نہ پیش آئے۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ

……

[۱۵]

مخدومی و مکرمی! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آپ کا نامہ عزیزی مولوی ہاشم سلمہ کے نام ملا۔ ان کی خرابیِ صحت سے مجھے تشویش ہے۔ ایک حکیم صاحب کو دکھایا تھا، ابتداءً قدرے فایدہ ہوا مگر پھر وہی کیفیت ہوگئی۔ آپ کا خط ملنے کے بعد بلریا گنج میں ایک نباض وید کو دکھایا ہے۔ کل سے اس کی دوا چل رہی ہے، مگر عزیز موصوف کی طبیعت گھر جانے کی طرف راغب ہے، اس لیے چھٹی لے کر جارہے ہیں۔ مجھے ۲۱/ نومبر کو کلکتہ جانا ہے اور یہ سفر ذرا ممتد ہوگا۔ کیوں کہ اہلِ مدرسہ کا اصرار ہے کہ کلکتہ سے میں براہ راست بمبئی پہنچ جاؤں۔ اگر ایسا ہوا تو میرا خاصا وقت اس میں صرف ہو جائے گا۔ کلکتہ تو میں نجی طور پر جارہا ہوں لیکن بمبئی کا سفر مدرسہ کی مصلحت سے ہوگا۔ مدرسہ کے ناظم صاحب بھی جارہے ہیں۔ آج کل مدرسہ مالیات کی تنگی سے دوچار ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی کشایش فرمائے۔ بمبئی سے واپسی ان شاء اللہ ۱۱/ دسمبر کو ہوگی۔

مکان کی خریداری عجیب مرحلہ میں آگئی ہے۔ ۸۰/ ہزار میں مکان طے ہوا ہے۔ آدھی رقم کا وعدہ والد صاحب نے کیا اور انھوں نے وعدہ پورا کر دیا۔ یعنی ۴۰/ ہزار صاحبِ مکان کو دیے

جا چکے ہیں۔ اور باقی آدھے میرے ذمے، اور یہاں پھوٹی کوڑی نہیں۔ میں تو خریداری سے دستبردار ہو چکا تھا مگر میرے کچھ دوستوں نے بغیر میرے علم میں لائے اس کام کی ابتدا کر دی۔ اب میرا حال یہ ہے کہ بجز خدا کے سامنے گریہ وزاری کے کچھ نہیں کر سکتا اور اس کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ عجیب کشمکش ہے۔ اب اللہ والوں کو اپنا وسیلہ بناتا ہوں۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب قدس سرہ سے دعا کرائی تھی۔ وہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ ابھی چند روز پہلے حضرت مولانا صدیق احمد صاحب سرائے میر تشریف لائے تھے، ان سے درخواست کی۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں کہ برائے خدا اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرما دیں کہ کوئی نظم ہو جائے۔ اب اس مقام پر ہوں کہ اس معاملہ کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ کوئی انتظام ہو اور معاملہ پورا کر لیا جائے۔ قرض لینے کی ہمت نہیں کہ ادا کرنے کی بظاہر کوئی صورت نہیں۔ مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلاتے شرم آتی ہے اور غیرت بھی! صرف نصرتِ غیبی کا منتظر ہوں۔ لیکن یہ انتظار میری حیثیت و وقعت کے لحاظ سے سخت بے ادبی اور گستاخی ہے۔ کس برتے پر نصرتِ غیبی کا انتظار کروں؟ بس آپ ہی حضرات کو واسطہ بناتا ہوں کہ مقبولینِ خدا ہیں۔ آپ حضرات کی گزارش و سفارش ضرور سنی جائے گی۔ دعا فرما دیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۱۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹؍ نومبر ۱۹۹۱ء

……

[۱۶]

مخدوم مکرم و محترم! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

میں تین ہفتہ کے متواتر سفر کے بعد ۱۳؍ دسمبر کو مدرسہ پہنچا۔ اس سفر میں کلکتہ ناگ پور اور بمبئی جانا ہوا۔ واپسی پر آپ کا گرامی نامہ عزیز مولوی ہاشم سلمہ نے دیا۔ مکان کی خریداری کا معاملہ آپ کی دعا سے تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں میں ناقابلِ برداشت قرض کے تلے

دب گیا ہوں اور ابھی مزید قرض کی ضرورت ہے۔ حیران ہوں کہ اتنے لمبے قرض کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی صورت پیدا کریں۔ وما ذالك على الله بعزيز آپ اس کے لیے برابر دعا جاری رکھیں۔ اب ہندوستان میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب مدظلہ اور آپ کو اپنا ملجا سمجھتا ہوں۔ حق تعالیٰ کے حضور دعا فرمادیں کہ اس مخمصہ میں مدد فرمائیں۔ میری طبیعت اتنے بارِ گراں کی متحمل نہیں ہے۔ میں تو اس خرخشہ کو ہرگز نہ پالتا، گوکہ ضرورت شدید تھی۔ مگر رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مکان دے رکھا ہے۔ اپنا نہ سہی دوسرے کا سہی۔ میں اسی پر قناعت کیے تھا، لیکن میرے دوستوں نے میری اطلاع کے بغیر خریداری کے کام میں پیش رفت کردی اور میں بھی من جانب اللہ سمجھ کر خاموش رہا۔ مگر اب جو بارِ گراں دیکھتا ہوں تو طبیعت تھرا جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور یقین ہے کہ آپ حضرات کی دعاؤں کی برکت سے یہ مشکل حل ہوجائے گی۔

ہمارے یہاں امتحان ۱۱؍شعبان کو ختم ہوگا۔ میں ان شاء اللہ ۱۳؍شعبان مطابق ۱۱؍ فروری بروز منگل پوہدی کے لیے روانہ ہوں گا۔ منگل کو ایک ٹرین مئو سے براہ راست مظفر پور جاتی ہے۔ اس سے ریزرویشن کرانے کا ارادہ ہے۔ ان شاء اللہ ۱۹؍ کو دوپہر تک پوہدی پہنچ جاؤں گا۔ نکاح کی تاریخ ۱۶ یا ۱۷؍شعبان رکھ دیں تو مناسب ہوگا۔

کتاب (حیات سراج الامت) کے سلسلے میں حکیم رئیس احمد صاحب کی پیش کش سے بہت خوشی ہوئی، مگر ان سے دریافت کرلیں کہ ونڈائک پیپر پر کتابت ہوچکی ہے۔ کیا یہ کتابت آفسیٹ کی طباعت کے لیے کام دے جائے گی؟ پھر سے تو کتابت نہیں کرنی پڑے گی؟ میں آؤں گا تو ان شاء اللہ کتابت شدہ کاپیاں لیتا آؤں گا۔

میں الحمدللہ بخیر وعافیت ہوں۔ خدا کرے کہ آپ بھی بہمہ وجوہ خیریت وعافیت سے ہوں۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۵؍جمادی الاخری ۱۴۱۲ھ

……

[۱۷]

حضرۃ المخدوم المحترم! زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آپ کا عنایت نامہ مکتوبہ ۱۳؍ رجب کو ملا، اس سے پہلے والا بھی مل گیا۔ اس کا جواب لکھ چکا ہوں۔ اس میں مَیں نے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کی اطلاع دی ہے۔ مجھے شرمندگی ہے کہ میری وجہ سے آپ کو زحمت ہوگی۔ بات یہ ہے کہ فتح پور بارہ بنکی ہر سال شعبان میں دو ایک روز کے لیے جانا ہوتا ہے۔ اس سال اسی بنیاد پر ان لوگوں نے باقاعدہ جلسہ رکھ دیا ہے۔ بہت معذرت میں نے کی مگر ایک نہ سنی گئی۔ مجبوراً تھوڑی سی تاخیر ہورہی ہے۔ اب بجائے وقت موعود کے ۲۲؍ فروری کو بارہ بنکی سے چل کر ۲۳؍ کو ان شاء اللہ پوہدی پہنچوں گا۔

مکان کی بحمد للہ رجسٹری ہوگئی ہے۔ میں نے پہلے مکان کو اندر سے نہیں دیکھا تھا۔ اب دیکھا تو بہت پسند آیا۔ بہت عمدہ رہائش کے لائق ہے۔ کسی قدر کھپریل ہے باقی پختہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت ارزاں عنایت فرمایا ہے۔ آپ حضرات کی دعاؤں سے یقین ہے کہ جلد ہی قرض بھی ادا ہوجائے گا۔ آپ نے میرے لیے جس دردمندی اور جذبۂ خلوص کا اظہار فرمایا ہے، اس سے میرا دل نہایت ممنون ہے۔ آپ کی محبت وعنایت کا دل پر بے حد اثر ہے اور اس کو میں اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی برکت سے میرے اوپر کرم فرماویں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۱؍ رجب ۱۴۱۲ھ

……

[۱۸]

حضرۃ المخدوم المحترم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

حذمتِ اقدس میں حاضری کا پروگرام تو مکمل تھا مگر ۸؍ ذوقعدہ کو بہت سخت لُو لگ گئی اور

اس کے اثر سے بیماری کا ایسا امتداد ہوا کہ ابھی تک مکمل چھٹکارا نہیں ملا۔ اس میں ڈاکٹر سے بھی غلطی ہوگئی۔ دو ہفتہ قبل جب طبیعت زیادہ بھاری ہوئی تو ایک ڈاکٹر نے ہائی بلڈ پریشر تشخیص کیا اور اس کی دوا دیدی، مگر یہ تشخیص غلط تھی۔ ایک ہفتہ اس کی دوا ہوئی اور ضعف بڑھتا گیا۔ اتنا ضعف ہوا کہ میں تقریباً مردہ ہوگیا۔ تین دن تک وہ حالت رہی کہ نماز پڑھنی مشکل ہوگئی تھی۔ بارے ایک دوسرے ڈاکٹر نے اس غلطی کو محسوس کیا، دوا بند کرائی اور دوسری دوائیں دی۔ ایک ہفتہ سے اس ڈاکٹر کا علاج چل رہا ہے۔ اب بحمد للہ کافی اچھا ہوں۔ کمزوری ابھی باقی ہے، اس لیے سفر کی ہمت نہیں پا رہا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی کامل صحت عطا فرمائیں اور اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ارادہ تھا کہ خدمت میں حاضری ہو تو ''حیات سراج الامت'' کی کتابت شدہ کاپیاں ساتھ لیتا آؤں۔...... اس وقت میں مدرسہ میں ہوں اور عزیز مولوی ہاشم سلمہ کل جانے والے ہیں۔ کاتب کے یہاں سے منگوانے کی کوئی صورت نہیں ہے، ورنہ آپ کے پاس بھیج دیتا کہ ملاحظہ سے گزر جائے۔ بعد میں ان شاء اللہ ارسال کردوں گا۔ خلفا کا باب لکھنا باقی ہے۔ کتابت ہوچکنے کے بعد دیکھوں گا کہ کتنے صفحات کی گنجائش ہے؟ اس کے بقدر مضمون لکھ دوں گا، کسی صاحب نے مدد تو کی نہیں۔ آپ کے اوپر ایک مفصل مضمون لکھنے کا جی چاہتا تھا، مگر جب کسی کے لیے کچھ نہیں لکھا تو سوچتا ہوں کہ آپ کے متعلق بھی اس کتاب میں کچھ نہ لکھوں۔ کہیں کسی کو کوئی بدگمانی ہونے لگے، اس لیے مجبوراً قلم انداز کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ مستقلاً کچھ تاثرات لکھوں گا۔ آپ سے جو مجھے عقیدت و محبت ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالی اسے باقی رکھیں۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب قدس سرہ پر ایک مضمون لکھ رہا ہوں، امید ہے کہ آج مکمل ہوجائے گا۔ آپ کے ملاحظہ کے لیے اور دعائیں حاصل کرنے کے لیے اس کی فوٹو کاپی آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔ مولوی ہاشم سلمہ لے جارہے ہیں، موقع نکال کر ایک نظر ڈال لیں گے۔

کیا اچھا ہوتا کہ بقرعید بعد تھوڑی زحمت کرکے اِدھر تشریف لاتے۔ آپ نے اپنے خط میں جو عزیزم مولوی ہاشم سلمہ کے نام لکھا ہے، بسمل صاحب کا ذکر کیا ہے۔ ان سے میرا اسلام کہہ دیں گے اور دعا بھی کرادیں گے۔ آپ سے عاجزانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔ بالخصوص ادائیگیِ قرض

کے لیے۔ الحمدللہ زیادہ حصہ قرض کا ادا ہو چکا ہے، تھوڑا سا باقی ہے، اس کے لیے بھی دعا فرما دیں کہ حق تعالیٰ سبک دوشی عطا فرماویں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۶/ ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ

……

[۱۹]

مخدومی و معظمی! زیدت معالیکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

کافی عرصہ سے طبیعت پر تقاضا تھا کہ آپ کو خط لکھوں مگر فرصت نہ ملتی تھی، تا آنکہ آپ کا خط آ گیا۔ تاہم جواب میں پھر بھی تاخیر ہوگئی۔ بات یہ ہے کہ آج کل ہر ہفتہ مئو حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب محدث علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری ہوتی ہے۔ حضرت مولانا نے جس قدر کام کیا ہے، اس کا تعارف، اس کی ترتیب وتہذیب اور اس پر تحشیہ وتعلیق پیش نظر ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم لوگوں نے حضرت کی یادگار میں ایک مجلّہ بنام ''المآثر'' جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جو ہر تین ماہ پر شائع ہوا کرے گا۔ اس کا پہلا شمارہ ان شاء اللہ نصف ربیع الاول کے بعد آجائے گا۔ انھیں امور میں میری مصروفیت زیادہ ہے۔

'حیات سراج الامت' کے لیے دو بلاک بنوا لیے ہیں۔ ایک تو خلفا کی فہرست کا، جو آپ کے قلم سے ہے اور حضرت کی اس پر دستخط ہے۔ دوسرے اجازتِ بیعت کا جو آپ کے نام ہے۔ ان دونوں پر ۲۸۸/ روپے خرچ آئے ہیں۔ ایک بلاک مع ٹائٹل کے لیے بنوانے کا ارادہ ہے۔ اِس وقت مجھے اندازہ نہیں ہے کہ طباعت پر کتنا خرچ آئے گا؟ ویسے میرا خیال ہے کہ اب سے قریب قریب پندرہ ہزار خرچ آئے گا۔ میں تحقیق کر کے پھر لکھوں گا۔ اور اگر پانچ سو چھپوانا ہو تو دس ہزار میں کام ہو جائے گا۔

مولوی ہاشم سلمہ نے بتایا کہ پیشاب میں کیلشیم آ رہا ہے۔ اعظم گڑھ کے ایک ہومیو پیتھ ڈاکٹر کا علاج ہو رہا ہے، اس سے فایدہ ہے۔ خدا کرے بالکل صحت یاب ہو جائیں۔

میں الحمد للہ ٹھیک ہوں۔ کل مدھوبنی بھوارہ کے لیے یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔ جمعہ بھوارہ میں پڑھنا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے خدمت میں حاضری دے لوں۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۴؍صفر ۱۴۱۳ھ

---

[۲۰]

حضرۃ المخدوم المکرّم! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آج مولوی ہاشم سلمہ بخیر وعافیت پہنچے، آپ کا سلام پہنچایا۔ اس سے پہلے سعد اللہ سلمہ آپ کا گرامی نامہ لایا تھا۔ مجھے انتظار تھا کہ حضرت کی تاریخ وفات معلوم ہو جائے تا کہ ایک سطر کا اضافہ کر دوں، لیکن اتفاق سے آپ کے پاس بھی نہیں ہے۔ اس انتظار میں ہوں کہ آپ معلوم کر کے ارسال فرمائیں۔ امروہہ خط لکھتا ہوں تو وہاں سے جواب نہیں آتا۔ ازراہِ کرم تحقیق کر کے بندہ کو ممنون فرمائیں، ورنہ سوانح میں بڑی کمی رہ جائے گی۔ صرف اسی کی وجہ سے پریس میں نہیں بھیج رہا ہوں۔ ٹائٹل کا بلاک بنوانے کے لیے دیدیا ہے۔ پریس میں پہنچنے کے بعد جلد ہی چھپ جائے گی۔ اب کتاب بالکل مکمل ہے۔ کتابت اور تصحیح کا مرحلہ مکمل ہوگیا۔ صرف اسی ایک سطر کی کمی ہے۔

آج کل ایک اور تصنیفی مشغولیت ہے۔ حضرت مولانا جامی صاحب کے حالاتِ زندگی ان کے فرزند مولوی محی الدین سلمہ کی فرمائش پر ترتیب دے رہا ہوں۔ تقریباً پچاس صفحات لکھ چکا ہوں۔ ابھی شاید سو صفحات اور لکھنے ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کچھ کام کی چیزیں لکھوا دیں۔

خدا کرے پینشن وغیرہ کی الجھنیں دور ہوں۔ اس سے فارغ ہوں تو شیخو پور کا قصد کریں۔ حاجی عبد الاحد صاحب آج یہاں آئے ہیں۔ سلام عرض کرتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

نوٹ: جناب والا کے جو مکاتیب میرے پاس ہیں، انھیں میں نے ایک کاپی پر مرتب کرا لیا

ہے۔ عزیزی مولوی ہاشم سلمہ نے بڑی محنت کی اور سب کو یکجا کر دیا۔ بہت موثر اور بہت مفید مکاتیب ہیں۔ انھیں جب تسلسل کے ساتھ پڑھنا شروع کیا تو بار بار دل امنڈ امنڈ آتا تھا، خوب آنکھیں برسیں۔ واللہ آپ کو اپنے اس چھوٹے کے چھوٹے سے کس قدر محبت اور اس کے حال پر کس قدر شفقت ہے۔ میں تو کسی لایق نہیں ہوں لیکن پھر بھی مورد عنایت بنا ہوا ہوں، کس قدر اللہ کی رحمت ہے۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ آپ کے بیشتر خطوط پہلے کے میرے پاس محفوظ نہیں رہے۔ یہ میری بد قسمتی ہے۔ بہر حال جو ہیں وہی میری تسلی کے سامان ہیں۔

مولوی محمد ہاشم سلمہ سے معلوم ہوا کہ میری ٹیڑھی میڑھی لکیریں جو آپ کے پاس بھیجی گئی ہیں، ازراہِ کرم آپ نے انھیں محفوظ رکھا۔ جی چاہتا ہے کہ ان کی نقل بھی میرے پاس ہو جاتی تو شاید آپ کے مکاتیب کی نافعیت اور بڑھ جاتی۔ مولوی ہاشم سلمہ شش ماہی امتحان کی تعطیل میں جائیں گے تو ان سے یہ کام کرانے کا ارادہ ہے۔

میرے لیے خصوصی طور پر دعا فرمائیں۔ تین بچے میرے حفظ قرآن میں لگ گئے ہیں۔ ان میں ایک زیادہ کمزور ہے۔[۱] تینوں کے لیے، بالخصوص کمزور کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی اپنے پاک کلام کا حفظ سہل فرما دیں۔

جناب والا کے حق میں بندہ دعا گو ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱ر محرم ۱۴۱۴ھ

---

۱) مولانا اعظمی نے اپنے جن تین صاحبزادوں کے حفظِ قرآن کی ابتدا کے بارے میں لکھا ہے ان کے نام بالترتیب یہ ہیں: مولانا حافظ محمد عارف صاحب، حافظ محمد عادل صاحب اور مولانا حافظ محمد عابد صاحب۔

○○○

[۲۱]

مخدوم مکرم ومحترم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

جناب والا کا گرامی نامہ ملا تھا۔ آج کل مصروفیت کچھ اس نوع کی تھی کہ جواب لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ کتاب عرصہ ہوا چھپ گئی تھی، تجلید نہ ہو سکی تھی۔ اب شاید ہو گئی ہو۔ اور ممکن ہے کہ مولوی ہاشم سلمہ کے ہاتھوں کچھ نسخے مل بھی گئے ہوں۔ کتاب کے سو نسخے میں نے پیشگی فروخت کر کے ضرورت کے پیسے حاصل کر لیے۔ چوں کہ مجموعی طور پر اور پیشگی یہ نسخے لیے گئے ہیں، اس لیے ان کی قیمت تیس روپے رکھی ہے۔ یہ سارے نسخے تقسیم کرنے کے لیے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پچاس نسخے میں رکھ لوں اور اپنے احباب علما میں تقسیم کروں۔ اور پچاس نسخے آپ تقسیم کر دیں۔ یہ میرا خیال ہے مگر فیصلہ وہی جو آپ فرمائیں۔

خدا کرے آپ کی صحت اچھی ہو۔ میری درخواست ہے کہ آپ مولوی ہاشم سلمہ کے ساتھ کم از کم ایک ہفتہ کے لیے ادھر تشریف لائیں۔ ان شاء اللہ صحت پر اچھا اثر ہوگا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲/ جمادی الاخری ۱۴۱۴ھ

……………………

[۲۲]

مخدومی و محترمی! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

کل آپ کا تحریر کردہ انتر دیسی ملا۔ پڑھ کر میں سکتہ میں آ گیا۔ بہت دیر تک میرے اوپر تحیر کی سی کیفیت طاری رہی۔ میں تو بالکل کورا ہوں، نسبتِ باطنی کی ہوا بھی نہیں لگی ہے۔ گناہوں میں لت پت ہوں۔ ہر نظر معصیت، ہر قول خطا اور ہر قدم غلط ہے۔ اس جیسے نالایق کو آپ نے اجازتِ بیعت عطا فرما دی، سخت حیران ہوں۔ میرا جی چاہتا تھا کہ اس کی خبر کسی کو نہ کروں، مگر مجھے کچھ وسوسے ایسے آنے لگے جس میں مجھے اپنے خبثِ باطن کی بو محسوس ہوئی۔ اس لیے عزیز مولوی ہاشم سلمہ کو وہ خط دکھا دیا۔ مجھے اپنے نفس اور باطن کا ذرا بھی اعتبار نہیں ہے۔ اب بتا کر ڈر رہا ہوں کہ کہیں حماقت نہ کی ہو؟

میں تو آپ حضرات کی محبت، نظرِ عنایت اور توجہِ قلبی پا کر خوش ہو لیا کرتا تھا مگر اس کا کبھی وہم و گمان بھی نہ تھا کہ آں جناب اس ذلیل و خوار کو ایسا نوازیں گے۔ اب میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا کروں؟ بس جناب والا کا حسنِ ظن ہے، اللہ تعالی کی ستاری ہے، ورنہ جو میرے دل کا حال ہے اور وہ جس قدر گندہ ہے، میں جانتا ہوں اور اللہ جانتا ہے۔ مجھے حق تعالی سے حیا آتی ہے کہ اِس گندگی کے باوجود مُجازِ بیعت کہلاؤں۔ اگر جناب والا اپنی اجازت فسخ کر دیں تو عین مناسب ہوگا۔ اور اگر حضرت والا کے نزدیک مناسب یہی ہو تو اب مزید دعاؤں سے سہارا دیں کہ اہلیت تو پیدا ہونے سے رہی، نالائقی ہی کچھ کم ہو جائے اور اللہ تعالی میری گندگیوں سے صرفِ نظر فرمالیں۔

کتاب کی پسندیدگی سے بہت خوشی ہوئی۔ میں اب تک ۵۶/ کتابیں تقسیم کر چکا ہوں۔ پچاس نسخے آپ کے لیے محفوظ ہیں۔ بعد والی پچاس کتابیں بھی میری ہی تحویل میں ہیں۔ مجھے فروخت کرنا بالکل نہیں آتا۔ میرے احباب میری اس کمزوری سے واقف ہیں۔ وہ کتابیں ہدیتاً اٹھا لے جاتے ہیں۔

کتاب بحمد للہ بہت پسند کی گئی۔ میں ایک ہفتہ قبل باندہ گیا تھا۔ حضرت مولانا (باندوی) کے یہاں کتاب پہلے ہی بھیج چکا تھا۔ علی الصباح بعد نمازِ تہجد ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسی کا مطالعہ کر رہے تھے۔ بہت خوش تھے۔ وہاں حضرت مولانا یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم تشریف لائے تھے۔ اُن کی خدمت میں بھی کتاب پیش کی۔ وہ حضرت اقدس علیہ الرحمہ سے واقف تھے۔ کتاب پڑھ کر اور کچھ میری زبانی سن کر فرمانے لگے کہ 'تم نے تو مجھے ان کا بے حد معتقد بنا دیا' کتاب بہت پسند کی۔ کل مفتی نظام الدین صاحب کا خط آیا، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''تالیفِ جدید 'حیات سراج الامت' ہاتھ میں ہے۔ طرزِ بیان اتنا لطیف اور دل پذیر ہے کہ سلسلۂ مطالعہ ختم کرنے کو جی ہی نہیں چاہتا۔ اللہ تعالی آں جناب کی مساعی کو قبول فرمائیں۔ ماشاء اللہ، اللہ تبارک وتعالی نے آں جناب کو سوانح نگاری میں بھی عجیب ملکہ عطا فرمایا ہے۔'' **اللھم زد فزد**

یہ محض آپ کی برکت ہے کہ اللہ تعالی قبولیت عطا فرما رہے ہیں۔ مزید دعاؤں کا مستدعی ہوں اور آپ کی تشریف آوری کا منتظر۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۸؍ رجب ۱۴۱۴ھ

……………………………………

[۲۳]

مخدومی و معظمی حضرت ماسٹر صاحب! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

پرسوں دُمکا سے واپسی ہوئی۔ کل عزیز حافظ وجیہہ الدین سلمہ آئے اور آپ کا مکتوب گرامی دیا۔ پڑھ کر میں نہایت شرمندہ ہوا۔ عزیز موصوف کا داخلہ میں نے کرلیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اچھی طرح رہنے اور پڑھنے کی توفیق دیں۔

رمضان میں جناب والا کا خط ملا تھا، مگر شعبان ہی سے قلم ہاتھ سے اس طرح چھوٹ گیا تھا کہ چند سطریں لکھنی مشکل تھی۔ ہر چند ارادہ کرتا رہا، دل میں شرمندہ ہوتا رہا، مگر توفیق نہیں ہوئی۔ اس وقت آج پہلی مرتبہ کچھ لکھنے کے لیے بیٹھا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ طبیعت کی لغویت کو دور فرمائیں۔

دُمکا گیا تھا، وہاں پانچ روز قیام رہا۔ جس طرز پر آپ کے یہاں آپ کی نگرانی میں کام ہوتا ہے، اسی طریقہ پر کوشش کی کہ وہاں بھی ہو۔ الحمد للہ بہت کچھ دینی نفع محسوس ہوا مجھے بھی اور دوسروں کو بھی۔ حاجی عبد الاحد صاحب بھی ساتھ میں تھے۔ وہ پورے سفر آپ کو یاد کرتے رہے۔

آپ کا یہاں انتظار ہے۔ کاش آپ تشریف لاتے۔ حضرت قاری صاحب سے وقت لینے کے لیے ایک بار آپ خود تکلیف فرمائیں، معاملہ آسان ہوجائے گا۔ ان کی عدیم الفرصتی اور لوگوں کا ان پر ہجوم دیکھ کر ہمت نہیں ہوتی کہ ان سے اس مسئلہ پر خود بات کروں۔ خط وکتابت سے یہ مرحلہ تو طے ہونا دشوار نظر آتا ہے۔ آپ تشریف لاتے تو بہتر ہوتا۔ ادھر آپ کی مشغولیت ہے ورنہ میں عرض کرتا کہ آپ ۲۲؍ اپریل بروز جمعہ کو الہ آباد مولانا عمار صاحب کے مدرسہ افضل المعارف میں تشریف لے آئیں۔ میں اس روز وہیں ان شاء اللہ ہوں گا۔ وہاں سے مجھے ہتھورا جانا ہے، ساتھ چلیں گے۔ آپ کی وجہ سے سفر کی برکات بھی حاصل ہوں گی اور ان شاء اللہ کام بھی

ہو جائے گا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳۰؍شوال ۱۴۱۴ھ

……………………………………

[۲۴]

محترم ومکرم حضرت مخدومی و معظمی! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

جناب والا کا مکرمت نامہ عزیز ہاشم سلمہ کے ہاتھوں ملا۔ آپ سے ملاقات کی آرزو بہت ہے۔ بقرعید کے بعد تعطیل میں کچھ اپنی تالیفی مشغولیت کی وجہ سے کہیں نہ نکل سکا۔ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمہ نے اپنی حیات کے آخری دنوں میں دار العلوم دیوبند میں اپنے قیام کی سرگزشت تفصیل سے لکھی تھی جو'دار العلوم' دیوبند رسالہ میں ۲۵، ۲۶؍ قسطوں میں چھپی تھی۔ اسے یکجا کتابی شکل میں اکٹھا کر رہا ہوں، اسی کی مصروفیت تھی۔ ابھی چند صفحات کا کام باقی رہ گیا ہے۔ تدریس، قریب کے پاس کے اسفار اور المآثر کی مشغولیات میں سے کچھ مہلت ملتی ہے تو یہ کام کرتا ہوں۔ بہت اچھی چیز ہے۔ ان مصروفیات کی وجہ سے کہیں دور کا پروگرام نہ بن سکا۔ بہت سا وقت ضایع بھی ہوتا ہے۔ دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ برکت عطا فرمائیں۔

حاجی عبد الاحد صاحب یہاں موجود ہیں، آپ کو سلام کہتے ہیں۔ انھیں بھی آپ کی زیارت کا بہت اشتیاق ہے۔ اب ان کی آنکھوں کی معذوری بہت بڑھ گئی ہے۔ آپ ادھر کا چند روز کا پروگرام بناتے تو بہت احسان ہوتا۔

میں الحمد للہ خیر وعافیت سے ہوں۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳؍محرم ۱۴۱۵ھ

……………………………………

[۲۵]

مخدومی و معظمی حضرت اقدس! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

حضرت والا کا گرامی نامہ ملا۔ اس سے پہلے والا خط اور معائنہ ملا تھا۔ اس کے بعد میں نے ایک مفصل خط لکھا تھا، شاید ملا نہیں۔ حضرت اقدس کے سفر کے اثرات ادھر بہت اچھے رہے۔ آپ کی زبان مبارک سے ماموں کے متعلق کینسر کی نفی کے متعلق بات صادر ہوئی اور وہ ماشاء اللہ دوسرے ہی دن سے اچھے ہونے لگے۔ نلکی جو سال بھر سے لگی ہوئی تھی دوسرے ہی روز نکل گئی۔ اور اب وہ خوب چلتے پھرتے نماز پڑھنے مسجد میں جاتے ہیں، کوئی تکلیف نہیں ہے۔ دوا البتہ جاری ہے۔

اطہر سلمہ آئے تھے۔ آپ کی آمد کے متعلق بتا رہے تھے۔ میری طبیعت میں بھی آپ کی طرف آنے کا تقاضا ہے۔ مولوی حبیب اللہ صاحب (بھوارہ مدھوبنی) کا بھی تقاضہ آیا ہے۔ انھیں میں نے ۱۵/رجب کے بعد کی تاریخیں دیدی ہیں۔ اگرچہ اس وقت سردی بہت ہوگی مگر اس کے بعد پھر شوال میں ہو سکے گا۔ اگر حضرت کو منظور ہو تو اسی وقت سنگرام اور پوہدی کو بھی پروگرام میں شامل کر دیا جائے۔

آج کل ہمارے مدرسہ میں بھی مالی اعتبار سے خطرے کی گھنٹی بجنے والی ہے۔ حافظ عبدالقادر سلمہ جد و جہد کر رہے ہیں۔ دونوں مدرسہ کے لیے دعا فرمائیں۔ اس نالایق کی دعا ہی کیا ہے، تاہم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرمائیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۹/ربیع الآخر ۱۴۱۵ھ

……

[۲۶]

مخدوم مکرم ومحترم! دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

جناب والا کا مکرمت نامہ موصول ہوا۔ جلسہ کے موقع پر میں منتظر تھا۔ ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب آئے تھے، انھوں نے فی الجملہ توقع دلائی تھی۔ ماسٹر اطہر حسین اور ڈاکٹر عبدالحنان صاحب بھی آئے تھے۔ بحمد للہ آپ کی دعاؤں کے طفیل جلسہ میں علما و صلحا کا خاصہ مجمع ہوگیا تھا۔ دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ اسے قبول فرمائیں اور باعثِ خیرات و برکات بنائیں۔

پوہدی میں جلسہ دستار بندی کی اطلاع ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب سے مل گئی تھی۔ اچانک پروگرام ہوا، ورنہ میں اپنی سعادت سمجھ کر شریک ہوتا۔ یہاں جلسہ میں قاری شبیر احمد صاحب اور مولانا صفی الرحمان صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ ان کے یہاں ۱۴؍رجب کو بچوں کا جلسہ ہونے والا ہے۔ اس میں شرکت کا مجھے حکم دیا ہے۔ میں نے وعدہ بھی کرلیا ہے۔ ان شاء اللہ ۱۲؍رجب کو ان کے یہاں پہنچ جاؤں گا۔

مولوی محمد ہاشم سلمہ کا بھی آج خط آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ بورڈ کے مدرسہ میں لگ گئے۔ اس خبر سے دلی رنج ہوا۔ خدا کرے خیر ہو۔ وطن جانا صحتِ ظاہری کے لیے ہوا تھا مگر یہ تو صحتِ باطنی کے لیے مضر ہوگیا۔ ویسے امید ہے کہ جناب والا کی توجہ سے وہ بورڈ کی مضرات سے محفوظ رہیں گے۔ میں نے تو عارضی طور پر انھیں بھیجا تھا کہ صحت کے بعد پھر آجائیں گے۔ ان کی استعداد اب سنبھل رہی تھی۔

امید ہے کہ اب آپ صحت مند ہوں گے۔ حق تعالیٰ جناب والا کو صحت و عافیت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے۔ مدرسہ اس وقت سخت مالی بحران سے دوچار ہے، اس سے نجات پانے کی دعا کریں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸؍جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ

□□□

حضرت مولانا محفوظ الرحمان صاحب

[۱]

مخدوم معظم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے رخصت ہوکر، آپ کی بابرکت اور سراپا حلاوت صحبت کا مزہ دل میں محسوس کرتا ہوا مع اپنے رفقا کے بیٹھان پہنچا، وہاں رکشہ فوراً مل گیا۔ الحمد للہ بخیر وخوبی حسن پور پہنچے۔ وہاں فوراً ہی ٹرین ملی، ٹرین سے سمستی پور پہنچے۔ دوسری گاڑی پون بجے دربھنگہ جانے والی تھی، کافی وقت تھا، اس لیے شہر میں ایک مدرسہ ہے شمس العلوم، وہاں پہنچے۔ مدرسین بڑے اخلاق سے پیش آئے۔ آپ کا عطا فرمودہ زادِ راہ کام آیا، کھانا کھایا گیا۔ گھنٹہ بھر آرام کرکے اپنی نماز ظہر کی الگ جماعت کی اور ٹرین سے تین بجے دربھنگہ پہنچے۔ وہاں سے مدھوبنی کی بس ملی۔ پانچ بجے الحمد للہ بعافیت مدھوبنی پہنچ گئے۔ عشا کے بعد جلسہ ہوا، جس میں بندہ نے تھوڑی دیر کچھ باتیں بیان کیں۔ دوسرے دن جانکی ایکسپریس سے دربھنگہ ساڑھے نو بجے شب کو مظہر صاحب کے یہاں پہنچے۔ مدرسہ امدادیہ میں جاکر عشا کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد مظہر صاحب کے یہاں کھانا کھایا گیا، پھر سونے کے لیے مدرسہ امدادیہ آئے۔ مچھروں کی یورش کی وجہ سے نیند تو کم آئی مگر الحمد للہ آرام رہا۔ فجر کی نماز پڑھ کر قدرے تلاوت کے بعد نیند آگئی، پھر ناشتہ مظہر صاحب ہی کے یہاں ہوا۔ نو بجے وہاں سے روانہ ہوئے۔ مظفر پور پہنچ کر وہاں سے بذریعہ جیپ حاجی پور آئے۔ حاجی پور ساڑھے چار بجے کے قریب غازی پور کی ٹرین ملی۔ ساڑھے دس بجے ہم لوگ غازی پور پہنچ گئے۔ دوسرے دن وہاں قیام رہا، رات میں دو بجے الہ آباد کی ٹرین تھی جو ساڑھے تین بجے ملی۔ کل بروز شنبہ بتاریخ ۳؍ شعبان اسی سے ساڑھے گیارہ بجے اللہ کے فضل وکرم سے الہ آباد آگیا۔ سارے سفر میں ٹرینوں اور بسوں میں بھیڑ بھاڑ تو بہت رہی، مگر آپ کی دعا وتوجہ کا اثر اور اللہ کا فضل ولطف تھا کہ ہر

جگہ آرام سے بیٹھنے کی جگہ مل جایا کرتی تھی۔

مخدومی و مکرمی! یہ تو سفر کی روداد تھی جو میں نے اپنی طبیعت کے خلاف اتنی تفصیل سے لکھ دی، تاکہ آپ کو پورا اطمینان حاصل رہے۔ لیکن حاصلِ سفر وہی چند لمحات تھے جو آپ کی صحبت میں بسر ہوئے۔ میں تو اندھا ہوں اور بے حس بھی، کسی طرح کا ادراک و احساس قطعاً کچھ نہیں ہوا لیکن مجھے امید ہے کہ نیکوں کی صحبت رنگ ضرور لائے گی۔ میرے ساتھ تو 'سنگ بے نمک لیسیدن' والا مضمون ہے۔ اکثر مجھے اپنی حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ ہائے! عمر کا کچھ حاصل نہیں، جس قدر عمر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، گناہ بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ کمیت میں بھی اور کیفیت میں بھی۔ آپ جیسے حضرات کی صحبت میں رہ کر یہ احساس اور بڑھ جاتا ہے کہ نیکوں کی پرواز کتنی اونچی ہے۔ میں غریب اندھا، لنگڑا، اپاہج، بے ہمت، کام چور دن بدن خراب و بدحال ہی ہوتا جا رہا ہوں۔ پرواز ہے مگر معکوس و منکوس۔ معلوم نہیں میرے بارے میں خدا کو کیا منظور ہے، اگر میری رسوائی و عذاب ہی منظور ہے......خدا کرے ایسا نہ ہو......تو میرا بند بند کانپ جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے اپنے اوپر سب سے زیادہ اندیشہ مردودیت و مطرودیت ہی کا ہے۔ کیوں کہ میری معصیتیں حد سے فزوں تر ہیں، اور گستاخی و بے ادبی مزید۔ لیکن پھر غور کرتا ہوں تو خدا کی شان رحمت و عنایت ہاتھ پکڑتی ہے کہ بندے مایوس نہ ہو۔ اب اللہ والوں سے بجز اس کے کیا عرض کروں کہ وہ خدا کے حضور اس بندہ کے متعلق یہی درخواست پیش کریں کہ مردودیت سے بچایا جاؤں۔ آپ حضرات کی محبت دیکھتا ہوں تو ڈھارس ہوتی ہے کہ دنیا میں آپ نے محبت کی نظروں سے دیکھا ہے تو امید ہے کہ آخرت میں بھی آنکھیں نہ پھیریں گے۔ اے کاش! میں کوئی جانور ہوتا جسے جنونِ محبت کی گراں باریوں سے نجات ہوتی۔ ہائے ہائے! دل بیٹھا جاتا ہے، طبیعت گھبرانے لگتی ہے۔ آپ میرے لیے صدقِ دل سے دعا تو کرتے ہی ہیں مگر مکرر درخواست کرتا ہوں کہ للہ اور توجہ کیجیے، اس غریقِ بحرِ ظلمات کو ہاتھ پکڑ کر نکال لیے۔ حضرات نقشبندیہ تو غائبانہ توجہ کے ذریعے بھی سالک کو چلاتے رہتے ہیں۔ اللہ آپ کو خوش و خرم بنائے رکھے۔ توجہ فرمائیے، دعا دیجیے۔

۱۶ر شعبان کو تعطیل ہو جائے گی۔ ۱۷ر شعبان کو ان شاء اللہ میں غازی پور منتقل ہو جاؤں گا۔ آپ خط وہیں کے پتے پر ارسال فرمائیں۔

والسلام
مدرسہ دینیہ غازی پور
۴؍شعبان ۱۴۰۱ھ

……………………

[۲]

مخدوم مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

خط لکھنے کے بعد ایک عرصہ تک جواب کا انتظار کرتا رہا۔ مجھے حیرت تھی کہ اتنی تاخیر کیوں ہورہی ہے؟ اس کا عقدہ اب کھلا کہ آپ کو خط ہی تاخیر سے ملا۔ پھر جواب آپ نے ۷؍رمضان کو لکھا ہے اور مجھے ۲۴؍ کو مل رہا ہے۔ اب کوئی کیا کرے؟

میں الحمد للہ ۱۹؍شعبان کو بعافیت غازی پور پہنچ گیا اور یہاں آکر اپنی علاحدگی کی اطلاع (وصیۃ العلوم) الٰہ آباد اور بمبئی (حضرت قاری مبین صاحب کو) بھیج دی۔ الحمد للہ یہاں اطمینان ہے۔ مدرسہ ایک نئی عمارت میں منتقل ہورہا ہے۔ اس کی تعمیر کا کام بڑی تیزی سے ہورہا ہے۔ بچے میرے اسی عمارتِ جدید ہی میں ہیں۔ یہیں تراویح سنارہا ہوں۔ پرسوں ۲۶؍رمضان کو ختم قرآن ہے۔ ۲۷؍ کو بچوں کو لواکر وطن یعنی اعظم گڑھ جاؤں گا اور پھر دوسرے دن لوٹ آؤں گا۔ عید یہیں ہوگی ان شاء اللہ۔ آپ ۱۵؍شوال تک مدرسہ آجائیں اور ایسا تشریف لائیں کہ کم ازکم تین چار روز کا وقت آپ کو رہے۔ میں منتظر ہوں۔

ہاں ایک کرم کیجیے کہ جوابی خط نہ لکھا کریں، مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ جواب تو ان شاء اللہ میں خود دوں گا۔

باقی سب خیریت ہے۔ دعاؤں کا طلب گار ہوں۔ میاں اختر ورضوان سلمہا کو بہت بہت دعا و پیار۔ والدہ صاحبہ مدظلہا سے سلام عرض کردیجیے گا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۴؍رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ
مدرسہ دینیہ غازی پور

……………………

[۳]

محترمی ومکرمی! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

کل آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ کی عنایتوں اور شفقتوں سے شرمندہ ہوں۔ کہاں ایک بندۂ ناکارہ وخطا کار اور کہاں ابرار واخیار! اور قصور پر قصور یہ کہ اُدھر سے دم بدم عنایتیں اور اِدھر سے بس ایک سکوت ناروا! سخت شرمندہ ہوں، معذرت خواہ ہوں، معافی چاہتا ہوں۔ اللہ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آپ حضرات کو دیکھتا ہوں تو سخت محجوب ہوتا ہوں۔ میری بے توفیقی نے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔

بچوں کے حق میں دعا گو ہوں۔ کاش دعاؤں کو شرفِ قبولیت نصیب ہوتا۔ میاں اختر سلمہ ٹھیک ہیں۔ تعلیم شروع ہوگئی ہے۔

مدرسہ نئی جگہ منتقل ہوا ہے، مختلف خیالات کے لوگ ہیں۔ ابھی لوگ شکوک وشبہات کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض...... کچھ مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ کئی روز دشواریوں کا سامنا کرنا...... دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ تمام شرور وفتن سے محفوظ و مامون رکھے۔

...... کہ کثرتِ مشغولیت میں بالکل گم ہوکر رہ گیا ہوں۔ ......ضعفِ دماغ کی شکایت بھی ہونے لگی ہے۔ حافظہ بہت کمزور ہوگیا ہے۔ خاص طور سے دعاؤں کا ملتجی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات پر رہنے اور چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

……

[۴]

محترم ومکرم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

کل آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی محبت میرے لیے باعثِ سعادت ہے۔ دو ہفتہ قبل

میں دیوبند گیا تھا، وہاں تمام طلبہ سے ملاقات ہوئی۔ عزیز گرامی اختر سلمہ بخیریت ہیں۔ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے ہیں۔ میں نے انھیں وہاں کے ماحول کے لحاظ سے ضروری ہدایات دیدی ہیں۔ اب تو وہ میری نظروں سے بھی اوجھل ہیں۔ دعا ان کے لیے کر رہا ہوں۔ ان شاء اللہ خطوط بھی لکھتا رہوں گا۔

میاں رضوان سلمہ بھی بخیریت ہیں۔ کسی دن ڈراؤنا خواب دیکھ لیے تھے۔ بندہ نے سمجھا دیا ہے۔ آپ نے تعویذ بھیج دی ہے، ان شاء اللہ اب کوئی بات نہ ہوگی۔ میں مدرسہ ابھی پرسوں پہنچا ہوں۔ وہ مجھے قرآن سنانے کے لیے کہہ رہا تھا، ابھی موقع میرے پاس نہیں ہے۔ بقرعید بعد ذرا کام قابو میں ہوگا تو ان شاء اللہ وقت دوں گا۔

مظہر صاحب نے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے، اس پر ضرور توجہ فرمائیں۔ آپ صاحبِ کشف ہیں۔ کاش کسی ذریعہ سے مجھے یہی معلوم ہو جاتا کہ نسبت مع اللہ حاصل کرنے کے لیے کس آستانہ پر مجھے جانا چاہیے۔ طبیعت گو اندر سے پرسکون ہے مگر ایک تشنگی اور پیاس معلوم ہوتی ہے۔ اب کے بہار کا سفر ہوگا تو گڑھول شریف جانے کی نیت ہے اور منورواشریف بھی۔ آپ حضرات سے مل کر ایمان میں تازگی آجاتی ہے۔ مخلصین کی تعداد اب کم ہوتی جارہی ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ میرے حق میں دعاے خیر فرمائیں۔ باطن کی گندگی کو حق تعالیٰ چھپائے ہوئے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ظاہر ہو جائے تو کہیں کا نہ رہوں۔ یونہی بعد مرنے کے بھی اس کا نمود نہ ہو تو خیریت ہے۔ بہت زیادہ محتاجِ دعا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۵/ ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ

……

[۵]

مخدوم محترم! زیدت معالیکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاج گرامی!

نوازش نامہ کے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوئی، معافی کا خواستگار ہوں۔ میاں اختر

سلمہ کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ رضوان سلمہ بخیر ہیں۔ قاری شبیر احمد صاحب کئی ماہ سے علیل چل رہے ہیں، ان کی صحت کے لیے دعا فرمائیں۔

مجھ سے رضوان سلمہ نے قرآن سننے کے لیے کہا تھا مگر کوئی وقت خالی نہیں تھا، اس لیے چاہنے کے باوجود بالکل مجبور تھا۔ آپ کا خط ملنے کے بعد تہیہ کیا تھا کہ تھوڑا سا وقت نکال کر آپ کے حکم کی تعمیل ضرور کروں گا۔ مگر مدرسہ میں ایک نئی بات یہ پیش آئی کہ درجۂ علیا کے ایک استاذ مولانا عبدالرب صاحب (جہانا گنجی) چار ماہ کے لیے سعودی عرب جارہے ہیں۔ اب ان کے اسباق بھی میرے سر پڑ گئے ہیں۔ مجبوراً اپنے بعض معمولات حذف کرکے ان کی کتابوں کے لیے وقت دینا پڑا۔ اب بالکل مجبوری آگئی ہے، اور اسی وجہ سے سفر بھی جس کا قصد پہلے سے تھا، منسوخ ہوگیا۔ اب نہ دربھنگہ آسکوں گا اور نہ کہیں اور جاسکوں گا۔ خاص طور سے دعا کی درخواست ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۹؍ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

……

[۶]

مخدوم مکرم! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

کل ہی آپ کو یاد کر رہا تھا کہ بہت روز سے آپ کا کوئی گرامی نامہ نہیں آیا۔ آج الحمدللہ کہ دستیاب ہوا۔ عزیزم رضوان سلمہ کی آنکھ میں پانی آتا تھا، علاج کیا، اب الحمدللہ ٹھیک ہے۔ معمولی سی تکلیف ابھی باقی ہے، ان شاء اللہ وہ بھی جاتی رہے گی۔

اختر سلمہ کے خطوط میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ علمی لیاقت بہت عمدہ ہوتی چلی جارہی ہے۔ لیکن آپ نے جو کچھ تحریر کیا ہے، اس سے تشویش ہوئی۔ فوراً اس کو آپ کی ہدایت کے مطابق ایک خط لکھ دیا ہے۔ بچہ ہے ناتجربہ کار ہے۔ آپ دعا وتوجہ رکھیں، ان شاء اللہ، اللہ کی ذات سے توقع ہے کہ وہ کامیاب ہوگا۔

میں نے اچھی طرح سمجھا کر لکھ دیا ہے۔ خدا کرے وہ آپ کی منشا کے مطابق صاحبِ علم

دین دار، صاحبِ زہد وتقویٰ اور ذاکر وشاغل ہو۔

میرے لیے آپ دعا تو فرماتے ہی ہوں گے، مزید درخواست پیش خدمت ہے۔ ملاقات ہوئے بہت عرصہ ہوگیا، آپ ہی کھینچئے، تاکہ ملاقات ہو۔ میرا تو پروگرام بن بن کر فیل ہوجاتا ہے۔ آج کل تو کوئی پروگرام بھی نہیں ہے۔ آپ کے وجود سے بڑی ڈھارس ہے۔ طبیعت کو قوت رہتی ہے۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۵؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ

……

[۷]

مخدوم محترم! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

محمد اکرم سلمہ نے ابھی آپ کا گرامی نامہ دکھایا۔ آپ کی یاد آوری کو اپنی خوش بختی اور سعادت تصور کرتا ہوں۔ عزیزم مولوی اختر امام عادل سلمہ کو ہرگز بھولا نہیں ہوں۔ بھلا ایسے عزیز دوست کو کون بھلا سکتا ہے۔ مگر عزیز موصوف سے کچھ نادانی ہوگئی۔ ان کے ہر خط کا میں نے جواب بھی دیا ہے۔ شاید میرا آخری خط انہیں نہیں ملا، یا ان کا کوئی ایک خط مجھے نہیں ملا، اسی میں مراسلت کا انقطاع ہوگیا۔ ان کے بعض کاموں کی وجہ سے مجھے کبیدگی ہوگئی تھی، میں نے اس پر تنبیہ بھی کی۔ کل پرسوں ان کا خط آیا جس میں انھوں نے تواضع اور خاکساری کا حق ادا کردیا ہے۔ طبیعت بہت متأثر ہوئی۔ اب بحمد اللہ کسی طرح کا تکدر باقی نہیں رہا۔

یہ پورا واقعہ میں نے اس لیے لکھ دیا تاکہ آپ کو کسی طرح کا خلجان نہ رہے۔ امید ہے کہ میری طرف سے جس تساہل اور فراموشی کا آپ کو احساس ہوا، اس سے درگذر فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۴؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ھ

❑❑❑

حضرت مولانا ولی رحمانی صاحب مدظلہ

[۱]

حضرت سیدنا المخدوم المکرّم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آں مخدوم کو بہمہ وجوہ بعافیت اور سلامت باکرامت رکھیں اور آپ کے فیوض و برکات سے امت کو مستفید فرمائیں۔ آمین

یہ بندہ اعظم گڑھ میں مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور کا ایک مدرس ہے۔ بندہ کا بہار اکثر آنا جانا رہتا ہے۔ آں جناب کے بہت سے متوسلین ومسترشدین سے آپ کے بابرکت احوال معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کے خطبات ومقالات کے پڑھنے کا بھی شرف حاصل ہوتا رہتا ہے۔

ہمارے مدرسہ میں ہر تین سال پر جلسہ دستار بندی کا دستور ہے، اب کی بار کچھ وقفہ بڑھ گیا ہے۔ جلسہ کی تحریک ہوئی تو یہاں کے اساتذہ اور منتظمین نے باتفاقِ رائے آں جناب کو دعوت دینے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے مکلّف بنایا کہ آپ کی خدمت میں درخواست پیش کروں۔

حضرت والا سے درخواست ہے کہ اگر آپ کے بیش قیمت اوقات میں گنجایش ہو تو جون کے دوسرے ہفتہ کی کوئی تاریخ متعین فرمادیں، تاکہ اس تاریخ میں جلسہ کے انتظامات کیے جائیں۔ یہ بات ہم نے اپنی سہولت کے لحاظ سے پیش کردی ہے۔ اگر ان تاریخوں میں گنجایش نہ ہو تو آپ جو فرمائیں اسی پر عمل کیا جائے۔ بہت پرامید ہوں کہ جناب والا ہماری درخواست کو شرفِ قبول عطا فرمائیں گے۔

والسلام مع فائق الاحترام
اعجاز احمد اعظمی
۱۳/ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ

□□□

حضرت مولانا بدرالحسن صاحب قاسمی

[۱]

برادرِمکرم ومحترم! عافاکم اللہ من الھم والحزن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ گرامی!

ایک نہیں، دودو حادثے کی خبر ملی۔ دل وزبان پر إنا للہ وإنا إلیہ راجعون کا ایمانی کلمہ جاری ہوا۔ مرحومین کے لیے دعاے مغفرت اور آپ کے لیے دعاے صبر وعزیمت کرتا رہا۔ دل پر صدمے کا بوجھ تھا۔ جی چاہا کہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر اس بوجھ کو اتاروں اور آپ کے صدمے کی تخفیف کی کوشش کروں۔ مگر کچھ تو اپنی کاہلی، کچھ مدرسہ کی مشغولی اور کچھ آپ کے مدتِ قیام کی لاعلمی! کاہلی کو اور بہانہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ دونوں مرحوم کی مغفرت فرمائیں۔ امید یہی ہے کہ دونوں دادی پوتا حضورِحق میں شاداں وفرحاں ہوں گے۔ ایک نے بڑھاپے کی اس سفیدی میں دنیا کو چھوڑا جو خود مغفرت کی ضمانت ہے، اور دوسرے نے طلبِ علم کی مسافرت میں اذنِ رخصت پائی۔ یہ شہادت سے کیا کم ہے؟

لیکن میں دم بخود ہوں کہ باپ کے دل پر کیا گزری ہوگی؟ جب اس نے سنا ہوگا کہ جوان بیٹا، وہ بیٹا جو اچھی امیدوں کا مرکز تھا، جو علم کی دولت سمیٹ رہا تھا، باپ سے دور بہت دور تھا، وہیں سے اس نے دوسرے سفر کی ٹھانی اور احرام باندھ کر رب تعالیٰ کے حضور جا پہنچا۔ اب اس سے اس دنیا میں ملاقات نہ ہوگی۔ بے شک صدمہ ہے اور سخت صدمہ ہے، پھر چند ہی روز کے بعد محبت نچھاور کرنے والی ماں بھی وہیں پہنچ گئی، جہاں ابھی کچھ دن پہلے پوتا گیا تھا۔ آنکھوں کا نور گیا، پھر ماں کا سایہ اٹھا۔ دودو صدموں کا بیک وقت سہ جانا حق تعالیٰ کی توفیق اور مہربانی سے ہے۔ حق تعالیٰ کی تسلی سب سے بڑھ کر ہے۔ مالک وہی ہیں، جو کچھ دیا تھا، وہ بھی انھیں کا تھا، اور جو کچھ لے

لیا وہ بھی انھیں کا تھا اور ہم بھی انھیں کے ہیں۔ کل کو ہم بھی وہیں جائیں گے، دنیا جائے قرار نہیں۔ جائے قرار تو وہی ہے جہاں وہ دونوں پہنچ چکے ہیں۔ یہاں کا اجتماع تو افتراق کی تمہید ہے، ہمیشہ کا ساتھ تو وہیں کا ہے۔ بندہ کا کام ہے حق تعالیٰ کے تصرفات پر راضی رہنا اور اس کی حمد کرتے رہنا۔ پھر حق تعالیٰ کی جناب سے ''بیت الحمد'' بطور انعام واکرام عطا کیا جاتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے انسان کے تمام احوال پر اللہ کی حمد سکھائی ہے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ فِيْ بَلَا ئِكَ وَصَنِيْعِكَ إِلىٰ خَلْقِكَ وَ لَكَ الْحَمْدُ فِيْ بَلَا ئِكَ وَصَنِيْعِكَ إِلىٰ أَهْلِ بُيُوْتِنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ فِيْ بَلَا ئِكَ وَصَنِيْعِكَ إِلىٰ أَنْفُسِنَا خَاصَّةً وَلَكَ الْحَمْدُ بِمَا هَدَيْتَنَا وَلَكَ الْحَمْدُ بِمَا اَكْرَمْتَنَا وَلَكَ الْحَمْدُ بِمَا سَتَرْتَنَا وَلَكَ الْحَمْدُ بِالْقُرْآنِ وَلَكَ الْحَمْدُ بِالْاَهْلِ وَالْمَالِ وَلَكَ الْحَمْدُ بِالْمُعَافَاةِ وَلَكَ الْحَمْدُ حَتّٰى تَرْضٰى وَلَكَ الْحَمْدُ إِذَا رَضِيْتَ يَا أَهْلَ التَّقْوىٰ وَأَهْلَ الْمَغْفِرَةِ۔

میرا منہ نہیں کہ میں آپ سے کچھ عرض کروں۔ فون سے عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ شاید زبان ساتھ نہ دے سکے۔ اس لیے قلم کو ہاتھ میں لیا کہ آپ کو سامنے مخاطب تصور کر کے کچھ الفاظ لکھ دوں۔

حق تعالیٰ آپ کو، گھر والوں کو اور سب لوگوں کو جو اس دوہرے صدمے سے متاثر ہوئے ہیں، صبر جمیل عطا فرمائیں، اجر جزیل سے نوازیں اور دادی پوتے کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دیں۔ آمین یارب العالمین

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶؍صفر ۱۴۳۱ھ

* * *

حضرت مولانا صلاح الدین صاحب غازی پور

[۱]

برادر محترم! **عافاکم اللہ ورزقکم صبراً جمیلاً**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

۳؍ جمادی الاولی کو میں غازی پور شہر میں تھا۔ کئی روز سے میری طبیعت متغیر چل رہی تھی، ڈاکٹروں کے مشورے سے میں ایسی جگہ جارہا تھا جہاں ذہنی ودماغی کوئی محنت نہ ہو۔ کیوں کہ اسی سے طبیعت بگڑتی ہے۔ اسی دوران حادثہ کی اطلاع ملی، بہت صدمہ ہوا۔ آپ کے اوپر متواتر صدمے اور پیہم تکلیفیں آئیں، اور یہ حادثہ تو بہت ہی سخت ہوا۔ زندگی بھر کے رفیق نے داغِ مفارقت دیا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ کے دل پر کیا بیتی ہوگی! ان حادثوں میں آدمی ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔ لیکن اللہ کی مشیت یہی تھی، بندے کو اس میں کیا اختیار ہے، اسے دل سے تقدیر پر راضی رہنا ہے۔ حق تعالیٰ ہر مصیبت کو آسان کرتے ہیں، ان کا ارادہ سب پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب فرمائیں۔ بیماری کی تکلیفیں بہت جھیلی ہیں، ان شاء اللہ آخرت میں یہ سب تکلیفیں آرام وراحت کی شکل میں آرہی ہوں گی۔

میں اسی وقت آپ کے لیے اور عزیزم حسین احمد سلمہ کے لیے بہت دعائیں کی تھیں اور اب بھی کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنا خصوصی فضل وکرم آپ سب پر نازل فرمائیں۔ مرحومہ ومغفورہ کے لیے بھی بہت دعائیں ہیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

□□□

حضرت مولانا حکیم الدین صاحب جون پوری

[۱]

برادر عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آپ کا خط ملا۔ آپ کے خط سے نہایت مسرت ہوئی۔ میں تو بالکل بھول چکا تھا کہ میں نے آپ سے کوئی درخواست کی تھی، مگر واقعی آپ کے اعلی اخلاق اور ظرف کی بات ہے کہ اس کو یاد رکھا اور اس کا انتظام کیا۔ میں اس وقت بمبئی آیا ہوا ہوں۔ واپسی پر ان شاء اللہ مئو جاؤں گا۔ بہت ضرورت پر آپ نے بھیجا ہے۔ کتاب پریس میں ہے۔ واپسی پر ملے گی تو اس کے لیے پیسے کا انتظام کرنا تھا۔ الحمد للہ آپ کے ذریعہ ہوگیا۔ میں دوست پور جاؤں گا تو ضرور گھر جاؤں گا۔ اللہ آپ کو اچھا رکھے۔ قائل ومداح تو میں پہلے ہی بہت تھا، اب اور زیادہ محبت بڑھ گئی۔ اللہ تعالی اسے قایم ودایم رکھے۔ آمین

دربارِ رسالت میں سلام ودرخواستِ دعا پیش کرنے کی التجا ہے۔

اعجاز احمد اعظمی

۸؍ ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ

……

[۲]

برادر عزیز! زیدت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

حافظ مسعود صاحب کا خط ملا اور کل ہی مئو میں آپ کی بھیجی ہوئی رقم بھی دستیاب ہوئی۔

جزاك الله

میں تو آپ سے رقم کا ذکر کر کے بھول گیا تھا، لیکن یہ آپ کی کرم فرمائی ہے کہ وعدہ کیا اور اسے یاد رکھا، پھر اس کی تکمیل کی۔ میں آپ کے اس احسانِ عظیم سے گراں بار ہوں اور حق تعالیٰ کے حضور میں دعا گو ہوں کہ وہ کریم اپنی شان عالی کے مطابق آپ کو اجر عظیم سے نوازے۔

میں تو آج تک کسی کے احسان کا مکافات نہیں کر سکا ہوں۔ جب کہ بہت سے دوستوں ......لیکن بے تکلف دوستوں...... کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہوں۔ بس اللہ ہی بدلہ دینے والے ہیں۔

ہاں اور مجھے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ میں نے اس رقم کی درخواست کس نوعیت سے کی تھی؟ قرض کے طور پر یا یہ کہ کل یا اس کے کسی جز کی کتاب علما و مدارس کے درمیان تقسیم کرنے کے لیے؟ میرا غالب گمان یہ ہے کہ بطور قرض ہی کے میں نے کہی ہوگی۔ یا یہ کہ کچھ ذکر ہی نوعیت کا نہ آیا ہوگا اور اس کی تصریح کرانے کا جی بھی نہیں چاہتا، مگر معاملہ ہے۔ اس لیے اس کی صراحت ہو جائے تو بہتر ہے۔ اگر قرض ہے تو اس کی میعاد بہت لمبی ہوگی اور کل کی ادائیگی نہیں ہوگی، بلکہ جز کی ہوگی۔ دیکھیے میری شوخ چشمی! پیسہ آپ کا اور فیصلہ میرا۔ یہ بے تکلف محبت کا اثر ہے۔

حافظ محمد مسعود صاحب کے خط میں اپنی خیریت لکھ دی ہے، ملاحظہ فرمالیں۔ اور ذرا دونوں بزرگ مل کر زور لگائیں کہ میں کاہل القسمت بھی رمضان شریف میں یا موسمِ حج میں دیار پاک تک پہنچوں۔

حضور جناب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلامِ عقیدت پیش کر دیں اور میرے لیے، میرے بچوں کے لیے اور مدرسہ کے لیے دعا کی درخواست حضرت کی خدمت میں پیش کر دیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۶ ؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ

---

[۳]

برادر محترم! زیدت معالیکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ اس کی تحریر سے آپ کے حوصلۂ بلند کا پتہ ملا۔ جس حوصلہ مندی کا یہ خط آئینہ دار ہے، اس سے بہت مسرت اور اطمینان حاصل ہوا۔ میں تو دوستوں کے احسان میں دبا ہوا ہوں اور ہمیشہ ان کا ممنونِ کرم رہا ہوں اور مکافات میں بجز نارسا دعاؤں کے اور کچھ پیش نہیں کر پا رہا ہوں۔ اس لیے ہمہ وقت ایک طرح کی ندامت دامن گیر رہتی ہے۔ اور اسی ندامت کی گرفت کا اثر تھا کہ سابقہ خط میں کچھ باتیں میں نے تحریر کر دی تھیں۔ اللہ تعالی آپ کو اپنی شان عالی کے لحاظ سے دنیا وآخرت میں اس احسان کا بہتر بدلہ عطا فرمائے اور ایسے وقت میں دستگیری فرمائے جب سب سے زیادہ دستگیری کی ضرورت ہوگی۔

آپ کو خط لکھنے کے غالبًا ایک ہفتہ کے بعد میں 'لمیا' ایک جلسہ میں گیا تھا۔ دوسرے دن آپ کے حکم کی تعمیل میں آپ کے دولت کدہ پر بھی حاضر ہوا۔ بیگم صاحبہ نے اسی انداز میں خاطر مدارات کیں جیسے مدینہ طیبہ میں کرتی تھیں۔ میرے ساتھ پورا ایک قافلہ تھا۔ سب نے وہیں ناشتہ کیا۔ ریاض الدین وغیرہ تھے۔ بچوں سے ملاقات ہوئی وہاں۔ بہت خوشی ہوئی۔ وہاں سے حسینیہ گیا۔ وہاں طارق اور خالد سلمہما سے ملاقات کی۔ اللہ تعالی سب بچوں کو اپنی نگرانی اور عافیت میں رکھیں۔

ہاں صاحب دعا کرتے ہیں۔ اس سال دل میں سوزش زیادہ ہے۔ کاش کوئی صورت حاضری کی ہو جاتی۔ بظاہر اسباب تو کچھ نہیں ہیں لیکن رب الاسباب تو ہے، توکل اسی پر ہے۔

میرے ایک ماموں کینسر کے شکار ہیں۔ یہ میرے بڑے محسن ہیں۔ ان کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کو فون کر دیں اور ان سے سلام کہہ کے یہ درخواست پیش کر دیں۔ حافظ مسعود صاحب مدظلہ کی خدمت میں بھی سلام اور درخواست دعا عرض کر دیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸؍ جمادی الاخری ۱۴۱۴ھ

□□□

مولانا عبدالرشید صاحب بستوی

[۱]

مخدوم مکرم و معظم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی!

چند روز پہلے عزیزم عبد الحق سلّمہٗ نے خوش خبری سنائی کہ حضرت مولانا عبد الرشید صاحب نے آپ کو سلام لکھا ہے۔ ابھی اس مسرت سے لطف اندوز ہو ہی رہا تھا کہ اس نے معاً خط کی وہ سطریں میرے سامنے رکھ دیں، جن میں آں جناب نے میرے لیے ایک ایسی بیش بہا سوغات عنایت کی ہے جس کی لذت نے مجھے دیر تک سرشار رکھا ہے۔ الفاظ کے بجائے آنکھوں کے راستے دل نے شکرانہ بھیجا۔ طوافِ کعبہ کی بشارت، ایک گناہ گار و درماندہ کے حق میں کتنی عظیم سعادت ہے اور وہ بھی ایک صاحبِ علم اور صاحبِ تقوی کی مہربانی۔ نورٌ علیٰ نور!

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

آپ سے ملاقات نہیں ہے لیکن دل میں آپ کی محبت و عظمت ہے۔ استاذ محترم حضرت مولانا افضال الحق صاحب کبھی کبھی آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ ان کی زبانی سن چکا ہوں کہ ”وہ ایسے شخص ہیں کہ ان کو دیکھ کر ان کے جیسا ہونے کو جی چاہتا ہے۔“ اس سے آپ کی عظمت قلب میں بہت ہوئی۔ پھر آپ کی اس عنایت نے محبت کے سرور میں اضافہ کر دیا۔ حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

اب اتنی گزارش ہے کہ کعبہ مطہرہ کے سامنے اس سراپا گناہ کے لیے اخلاص، اخلاق اور توفیقِ خدمتِ دین اور قبولیت کی دعا فرما دیں۔ بہت مہربانی ہوگی۔ باقی شوقِ ملاقات۔

والسلام

نیاز مند اعجاز احمد اعظمی

۱۴؍ ربیع الاوّل ۱۴۰۸ھ

❑❑❑

مولانا محمد صدیق صاحب و مولانا محمد عمر صاحب

[۱]

مکرم و محترم جناب مولانا محمد صدیق صاحب و مولانا محمد عمر صاحب **عافاکما اللہ**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بندہ کو روزِ اول ہی ٹیلی فون سے حادثۂ وفات کی اطلاع مل چکی تھی۔ میں منتظر تھا کہ مولوی نعیم سلمہ آجائیں تو انھیں لے کر اتراؤں حاضر ہوں، لیکن وہ نہ آئے اور انتظار میں دیر بھی ہوگئی۔ اور غلطی سے میں فون پر دریافت نہ کرسکا تھا کہ جنازہ کی نماز کب ہوگی؟ انتظار کرتے کرتے دیر ہوگئی اور مجبوراً مجھے ارادہ فسخ کرنا پڑا۔ وفات کی اطلاع سے مجھے سخت صدمہ ہوا تھا۔ دن بھر ایک کیفیت میرے اوپر طاری رہی۔

جب یہ نہیں ہوسکا تو مجھے چاہیے تھا کہ چند سطریں تحریر کرکے آپ حضرات کی خدمت میں پہنچاتا اور تسلی و تعزیت کی سنت ادا کرتا۔ لیکن میری نادانی دیکھیے کہ وہ نہیں ہوسکا تو یہ بھی نہیں ہوسکا۔ اور مزید ستم یہ کہ اس کا خیال ہی نہ آیا کہ بعد میں سہی، کچھ لکھ دینا چاہیے۔ 'الاسلام' کے لیے ایک اداریہ مولانا کی وفات کے رنج و غم میں لکھ ڈالا، اس کے بعد ایک مفصل مضمون لکھا۔ کل مولوی نعیم سلمہ آئے تو انھوں نے بتایا کہ آپ حضرات کو خیال رہا کہ میں کوئی خط لکھوں گا، اب میری شرمندگی کی انتہا نہ رہی، میں اپنے کو ملامت کرتا ہوں۔

اب میں وہ بات عرض کرتا ہوں جس کی گرفت مجھے اپنے بزرگوں کی وفات پر نامۂ تعزیت لکھنے کو عموماً بھلا دیا کرتی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ اپنے ان اکابر کے سلسلے میں جن سے میرا کوئی جذباتی لگاؤ ہوتا ہے، میرا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ ان کی وفات جس طرح ان کے صلبی پس ماندگان کے لیے باعثِ صدمہ ہے، اسی طرح میرے لیے اور ملتِ اسلامیہ کے لیے بھی باعث رنج ہے۔ تو ایک شخص جو خود مصدوم و محزون ہے اور مستحقِ تعزیت ہے، وہ اپنے ہی جیسے دوسرے

مصدوم کی خدمت میں کیا تعزیت پیش کرے۔

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی وفات کا حادثہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں ہی براہ راست اس سے دوچار ہوا ہوں، کئی دن تک میرے اوپر تاثر طاری رہا۔ رنج وغم کی کسک اب تک محسوس کر رہا ہوں۔ میں حضرت مولانا کے متعلق باتیں کر کے اپنے غم کو ہلکا کرتا رہا۔ کوئی بھی ایسا شخص جس کے بارے میں مجھے شبہ بھی ہوتا کہ یہ مولانا کو جانتا ہوگا، اس کو وفات کی خبر سناتا۔ مولانا کے اوصاف و محامد بیان کرتا۔ اس طرح درد کی خلش کو کم کرتا۔ تو خود میں اپنی تعزیت میں مشغول تھا۔ یہی حال دوسرے بڑوں کے سلسلہ میں رہا۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کا انتقال ہوا، میں تعزیت کی ایک سطر نہ لکھ سکا۔ حضرت مولانا حبیب الرحمان الاعظمی المحدث کا وصال ہوا، میں تعزیت کا ایک کلمہ نہ لکھ سکا، نہ بول سکا۔ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب کا انتقال ہوا، وہاں بھی میری یہی حالت رہی۔ مولانا عبدالحلیم صاحب، مولانا علی میاں ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی علیہم الرحمۃ والرضوان کے سلسلے میں میرا یہی نکماپن رہا۔ اب وہی کیفیت حضرت مولانا محمد فاروق صاحب علیہ الرحمہ کے وصال پر بھی دامن گیر ہوئی۔ میں نے شاید غلط کیا کہ صلبی اولاد کے رنج وغم کی میزان میں اپنا حزن وملال رکھ دیا، لیکن میرا حال یہی تھا اور یہاں بھی یہی ہے۔ اب تک اس پر کسی نے مجھے متنبہ نہیں کیا تھا۔ آپ کے محبت بھرے انتظار سے اور پھر اس کے اظہار سے مجھے تنبہ ہوا۔ شرمندگی تو بہت ہوئی، مگر میں شکر گزار ہوں۔ ایک ضروری بات تھی، جس کی طرف اب تک مجھے التفات نہ ہوا تھا۔ اب دل پر جبر کر کے ان شاء اللہ اس حالت میں تبدیلی کی کوشش کروں گا۔

ارادہ پہلے سے تھا اور اب اَور موکد ہو گیا ہے کہ کسی وقت آپ حضرات کی خدمت میں حاضری دوں۔ اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد لائے۔ میرے مضمون کی فوٹو کاپی شاید مولوی محمد نعیم سلمہ آپ حضرات کی خدمت میں بھیجیں۔ میں دعا میں مشغول ہوں اور آپ حضرات سے دعاؤں کا طالب ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۹؍ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

□□□

مولانا انعام الحق صاحب دربھنگوی

[۱]

برادرِ محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل آپ کے فرزند عزیزم مولوی حافظ اکرام الحق سلمہ میرے پاس آئے اور ایک درخواست دی کہ مدرسہ سے مجھے سو روپے قرض عطا فرمادیں۔ میں نے پوچھا کہ 'قرض لینے کی ضرورت کیا پیش آئی؟' میں یہ سمجھتا تھا کہ گھر سے ان کے لیے پیسے تو آتے ہی ہیں، پھر قرض کی ضرورت کیوں کر پڑ گئی؟ ابتداءً تو انھوں نے ٹالنا چاہا مگر جب میں نے اصرار کیا تو بتایا کہ 'گھر سے ضرورت کے بقدر پیسے نہیں آتے۔' پھر میں نے تفصیل پوچھی تو جو کچھ انھوں بتایا، اگر وہ صحیح ہے تو یہ بات باعثِ حیرت ہے کہ آپ کی طرف سے اس قدر بے اعتنائی کیوں ہے؟ مجھے شبہ ہوا کہ شاید کسی وجہ سے آپ ان سے ناراض ہوں، لیکن انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں بتائی۔ پھر مزید پوچھنے پر بتایا کہ ان پر اور بھی قرض ہے۔ کچھ رمضان سے پہلے کا ہے کچھ رمضان کے بعد کا ہے۔ میں نے وہ قرض ادا کردیا جو تقریباً ساڑھے تین سو روپے کے بقدر تھا۔

آپ سے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کا بچہ جو عربی دینی تعلیم حاصل کرتا ہے، خدا ہی کو معلوم ہے کہ آگے چل کر اللہ کے نزدیک اور مخلوق کے نزدیک اس کی کیا حیثیت ہونے والی ہے؟ کیوں کہ آپ نے اسے ایسے راستے پر لگایا ہے، جس راستے پر چل کر لوگ بڑے بڑے عالم اور اللہ والے بنے ہیں۔ آج کا طالب علم، کل کو کیا بنے گا، کون جانتا ہے؟ کم از کم یہ طلبہ ماں باپ کے لیے خزانۂ آخرت تو بنتے ہی ہیں۔ یہ بہت قیمتی ہیں۔ آج اگر ان سے نادانیاں ہوجائیں جب بھی یہ قابلِ عفو ہیں۔ ان کے ساتھ بے اعتنائی کرنا درحقیقت اللہ کے احسان کی ناقدری کرنا ہے۔ اللہ نے آپ کو بالکل محتاج وبے نوا نہیں بنایا ہے، ایک حیثیت دی ہے۔ جن بچوں کو آپ نے علمِ دین پر لگایا ہے، ان کی پوری خبر گیری کیجیے اور ان کی ضروریات کا لحاظ رکھیے۔ مدرسہ ایک حد تک تو کفالت کردیتا ہے، مگر اس کے بعد بھی انھیں ضرورت پڑتی ہے، تو اگر سرپرستوں کی طرف سے ان کا خیال

نہیں رکھا جاتا تو اول تو ان کا دل ٹوٹتا ہے، دوسرے علمِ دین سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور انھیں ناکارگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

عزیزی اکرام الحق میری نگاہ میں ایک اچھا طالب علم ہے، نیک بھی ہے، ذی استعداد بھی ہے، حافظ قرآن بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آخرت میں آپ کی اور دوسرے اہلِ خاندان کی بخشش کا سبب بنے گا۔ اس کے سلسلے میں آپ غفلت اور لاپروائی سے کام نہ لیں، اس میں آپ کا نقصان ہے۔ اس کے اوپر جو پیسہ خرچ ہو جائے گا، وہ نہایت بیش قیمت ہوگا۔ آپ کسی وجہ سے ناراض ہوں تو معاف کر دیں اور مجھے مطلع کر دیں تو میں اس وجہِ ناراضگی کو دور کرا دوں گا۔ ابھی اِس سال کے بعد اُسے دو سال اور پڑھنا ہے۔ مسبب الاسباب تو اللہ تعالیٰ ہیں لیکن آپ اِس میں اہتمام سے کام لیں تو آپ کے لیے بڑی سعادت ہوگی۔

یہ بچے ممکن ہے کہ دنیا زیادہ نہ کما سکیں اور غالباً اِسی خیال سے اِن بچوں سے بے التفاتی برتی جاتی ہے، مگر دنیا جس کے مقابلہ میں کچھ نہیں، یہ اسے حاصل کرتے ہیں اور سچے اور مخلص عالم بن جاتے ہیں تو دنیا ان کی جوتیوں میں لگی پھرتی ہے، ماں باپ کی عزت کے باعث بنتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اگر آپ کو اکرام الحق پر اطمینان نہیں ہے تو پیسے میرے نام بھیجئے، میں اسے حساب سے خرچ کے لیے دیتا رہوں گا۔ اس وقت وہ ساڑھے چار سو روپے کا مقروض ہے، اسے تو آپ پہلی فرصت میں بھیج دیجیے۔ اس کے ساتھ مزید کچھ بھیجئے تاکہ اس کی روزمرہ کی ضروریات کا کام اس سے چلتا رہے۔ اس کے بعد ماہ بماہ پیسے بھیجتے رہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ گزارش آپ کو گراں نہ گزرے گی۔ میں اس کے حق میں اور آپ کے حق میں دعا کرتا ہوں۔

آج کل حضرت ماسٹر محمد قاسم صاحب مدظلہ ہمارے علاقے میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ دو تین دن شیخوپورہ رہ کر خیرآباد، مبارک پور وغیرہ تشریف لے گئے۔ کل ان شاء اللہ ادھر سے پھر شیخوپور تشریف لائیں گے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۰؍ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

□□□

حافظ نجم الدین صاحب شیخوپوری

[۱]

برادرِ عزیز!　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شروع سال میں مَیں نے عرض کیا تھا کہ طلبہ پر سختی اور زدوکوب کا معاملہ کم سے کم رکھا جائے، اور جس طرح مال کے باب میں توکل علی اللہ درکار ہے، ایسے ہی تعلیم کے مسئلے میں بھی توکل علی اللہ درکار ہے۔ زیادہ مارنے پیٹنے سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں اور بندے بھی! اور یہ کہ اگر لوگوں پر سختی کی جائے گی تو حق تعالیٰ کی طرف سے بھی سختی کا معاملہ ہوگا۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ اس موضوع پر غور کریں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۳؍ محرم ۱۴۳۲ھ

❑❑❑

قاری اقبال صاحب غازی پور

[۱]

برادرِ محترم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج حافظ بدرالدجی صاحب نے آپ کا گرامی نامہ دکھایا، اس میں غیبت کے سلسلے میں جو بات آپ نے لکھی ہے، اس سے طبیعت پھڑک اٹھی۔ میں نے کبھی یہ تصور بھی نہیں کیا تھا کہ کوئی میری غیبت بھی کرسکتا ہے۔ میری حیثیت ہی کیا ہے کہ نفیاً یا اثباتاً میرا ذکر ہو؟ اور اپنی خرابیوں اور برائیوں پر خود میں اپنے دل میں اتنا کٹا کٹا سا رہتا ہوں کہ کسی نے اگر میرا کسی برائی سے تذکرہ بھی کردیا تو اس سے مطلق ملال نہیں ہوتا، اس کا دس گنا مجھے خود ہی ہر وقت مستحضر رہتا ہے۔ اس لیے کبھی میں نے یہ خیال بھی نہیں کیا تھا کہ میرا تذکرہ بھی غیبت بن سکتا ہے۔ آپ نے بالکل نئی بات لکھ دی اور اس سے طبیعت کو ایسا کیف ملا کہ چار پانچ گھنٹے گزر چکے ہیں مگر ابھی بھی اس کا لطف حاصل ہو رہا ہے۔ میری طرف سے کسی مسلمان پر مواخذہ نہیں ہے اور آپ تو اہل تعلق میں سے ہیں، آپ اطمینان رکھیں۔ مجھے کچھ اور ہی سوچ کر لطف آگیا اور اسی لطف میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔

واللہ! میں اپنے نزدیک اتنا رذیل اور ذلیل ہوں کہ اگر اشارتاً بھی کوئی ایسی بات مل جاتی ہے جس سے ذلت کی کمی کا احساس ہوتا ہے تو بہت خوشی ہوتی ہے۔ آپ کے جملوں سے میں نے خواہ مخواہ یہی بات استنباط کی ہے اور خوش ہو رہا ہوں۔ یہ خوشی تھوڑی دیر اور رہے گی اور پھر وہی سابقہ حالت عود کر آئے گی۔ عجب حال ہے۔

ہاں اب ایک بات کام کی سنیے! میں اپنے اکثر عیوب کو جانتا ہوں، لیکن مجھے غلط فہمی یہ رہتی ہے کہ انھیں صرف میں جانتا ہوں یا میرا رب جانتا ہے۔ اور رب کی کریمی اور ستاری پر بھروسہ

کر کے اس کی اصلاح پر چنداں آمادگی نہیں ہوتی ہے، لیکن کسی عیب کے بارے میں جب یہ جان لیتا ہوں کہ اسے دوسرے لوگ بھی جان گئے ہیں تب جی جان سے اس کی اصلاح پر آمادہ ہوجاتا ہوں۔ غیبت میں ظاہر ہے کہ کسی عیب ہی کا تذکرہ ہوگا، اگر وہ مجھے بھی معلوم ہوجاتا تو کوشش کرتا کہ وہ دور ہوجائے۔ اگر تکلف نہ ہوتو بتادیں، مشکور ہوں گا۔ ورنہ دعا ہی کر دیں کہ وہ عیب دور ہوجائے۔ اور سارے عیوب کی اصلاح کے لیے دعا کا خواستگار ہوں۔

آپ نے دعا کے لیے لکھا ہے، اس وقت آپ کی یاد اتنی شدت کے ساتھ آرہی ہے کہ سراپا دعا بنا ہوا ہوں۔ حق تعالیٰ اپنی رضا بخشیں اور دنیا و آخرت کی فلاح سے نوازیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

❑❑❑

حاجی عبدالرحمان صاحب خیرآباد

[۱]

محترم جناب حاجی صاحب! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج صبح سات بجے سے میں خیرآباد تھا، کئی بار سوچا کہ آپ کو اطلاع کردوں مگر اس خیال سے کہ آپ کو زحمت ہوگی اور معلوم نہیں کس مصروفیت میں ہوں اور آپ کے کام کا حرج ہو، رک جاتا تھا۔ ساتھ میں حاجی عبدالاحد صاحب بھی تھے، انھیں گھر جانا تھا۔ چار بجے سے پہلے ہی خیرآباد سے نکلے اور پونے پانچ بجے میں گھر پہنچا تو آپ کا رقعہ ملا۔ افسوس ہوا کہ کاش آپ کو اطلاع کردیے ہوتا۔ اب کیا ہوسکتا ہے؟ کل سے مجھے بھی فرصتِ گفتگو نہ ہوگی۔ شعبان پورا کوچہ گردی میں گزرگیا، قرآن شریف کے دور کا موقع بالکل نہ مل سکا۔ خیال ہے کہ کل سے تمام مشاغل ختم کرکے تلاوتِ قرآن میں لگ جاؤں گا۔ اب تو خیرآباد آنا مشکل ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب تیار ہوں تو کل کسی وقت تشریف لائیں، ورنہ رمضان بعد پر مکالمہ معلق رکھیں۔

امید ہے کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔

اعجاز احمد اعظمی

۲۸؍شعبان ۱۴۰۴ھ

……

[۲]

محترمی جناب حاجی صاحب! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے میرا معمول پوچھا ہے۔ شرمندہ ہوں کہ جس سے کوئی کام نہ سَپَڑتا ہو، اس کا معمول بجز خواب وخور اور کیا ہوگا؟ صبح سوتا ہوں، پھر جب آنکھ کھلتی ہے تو جتنی توفیق ہوتی ہے

قرآن پڑھتا ہوں۔ یہ مشغولیت ظہر تک رہتی ہے۔ ظہر بعد آدھ گھنٹہ ترجمہ قرآن اپنی مسجد میں، اس کے بعد درود، پھر عصر کے بعد فرصت۔ بعد مغرب نوافل۔ عشا و تراویح کے بعد پھر آدھ گھنٹہ نئی مسجد پر کچھ بیان۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں تو سب کچھ ورنہ سب ہیچ در ہیچ۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۴؍رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ
۵؍جون ۱۹۸۴ء

……………………………………

[۳]

بخدمت جناب حاجی عبدالرحمان صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

میرا ارادہ گھر آنے کا تھا۔ آپ لوگوں سے ملاقات کا اشتیاق دل میں موج زن تھا، لیکن مئو پر جو قیامت گزری، اس نے مجھے اس درجہ افسردہ کر دیا کہ طبیعت نے مطلقاً حرکت سے انکار کر رکھا ہے۔ کئی جگہ جانے کا تقاضا تھا مگر جیسے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوں۔ ملاقات پر تفصیل سے عرض کر دوں گا۔

اس وقت لکھنے کا خاص مقصد یہ ہے کہ مجھے تین چار سو روپے قرض کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی خاص دشواری نہ ہو تو ازرہِ کرم اس بچے کے ہاتھ جو آپ کو رقعہ دے رہا ہے یا مولوی انوار احمد صاحب کے بھائی کے ہاتھ بھیج دیجیے۔ ان شاء اللہ میں اُسے رمضان تک بالاقساط یا یک مشت ادا کر دوں گا۔ آپ سے چوں کہ قلبی لگاؤ اور بے تکلفی ہے، اس لیے اس کی جرات کر رہا ہوں، ورنہ سچی بات یہ ہے کہ دوستوں سے مالی لین دین کرنے میں مجھے بہت حجاب ہوتا ہے۔ دینی تعلقات میں دنیاوی ضرورتوں کی آمیزش بہت گراں ہے مگر محبت و بے تکلفی اس گرانی کو گوارا بناتی ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۶؍صفر ۱۴۰۵ھ

……………………………………

[۴]

محترم ومکرم جناب حاجی صاحب! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

اس دن اچھا ہوا کہ آپ نے غازی پور کا قصد نہیں کیا، ورنہ میری شامتِ اعمال نہ جانے کس کس رنگ میں آپ کو ستاتی۔ اعظم گڑھ جاتے ہوئے راستہ میں میری خوبیِ قسمت نے جو رنگ دکھایا تھا وہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اب ادھر کی سنیے! ہم لوگ بڑے مزے میں یہ سمجھتے ہوئے کہ سواری اپنی ہے، باتیں کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ جیپ فراٹے بھر رہی تھی کہ اچانک اس پر موت کا نزلہ گرا۔ دو تین مرتبہ اسے کھانسی آئی اور آخری ہچکی لے کر دم توڑ بیٹھی۔ یہ جگہ اعظم گڑھ اور غازی پور کے ٹھیک درمیان تھی بلکہ ابھی جیپ غازی پور کی بہ نسبت اعظم گڑھ سے آدھ کلومیٹر قریب تھی۔ مولانا مجیب اللہ صاحب کے فرزند ارجمند ڈاکٹر عمار صاحب اس کو دوبارہ زندگی بخشنے کی کوشش میں مصروف تھے، مولانا صاحب کے دل کا رنج وملال پیشانی پر شکن بن بن کر نمودار ہو رہا تھا اور میں تقدیر پر راضی دعا کرنے سے بھی معذور تھا۔ آدھ گھنٹے کے بعد پونے چار کا عمل ہو گیا، نہر کا جاری پانی موجود تھا۔ وضو کر کے سڑک ہی پر نماز پڑھی گئی۔ نماز کے بعد ڈاکٹر عمار ایک شخص کی سائیکل لے کر قریبی قصبہ دُلّہ پور گئے اور وہاں سے ایک ٹریکٹر والے کو پکڑ لائے۔ ٹریکٹر کی دُم میں جیپ کا سر باندھا گیا اور اس کے لاشہِ بے جان کو چریا کوٹ کی جانب گھسیٹنے کی کوشش کی گئی۔ میں نے مولانا صاحب سے استدعا کی کہ اس پر فاتحہ پڑھیے اور سامنے بس آ رہی ہے، اس پر بیٹھ کر غازی پور چلیے۔ بس روکی گئی، اب مولانا فرماتے ہیں کہ ’میرا موڈ چینج ہو گیا ہے، اس لیے مجھے معاف فرما دیجیے۔ میں کبھی از خود آ جاؤں گا۔‘ میں نے اصرار کرنا چاہا مگر بس والے کی عجلت نے قطعِ کلام کر کے مجھے بس میں سوار ہونے پر مجبور کر دیا۔ وقت کم تھا اور مجھے غازی پور بہر حال پہنچنا تھا۔ اس بس میں دُلّہ پور تک آیا کہ اس کی منزل یہی تھی۔ اب یکہ وتنہا غازی پور لے جانے والی بس کا راستہ دیکھ رہا ہوں کہ ناگاہ سورج غروب ہو گیا۔ ایک مسلمان کی دکان میں مغرب کی نماز ادا کر کے پھر سڑک پر آ گیا۔ خوب چہل پہل تھی، سواریاں زنا زن گزر رہی تھیں، اگر نہیں آ رہی تھی تو غازی پور کی سواری! کھڑے کھڑے پاؤں دُکھ گیا۔ قریب میں ایک دکان دار کو دیکھا کہ انڈے فروخت

کررہا ہے اور سامنے ایک بنچ ڈالے ہوئے ہے۔ بنچ پر بیٹھنے کا جواز پیدا کرنے کے لیے اس سے انڈا خریدا اور اسی بنچ پر بیٹھ کر ڈائری لکھنے لگا۔ ہندو بچوں نے جو ایک عجیب وغریب مخلوق کو الٹی طرف سے...... یہ لفظ انھیں کا ہے۔ ہندی چوں کہ الٹی جانب سے لکھی جاتی ہے، اس لیے انھیں میرا لکھنا الٹا معلوم ہوا...... لکھتا دیکھا تو سب گھیر کر تماشا دیکھنے لگے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں پولیس کے افراد مجھے مشتبہ نہ سمجھ لیں، مگر میں توکل بخدا لکھتا رہا۔ جب ڈائری بیگ میں گئی تب لڑکے منتشر ہوئے۔ پون گھنٹے کے بعد یعنی پونے چھ بجے بس آئی۔ خدا کی مہربانی یہاں سے دوسرا رخ بدلتی ہے۔ بس نے آناً فاناً مجھے غازی پور پہنچا دیا۔ یعنی فقط آدھ یا پون گھنٹے وقت صرف ہوا۔ مدرسہ پہنچا تو شدت سے انتظار ہورہا تھا۔ میرے بسلامت پہنچنے سے سب کو خوشی ہوئی اور مولانا مجیب اللہ صاحب کے نہ پہنچنے پر کسی کو رنج نہیں ہوا۔ مولانا مشتاق احمد صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا، بہت اچھا پروگرام رہا۔

اچھا بس! والد صاحب کی خیریت سے مطلع کیجیے گا۔ فیض الحق سلمہ کو دعا وسلام ضرور کہہ دیں۔ میں تو آپ دونوں باپ بیٹے کی محبت میں عجب گرفتار ہوگیا ہوں۔ حق تعالیٰ خوش وخرم اور بعافیت وسلامت رکھیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۸؍ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

……

[۵]

محترم ومکرم! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ محبت بھرے ہوئے ہدیے مسرت افزا ہوئے۔ اگر ہمارے آپ کے تعلقات رسمی شکریوں سے بالاتر نہ ہوچکے ہوتے تو شاید قلم کو شکریہ کے کلمات مل جاتے، مگر اب قلم قلب کی ہم رکابی سے عاجز ہے، اس لیے معاملہ اس کے سپرد ہے جس کے یہاں کوئی چیز

نا مشکور نہیں ہوتی۔

آپ کے نقصان کا قلق بہت ہے۔ اس لیے دعا سے کوئی روز خالی نہیں جاتا۔ مگر میں کیا اور میری دعا کیا؟ آپ سن ہی چکے ہیں، آپ سے مجھے بے حد فایدہ پہنچے مگر میں ناکارہ ہوں، مجھ سے فایدہ کی توقع نہیں۔ اگر میری وجہ سے نقصان نہ ہو تو یہی بڑا فایدہ ہے، لیکن میں تو شاید اس سے بھی بری نہیں۔

بہر حال! مال و دولت مقصود نہیں، رضاے الٰہی مقصود ہے۔ اگر وہ حاصل ہے تو کچھ غم نہیں۔ مومن کے ساتھ جو کچھ بھی اُدھر سے معاملہ ہو، سب حکمت و ارادۂ الٰہی کے ماتحت ہے۔ خدا کرے اس کا نعم البدل آپ کو ملے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۳/ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

……

[۶]

محترم و مکرم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس روز مبارک پور سے واپسی میں بہت دیر ہوگئی، رات کو ساڑھے سات بجے گھر پہنچا۔ دوسرے روز نیت خیر آباد پہنچنے کی تھی لیکن حسبِ معمول گھر سے نکلتے نکلتے دس بج گئے۔ اب اس وقت خیر آباد آتا تو یقیناً شام ہو جاتی۔ تعلیم کا نقصان تو جو ہوتا وہ ہوتا، شام کا سفر میرے لیے طبعاً بھی بالخصوص جب تنہا ہوں، بہت بھاری ہوتا ہے۔ پھر میری طبعی کاہلی مجھے روک دیتی اور انجام یہ ہوتا کہ صبح خیر آباد میں ہی ہو جاتی، اور اس طرح مزید تعلیم کا حرج ہو جاتا۔ یہی سب سوچ کر میں نے حاضری کی ہمت نہیں کی۔ طبیعت میں خلش ہے اور امید ہے کہ یہ خلش کچھ بہتر ہی ہوگی۔ کیوں کہ محفوظ الرحمان جس خط کے لیے کہہ رہے تھے اب اس کا داعیہ اور زیادہ ہے۔ پرسوں اور کل تعلیم کی تلافی اور بعض مشغولیات کی بنا پر فرصتِ تحریر بالکل میسر نہیں آئی۔ آج لکھتا مگر ابھی ایک جگہ کا سفر ہے، کل ان شاء اللہ واپسی ہوگی۔ واپسی پر خدا نے چاہا تو لکھوں گا۔ میری طرف سے

محفوظ الرحمان صاحب سے معذرت کر دیں۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۵؍ جمادی الاخری ۱۴۰۶ھ

……………………………

[۷]

محترم ومکرم جناب حاجی صاحب! زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

ہفتہ روز ہوئے ہوں گے کہ ایک خط آپ کو بھیج چکا ہوں۔ اس کے بعد وعدے کے مطابق محفوظ الرحمان کو بھی ایک خط لکھ دیا۔ ڈاک سے بھیجا ہے، شاید مل چکا ہو۔ یہ خط ایک ضرورت سے لکھ رہا ہوں اور عرقِ انفعال میں ڈوبا جا رہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ عنوان کیا اختیار کروں؟ تاہم بغیر عنوان سہی!

آپ مدرسہ کے حال سے تو واقف ہی ہیں۔ مہتمم صاحب کے دماغ میں نہ جانے کیا سما گیا ہے کہ مدرسہ کے حال پر التفات انھوں نے اپنے اوپر شاید حرام سمجھ لیا ہے۔ ماہ صفر سے تنخواہوں کا قصہ سخت گڑبڑ ہے۔ اب تک کسی کسی طرح انتظام کر کے میں نے خود لوگوں کی تنخواہیں دی ہیں۔ درمیان درمیان میں مہتمم صاحب نے بھی کچھ کچھ رقمیں بھیجی ہیں لیکن وہ اسی قدر کہ اب بھی ان کے ذمے تین ماہ کی مکمل تنخواہ باقی ہے۔ اس وقت میرا ہاتھ بالکل خالی ہے۔ پہلے سے خیال نہ تھا ورنہ حاضری کے وقت ہی اس کا تذکرہ کرتا۔ اب بہت سوچنے اور اللہ سے دعا کرنے کے بعد بار بار دل میں یہ خیال جما کہ اس دارالاسباب میں ظاہری سبب کی صورت یہ اختیار کی جائے کہ کچھ قرض لے کر کام چلایا جائے۔ کچھ لے چکا ہوں، کچھ اور چاہتا ہوں۔ مجھے شوکت منزل کے اساتذہ کے لیے دو ماہ کی تنخواہ چاہیے۔ مجموعی رقم ۶۰۶۰/ روپے ہیں۔ اس میں ۳۰۳۰/ کی ضرورت تو بروقت ہے، باقی کی ضرورت مہینہ بھر بعد پڑے گی۔ آپ سے عرض یہی ہے کہ یہ رقم خود آپ اپنے پاس سے یا میرا نام لے کر یا بغیر نام لیے ہوئے اپنی ذمہ داری پر کسی اور سے لے کر

عنایت فرمادیں۔ شوال میں مدرسہ آسودہ ہوتا ہے، ان شاء اللہ ۱۵/ شوال کے بعد اسے ادا کردوں گا۔

میری اس تحریر سے یقیناً آپ پر بوجھ ہوگا لیکن کیا کروں کہ میں آپ ہی پر نہیں پشتِ زمین پر بھی بوجھ ہوں۔ حق تعالیٰ نے ایک کا کام دوسرے سے نکالا ہے۔ میرا تعلق آپ سے قایم کیا گیا ہے تو اپنی ضرورت آپ سے بھی نہ کہوں تو کس سے کہوں؟ آپ سے بے تکلفی ہے، محبت ہے۔ آپ پر اعتماد ہے اور یہ بھی اعتماد ہے کہ خدانخواستہ اگر انتظام میں زیادہ دشواری ہوگئی اور نہ ہوسکا تو میری اس بے تکلفی، محبت اور اعتماد کو ٹھیس ان شاء اللہ بالکل نہ لگے گی۔ مجھے تو اپنے دوستوں کی رضا اور خوشی میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ دینے والے، دِلانے والے، لینے والے، روکنے والے تو خدا ہیں۔ وہ اگر نہ چاہیں تو کوئی اگر کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا بھی چاہے تو کیا پہنچا سکتا ہے۔ زمین و آسمان کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہے۔ درمیانی واسطوں کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے رکھ دیا ہے کہ دنیا کا یہ نظام جب تک انھیں منظور ہے، چلتا رہے اور ایک دوسرے سے دنیا اور آخرت میں نفع پہنچتا رہے۔ کسی کا کام دنیا میں بنے اور کسی کا آخرت میں۔ یہ سب زنجیریں احتیاج وضرورت کی اسی واسطے ہیں۔ باقی جو محبت للہ فی اللہ ہو، اس میں ان عوارض سے ضعف واضمحلال نہیں ہوسکتا، ہاں ترقی اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

باقی سب خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ کے مزاج بھی اچھے ہوں گے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم رجب ۱۴۰۶ھ

□□□

حاجی ایوب صاحب کلکتہ

[ا]

بخدمت شریف جناب حاجی محمد ایوب صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک خط گھر کے پتے پر بھیج چکا ہوں، کیا خبر کہ وہ ملا کہ نہیں؟ ابوذر کی زبانی معلوم ہوا کہ حاجی صاحب کو بہت اشتیاق وانتظار خط کا رہتا ہے۔ اور نہ ملنے کی صورت میں بہت تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کوئی خط کیوں نہیں ملتا؟ ایک غائب ہوا، دوسرا غائب ہوا، کوئی تو ملتا؟ ایک انتر دیشی لفافہ آپ نے اپنا پتہ لکھ کر بھیجا تھا، وہ بھی گم ہوگیا۔ اب تو آپ نے یقین کرلیا ہوگا کہ پتہ لکھنے میں خرابی نہیں ہوتی، بلکہ کوئی اور بات ہے۔ شاید کچھ طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انھیں چھیڑنے میں محبوب کو لطف آتا ہے۔ جیسے بعض بچے ہوتے ہیں جنھیں جتنا چھیڑیئے پیاری پیاری باتیں ان کے منھ سے نکلتی رہتی ہیں۔ لوگ انھیں چھیڑ چھیڑ کر رُلا دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں کیوں چھیڑتے ہو؟ ہم کہتے ہیں کہ تم اتنے پیارے کیوں ہو؟ کچھ یہی حال آپ کا بھی معلوم ہوتا ہے۔ روتے ہیں، بلبلاتے ہیں، مچلتے ہیں، ادھر سے ایک چٹکی اور بھر دی جاتی ہے۔ آپ کہتے ہیں:

جان دو دن کی ہے مہمان ستاتے کیوں ہو
آپ روتے ہوئے آئے ہیں رلاتے کیوں ہو

لیکن یہ بھی تو کہیے کہ:

دل ملا مجھ کو ازل میں تو کسی نے نہ کہا
روگ ہے یہ اسے چھاتی سے لگاتے کیوں ہو

اصل میں سارا روگ اسی دل کا ہے۔ یہ آکر سینے میں جاگزیں ہوا، پھر جو قیامت گزرنی

تھی گزر گئی۔ یہ آیا تو تنہا نہیں آیا۔ محبت، عشق، انتظار، سوز، گداز، تپش، رنج، اندوہ، خلش، ملال، خوشی، فرحت، راحت، غرض فوج کی فوج اس کے ساتھ لگی چلی آئی۔ اب ساری زندگی ان مہمانوں کی میزبانی کرتے رہیے۔ جب تک زندگی ہے جب تک یہ ہیں۔ جہاں موت آئی آدھی فوج رخصت، آدھی پھر ساتھ ہے:

قیدِ حیات بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

اس ہنگامہ زار دنیا میں اگر کوئی جائے پناہ ہے، کوئی گوشۂ عافیت ہے، کوئی خلوت کدۂ راحت ہے، کوئی مجلسِ اُنس وشوق ہے تو وہ محض یادِ محبوب ہے۔ زبان اس محبوبِ حقیقی کا نام لیتی رہے، انگلیاں ان کے شمار پر چلتی رہیں، دل اس کی محبت سے لبریز ہو، آنکھیں اس کے عشق میں ڈبڈبا رہی ہوں، جگر اس کے فراق میں سلگ رہا ہو، دماغ اس کے وصل کی تدبیریں سوچ رہا ہو، اس کی یاد بدن میں حرارت پیدا کر رہی ہو اور اس کا ورد آگ بن کر نخلِ ہستی کو پھونک رہا ہو:

غم کی آگ بڑی البیلی کیسے کوئی بجھائے
اندر اندر ہڈی سلگے باہر نظر نہ آئے

کیسے کیسے دکھ نہیں جھیلے کیا کیا چوٹ نہ کھائے
پھر بھی پیار نہ چھوٹا ہم سے عادت بری بلائے

زندگی چاہے لمبی ہو یا مختصر، چلتا پھرتا اٹھائیں یا اپاہج بنا کر، تکلیف دیں یا آرام، پاس رکھیں یا دور، ہنسائیں یا رلائیں، ہمارا حال تو یہ ہے:

محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں

محبوب کی ہر ادا محبوب ہے۔ وہ کالی زلفیں ہوں یا گورا چہرہ، دونوں ہی جان لیوا ہیں۔ دونوں ہی میں ایک لذت ہے۔ غم کی اندھیری رات ہو یا خوشی کا دمکتا ہوا دن، شامِ رنج ہو یا صبحِ مسرت، دونوں ہی دلربا ہیں۔ الگ الگ رنگ ہے، الگ الگ شانیں ہیں۔ تجلی ایک ہے، لطف ایک ہے، حلاوت ایک ہے۔ ذوق صحیح ہو تو شیرینی بھی باعثِ لذتِ کام ودہن ہے اور تلخی بھی لطفِ ذائقہ وزبان ہے۔ انتظار میں ضرور ایک پریشانی ہے، کشمکش ہے، لیکن سچ بتائیے اس کشمکش انتظار

میں کیسی کچھ لذت ہے۔ مولانا جامی علیہ الرحمہ نے خوب کہا ہے:

با دو روزہ زندگی جامی نشد سیر غمت
چہ خوش بودے کہ عمر جاودانی داشتے

دیکھیے! ان کو تو یہی حسرت رہ گئی کہ عمر تھوڑی ملی۔ جیسا کچھ آپ کے غم سے آسودہ ہونا چاہتا تھا، نہ ہوسکا۔ رہتی دنیا تک یہ لگی رہتی تو شاید کچھ حاصل ہو جاتا۔

آپ کے خواب کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ عمر زیادہ ہوگی، بلکہ میرا خیال ہے کہ اب بہت کم رہ گئی ہے۔ وصالِ محبوب کا زمانہ اب قریب آ گیا ہے لیکن آپ کا تو انتظار اس درجہ شدید ہے کہ ایک ایک گھڑی برس بھر کی معلوم ہوتی ہے۔ ساری دیر اسی وجہ سے محسوس ہو رہی ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کی آواز بند ہوگئی ہے۔ غم نہیں، جس کو سنانا ہے وہ آواز کا محتاج نہیں ہے۔ بلا حرف وصوت کے بھی وہ سنتا ہے اور خوب سنتا ہے۔ ویسے میں آپ کے لیے روزانہ پابندی سے دعا کرتا ہوں۔ لیکن بہت نالائق ہوں، میرا خط ہی جب روک دیا جاتا ہے تو دعا بے چاری کہاں تک جاتی ہوگی؟ لیکن میں اپنے فرض سے غافل نہیں ہوں۔ امید ہے کہ آپ کے مزاج اچھے ہوں گے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۵؍ جمادی الاولی

□□□

الحاج ڈاکٹر منظور احمد صاحب

[۱]

محترم ومکرم جناب کرم فرمائے بندہ! زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاجِ گرامی!

بہت عرصہ ہوا آپ کا گرامی نامہ ملا تھا۔ اس وقت نہ وہ گرامی نامہ میرے سامنے ہے اور نہ اس کا مضمون مستحضر ہے، لیکن اتنا یاد ہے کہ آپ نے اپنے احوال اور دکھ درد کی کیفیات کا ذکر کیا تھا اور انھیں احوال وکیفیات کے متعلق میں آپ کی خدمت میں کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت لوگوں کے ہجوم، تخاطب کے انتظار اور فرصت کی کمی کی حالت میں یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔

محترما! میں اپنے آپ کو اس حیثیت میں نہیں پاتا کہ آپ کو کچھ تلقین کرسکوں۔ آپ ماشاء اللہ خود عالمِ دین ہیں، دنیا اور حالاتِ دنیا سے بخوبی واقف ہیں، پھر میں آپ سے کیا عرض کروں۔ دنیا اور دنیا کی زندگی تو ایک ڈھلتی چھاؤں ہے، یہ چھاؤں جب ڈھلتی ہے اور شام کا اندھیرا پھیلتا ہے تو تکالیف کے جھنڈ چلنے اور حملہ آور ہونے لگتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی یہ ڈھلتی چھاؤں غروب ہوتی ہے اور دائمی حیات کا سورج طلوع ہوتا ہے، پھر آدمی صاحبِ ایمان ہوتا ہے تو ہمیشہ کی زندگی کے ساتھ، ہمیشہ کی صحت وعافیت، ہمیشہ کا آرام، ہمیشہ کی راحت، ہمیشہ کا سکون اور ہمیشہ کی بے غمی، انسان کے لیے رضائے الٰہی کے سائے میں بہار ہی بہار بن کر رہتی ہے۔ پھر کیا کہنے! لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا کا قرار حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کی مصیبت کا مارا ہوا انسان جب ان نعمتوں کے تصور میں غرق ہوتا ہے اور ایمان کی یقینی کیفیتیں اس کی تصدیق کرتی ہیں تو وہ اپنا سارا غم واندوہ بھول کر حق تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے لگتا ہے اور جنت میں پہنچنے سے پہلے ہی اسے جنت کی حلاوت حاصل ہونے لگتی ہے۔

مولانا! حیاتِ مستعار کا دن اب شام ہونے کو آیا ہے۔ جنت کی روح پرور ہوائیں اب نہ محسوس ہوں گی تو کب محسوس ہوں گی؟ اب تو مسرت وشادمانی کے دن آرہے ہیں، دنیا کی تکلیف دہ گھڑیاں ختم ہورہی ہیں، آخرت کی پُرمسرت خوش حالیاں قریب سے قریب تر آتی جارہی ہیں۔ تکلیف کے بعد راحت کا نمبر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

إذا اشتدت بك البلوىٰ ففكر في الم نشرح
فعسر بين يسرين إذا فكرته فافرح

جب تمھیں بلاؤں کی سختیاں گھیریں تو سورہ الم نشرح میں غور کرو۔ اس میں ایک تنگی دو آسانیوں کے درمیان پا کر تم کو خوشی حاصل ہوگی۔

حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً، اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً۔ عُسر ایک ہے اور یُسر دو ہے۔ پھر کیا فکر ہے؟ اگر تھوڑی سی تکلیف آرہی ہے تو اول وآخر کی راحت اسے دبا لے گی، مٹا دے گی۔ اور جنت تو نعمتِ کبریٰ ہے کہ دنیوی ملال وکلال کا نام ونشان بھی نہ چھوڑے۔

یہ وقت وہ ہے کہ اس میں فسبح بحمد ربك واستغفره پر دل وجان سے عمل کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اپنا معمول بنالیا تھا، اور بکثرت سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ کا ورد فرمایا کرتے تھے۔ سنتِ نبوی پر عمل کرنا ہی اصل سرمایہ ہے۔ حق تعالیٰ مہربانی فرمائیں اور توفیق ارزانی فرمائیں۔ **آمین یارب العالمین بحرمة سید المرسلین علیه الف الف صلوة المصلین**

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

* * *

ماسٹر اطہر حسین صاحب پٹنہ

[ا]

عزیزم ماسٹر اطہر حسین سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل تمھارا خط ملا، میں انتظار کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمھیں خوش رکھے کہ تم کو مجھ سے مناسبت ہے۔ میرے دل میں بھی تمھاری محبت ہے۔ بہار کا سفر ماسٹر محمد قاسم صاحب کی برکت سے بہت اچھا ہو گیا، ورنہ میری کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جو کچھ اس میں خیر و برکت تھی وہ ماسٹر صاحب مدظلہ کے اثر سے تھی، ورنہ تو میں بہت اِدھر اُدھر آتا جاتا رہتا ہوں۔ میں نے یہ پورا سفر نامہ لکھ دیا ہے، شاید 'نقیب' میں چھپے، جو پھلواری شریف سے نکلتا ہے۔ پٹنہ اگر کبھی آنا ہوا تو ان شاء اللہ تم کو اطلاع کروں گا۔

میرے عزیز! انسان کی زندگی...... جو دنیا میں اسے عطا کی گئی ہے...... کا واحد مقصد اور اصل منشا یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو پہچانے، اس کی معرفت حاصل کرے اور اس کا ذکر کرے، اس کی بندگی کرے، اسے خدا مانے اور خود کو بندہ بنا کر پیش کرے۔ سانس کی یہ آمد و رفت اسی واسطے ہے کہ اپنی طاقت کے بقدر اس ذاتِ وحدہ لاشریک لہ کو پہچان کر اس کے حقوق کی ادائیگی میں صرف ہو جائے۔ دنیا اور اس کی تمام الجھنیں آہستہ آہستہ آدمی کا ساتھ چھوڑتی چلی جاتی ہیں۔ جوں جوں آدمی بچپن سے جوانی کی طرف ترقی کرتا ہے، اس کی دنیاوی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ لیکن جیسے ہی عمر ڈھلنے لگتی ہے، ان ذمہ ذاریوں میں تخفیف شروع ہو جاتی ہے، یہاں تک موت سب سے سبک دوش کر دیتی ہے۔ لیکن دیکھو کہ جوانی سے لے کر بڑھاپے تک اور پھر موت کی آغوش اور قبر کی تنہائی تک بلکہ اس کے آگے بھی ایک ذاتِ پاک کا سابقہ یکساں قایم رہتا ہے۔ سب تقاضے، سب ضروریات، سب آسایشیں، مال ہو یا دولت، جاہ و مرتبہ ہو یا حکومت و امارت ہو، سب ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن ایک چیز جو اول سے آخر تک ہمہ

وقت باقی اور قایم ودایم رہتی ہے، وہ حق تعالی کے ساتھ تعلق ووابستگی ہے۔ تو پھر کیوں نہ ہر حال میں انھیں کوراضی کرنے کی فکر کی جائے۔ یہی سب سے بڑی دولت ہے، عزت ہے، مرتبہ ہے، باقی سب بیکار۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم جمادی الاولی ۱۴۱۱ھ

……………

[۲]

عزیزم اطہر حسین سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت دنوں کے بعد تمھارا خط ملا۔ تمھاری محبت وعقیدت اور شوقِ ملاقات سے طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے بالکل پہلی نظر میں جب میں نے تمھیں دیکھا تھا، اسی وقت دل میں تمھاری محبت آگئی تھی۔ اور پھر جب تک تم ساتھ رہے، یہ محبت بڑھتی ہی رہی اور اب ماشاء اللہ خط لکھنے کے انداز سے اس میں اور اضافہ ہو رہا ہے۔ تم کوشش کرو کہ جلد جلد خط لکھنے کی نوبت آئے۔ ان شاء اللہ تم کو بزرگوں کا فیض پہنچے گا۔ جس قدر اللہ کے دوستوں سے محبت ہوگی اسی قدر اعمالِ نیک کی توفیق ہوتی رہے گی۔ نماز باجماعت کی تکبیر اولی کے ساتھ پابندی تو کرتے ہی ہوگے، اور حضرت (مولانا مسیح اللہ صاحب) جلال آبادی مدظلہ العالی کی طرف سے جن اذکار کی تلقین ہوئی ہو، انھیں پابندی اور اہتمام کے ساتھ ادا کرتے رہو۔

میں تمھارے لیے دل وجان سے دعا کرتا ہوں۔ جن صاحب کے لیے تم نے دعا کے لیے لکھا ہے، ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالی صحتِ کلی عطا فرمائے۔ اب لکھو کہ ان کا کیا حال ہے۔

تمھارے خط میں املا کی غلطیاں بہت ہوتی ہیں، میں نے صحیح کر دیا ہے۔ غور سے ذہن میں بیٹھا لو اور پھر اس کو سامنے رکھ کر لکھو، تاکہ غلطی نہ ہو۔

فی الحال تو پٹنہ کی طرف سفر کا ارادہ نہیں ہے، ارادہ ہوگا تو مطلع کروں گا ان شاء اللہ۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۴؍رجب ۱۴۱۱ھ

……………

[۳]

عزیزم!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ تمھارے حالات کی تفصیل سے طبیعت بہت متاثر ہوئی۔ اللہ تعالی تم کو علمِ نافع، عملِ صالح اور اپنی نسبتِ کاملہ عنایت فرما کر اپنی رضا و خوشنودی سے سرفراز فرمائے۔

اس مرتبہ پھر خط پر اصلاح کردی ہے، ان اصلاحات کو غور سے دیکھو اور ان کی مشق کرلو۔ ان شاء اللہ چار پانچ خط کے بعد تمام غلطیاں نکل جائیں گی۔ حضرت ماسٹر صاحب کو خط لکھتے ہو یا نہیں؟ تمھاری محبت سے طبیعت بے حد خوش ہے۔ تمھارے لیے دل سے دعا کرتا ہوں اور اپنے لیے بھی دعا کا طالب ہوں۔ محمد سلطان صاحب کے انتقال سے رنج ہوا، اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے۔ بے شک حق تعالی کے ہر کام میں حکمتیں ہوتی ہیں۔ ہم جاہل اور نادان بندے ان حکمتوں کو نہیں سمجھ پاتے، اس لیے پریشان ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالی سب کے کارساز ہیں۔ ہم بندے دوسروں کی صرف ہمدردی اور غم خواری ہی تو کرسکتے ہیں، کام بنانے والے تو اللہ تعالی ہیں۔ ان کا ہر فیصلہ برحق ہے، وہی مالک ومختار ہیں۔ رنج کی اجازت ہے، صرف اجازت ہی نہیں، آدمی اگر رنج محسوس کرے اور پھر اس پر صبر کرے تو اجر بھی بہت زیادہ ہے۔ پس مرحوم کے لیے دعا کرو اور ان کے والدین اور بچوں کے ساتھ جس قدر ہمدردی اور تعاون کرسکو، کرو۔ حق تعالی کفیل و سازگار ہیں۔ میں بھی ان کے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳۰/رجب ۱۴۱۱ھ

……

[۴]

عزیزم!   وفقنی اللہ وایاکم لما یحب ویرضی

خدا کرے تم ہر طرح بعافیت ہو۔ پرسوں ۲/رمضان المبارک کو تمھارا خط شیخوپور سے لوٹ کر گھر پر ملا۔ اب تو رمضان کا مقدس مہینہ شروع ہوگیا ہے۔ نیک لوگوں کے لیے یہ موسمِ بہار ہے۔ اس میں ہر نیکی میں جان پڑ جاتی ہے، ثواب کی مقدار اس میں بڑھادی جاتی ہے۔ امید ہے

کہ تم بھی حق تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں جد و جہد کر رہے ہو گے۔ ایسے میں اگر یاد آ جاؤں تو میرے لیے دعا کر دینا۔ تمھارے حسنِ ظن سے، جو تم کو میرے باب میں ہے، سخت شرمندگی ہوتی ہے۔ تم تو نہ جانے کیا کیا سمجھتے ہو، اور ایسا محض حسنِ ظن کی بنا پر کرتے ہو۔ یہ حسنِ ظن تمھارے لیے تو ایک عبادت اور تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے مگر میرا جو حال ہے اسے دیکھتے ہوئے سوائے حسرت و ندامت کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دستگیری فرمائیں اور تم لوگوں کے حسنِ ظن کو قبول فرما کر کسی لائق بنا دیں۔ آمین

رمضان سے پہلے اِدھر اُدھر مارا پھرتا رہا، اب گھر پر بیٹھا رحمتِ الٰہی اور مغفرتِ ذُنوب کا منتظر ہوں۔ ہوتا جاتا کچھ نہیں، بس انتظار کیے جاتا ہوں۔ دعا سے میری مدد کرو، میں بھی تمھارے لیے دعا کرتا ہوں۔

حضرت ماسٹر صاحب کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہے، بالکل صحیح ہے، وہ ایسے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات سے ہم لوگوں کو مستفید فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۴؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا اس سے پہلے والا خط بھی ملا تھا، مگر شیخو پور سے لوٹ کر میرے گھر آیا تھا، اس لیے دیر ہوئی، تاہم اس کا جواب میں نے فوراً دیدیا تھا۔ اس کے بعد دوسرا خط بھی رمضان میں ہی ملا مگر اس وقت مجھے کاغذ قلم کی طرف بالکل توجہ نہ تھی، اس لیے جواب نہیں لکھ سکا۔ تمھیں انتظار رہا ہوگا، اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ اس خط میں پہلے خط والا ہی مضمون ہے، کوئی نئی بات نہیں، اس لیے فقط دعا پر اکتفا کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ تم کو اور مجھ کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۸؍شوال ۱۴۱۱ھ

……

[۶]

عزیزم! رزقکم اللہ توفیقاً حسناً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں، اور حج سے بخیریت واپسی ہوگئی۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں۔

سفر حج میں جانے سے پہلے ایک خط تمھارا ملا تھا، اس کا جواب میں نے فوراً لکھا تھا، شاید ملا نہیں۔ سفر حج میں تمھارے لیے دعا کی ہے۔

(سفر حج سے) ابھی ۲۹؍جولائی کو واپسی ہوئی ہے۔ ابھی تک سکون سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا ہے۔ خطوط بھی بہت سے جمع ہوگئے ہیں۔ فرصت بالکل نہیں ہے۔ سب سے پہلے تمھارے خط کا جواب لکھ رہا ہوں۔ اس وقت مختصر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۴؍محرم ۱۴۱۲ھ

……

[۷]

عزیز گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ ہاں مشغولیت تو بہت ہے، لیکن اسی میں سب کام بحمد للہ انجام پاتے رہتے ہیں۔

یہ بات بذاتِ خود درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کاملین کے ساتھ یہی معاملہ کرتے ہیں، مگر اس کا تعلق ہم جیسے ناقصین کے ساتھ کچھ نہیں ہے، جو زمین پر محض بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ جن کی کل مشغولیت کا حاصل یہ ہے کہ کھانے کو مل جائے، کچھ جاہ ومرتبہ حاصل ہو جائے اور بس۔ اپنا حال تو یہی نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۵؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

……

[۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر وعافیت ہوں۔ تمھارے خط کا انتظار تھا، الحمد للہ کل موصول ہوا۔

معذرت کی ضرورت اس لیے ہے کہ میں بھی بندہ اور انسان ہوں، اور بڑائی کی کوئی شان اپنے اندر نہیں پاتا۔ پس لامحالہ اپنی غلطیوں سے شرمندہ رہتا ہوں۔

غلطیاں نظر انداز کہاں کرتا ہوں، میں تو صاف صاف اصلاح کر دیتا ہوں۔ اصلاح کی ضرورت کا پتہ تم کو کیا؟ یہ تو مصلح ہی جانتا ہے۔ تم اپنی طرف سے تجویز پیش کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ (اور) اس کی (بھی) خواہش نہ کرو کہ تمھاری اصلاح میں لوگ طریقۂ سنت ترک کر دیں۔

پندرہ بیس روز کے بعد سفرِ حج پر جانے والا ہوں۔ یہ خط ملتے ہی فوراً خط لکھو، تاکہ مجھے سفر سے پہلے مل جائے۔ اگر خدا نے بخیر وخوبی پہنچا دیا تو تمھارے لیے دعا کروں گا ان شاء اللہ۔

تمھارے لیے دل وجان سے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم ذوقعدہ ۱۴۱۱ھ

……

[۹]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں تین ہفتہ تک مدرسہ سے باہر رہا۔ واپسی پر تمھارا خط ملا، فوراً جواب لکھ کر روانہ کر دیا ہے، اب مل گیا ہوگا۔ تم کو جواب کا انتظار شدت سے تھا، اللہ تعالیٰ نے تمھاری تشفی کا سامان کر دیا۔ تمھاری محبت سے طبیعت پر بہت اثر ہے۔

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ عالمِ باعمل اور مجاہد فی سبیل اللہ بنائے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ پہلا بچہ ہے، اس لیے مجھے بہت تشویش تھی۔ پہلی پیدائش میں ذرا دشواری زیادہ ہوتی ہے، اس لیے میری طبیعت بہت زیادہ ادھر متوجہ تھی۔ اب معلوم ہوا کہ یہ چوتھی اولاد ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے۔ لڑکے کا نام پسند نہیں آیا، پہلے خط میں بھی لکھ چکا ہوں، اگر کوئی دشواری نہ ہو تو بدل دو۔ انور حسین، اختر حسین یا ازہر حسین وغیرہ کچھ رکھ دو۔

(تمھارے لیے) دل و جان سے دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں اپنا خاص الخاص مقرب بندہ بنا لے۔ دونوں جہاں کی بھلائیاں نصیب فرمائے، دونوں جہاں کی برائیوں سے بچائے، دونوں جہاں میں ہم سب سے راضی ہو جائے اور ہمارے ایمان، اسلام اور احسان کی تکمیل فرما کر خاتمہ بالخیر فرمائے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۱/ جمادی الاخری ۱۴۱۲ھ

……………………………………

[۱۰]

عزیزم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

رمضان میں کتاب ملی تھی، اس کے ساتھ خط بھی تھا، اس کا جواب دیا تھا۔

سالکین کے لیے یہ چیزیں لازم ہیں، اسے ’’تلون‘‘ کہتے ہیں۔ بس کرتے رہو، یہ رنگینیاں ہیں جن سے سلوک اچھی طرح طے ہوتا ہے۔

میری طبیعت ۱۲/ مئی سے مسلسل خراب ہے، لُو لگ گئی تھی، اب تک بستر پر ہوں۔ آج کل رخصتِ علالت لے کر گھر پر ہوں۔ دعا کرو کہ صحت حاصل ہو جائے۔

کلیم صاحب کی کتاب جب ’’فصل بہاراں آئی تھی‘‘ ایک عدد لے کر پوری قیمت کے ساتھ درج ذیل پتے پر وی، پی کر دو۔ ضرورت ہے ورنہ میری کتاب چھن جائے گی۔

والدہ کے لیے خصوصیت کے ساتھ دعا کرتا ہوں۔ ان سے میرا بھی سلام کہو اور دعا کے لیے بھی۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۵/ ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ

……

[۱۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا مفصل خط ملا۔ تزکیۂ نفس کے متعلق جو سوال تم نے کیا ہے، اس کا مختصر جواب تو میں نے خط کے ساتھ ساتھ دیدیا ہے۔ اب اس کی تھوڑی سی تفصیل سن لو۔

نفسِ انسانی ہمیشہ گناہ اور لذت کے کاموں کی طرف لپکتا ہے، جس میں اسے لطف آئے اسی پر ٹوٹتا ہے، خواہ اس کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے۔ اسی لیے ظاہری طہارت کے مسائل بھی نفس پر شاق گزرتے ہیں۔ مثلاً استنجا وطہارت کے تقاضے پورا کرنے میں نفس کو گرانی ہوتی ہے۔ اسی طرح نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ جن کا تعلق بہت کچھ ظاہر سے بھی ہے، یہ بھی نفس پر گراں ہے۔ لیکن تزکیہ کا زیادہ تر تعلق باطنی چیزوں سے ہے۔ تو اصل یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو باطنی رذایل سے پاک کرے۔ جب رذایل سے اس کا نفس پاک ہوجائے گا تو ظاہری طہارت بھی اس کے لیے سہل ہوجائے گی۔ کیوں کہ ظاہر تو باطن کا تابع ہے۔ باطن جب درست ہوتا ہے تو ظاہر بھی اچھا ہوجاتا ہے۔ اور جب تک کامل تزکیہ نہ ہو انسان خدا کا قرب نہیں حاصل کرسکتا ہے۔ کامل تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ رذایل جن کی طرف نفس دوڑتا ہے، ان کا جذبہ مغلوب ہوجائے۔ یہ نہیں کہ سرے سے ان کا تقاضا ہی نہ پیدا ہو، یہ تو بہت اونچا مقام ہے، بلکہ یہ کہ تقاضا پیدا ہو تو اس کا دبالینا سہل ہو۔ اگر یہ کیفیت حاصل ہے تو نفس کا تزکیہ ہوگیا، اب اس میں ترقی ہوتی رہے گی۔ جس قدر زیادہ ترقی ہوگی اسی کے بقدر قربِ خداوندی زیادہ حاصل ہوتا رہے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ سب رذایل مغلوب ہوجائیں۔ اگر کوئی رذیلہ زندہ وطاقت ور ہے تو نفس کے تزکیہ میں ابھی کوتاہی ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ اسی کی وجہ سے آدمی بالکل محروم ہوکر رہ جائے۔ مثلاً ایک شخص میں بخل کا رذیلہ نہیں ہے مگر کبر ہے تو یہ اسے لے ڈوبے گا۔

ہاں کامل تزکیہ کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس سے گناہ کا صدور بالکل نہ ہو۔ کبھی انسان

کسی فوری چیز سے متاثر ہو کر گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، لیکن اسے ساتھ ساتھ تنبہ اور احساس بھی ہو جاتا ہے اور وہ فوراً توبہ کر لیتا ہے۔ لیکن یہ ہے کہ اس سے معصیت کا صدور بکثرت نہیں ہوگا۔ اگر بکثرت گناہ ہو رہا ہے تو سمجھنا چاہیے کہ نفس کا تزکیہ نہیں ہوا ہے۔ کامل تزکیہ ہونے کے بعد انسان میں ایسا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اسے طاعات کی شدید رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اسی صورت میں انسان خدا کا مقرب ہوتا ہے۔ باقی جہاں تک مغفرت کا تعلق ہے تو اس کے لیے مقرب ہونا شرط نہیں ہے، صرف مومن ہونا شرط ہے۔ صاحبِ ایمان ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں گے اگر چاہیں گے، مگر مقربین والی بات نہیں حاصل ہوگی۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۲؍محرم ۱۴۱۳ھ

……………………………………

[۱۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت پرانا خط ہے، شعبان میں تم نے لکھا تھا اور مجھے اب ملا ہے۔ بہر حال جواب تو تازہ ہے، اس لیے لکھ رہا ہوں۔ اس سے پہلے میں نے ایک خط لکھا تھا، اس میں لکھا تھا کہ کلیم عاجز صاحب کی جو کتاب تم نے رمضان میں مجھے بھیجی تھی، وہی ایک عدد اور لے کر حاجی عبد الرحمان صاحب محلّہ اتراری پوسٹ خیر آباد ضلع مئو کے نام وی، پی کر دو۔ کتاب کی قیمت اور ڈاک خرچ ملا کر جتنا صرفہ ہو، کل کی وی، پی کر دو، حاجی صاحب اسے چھڑا لیں گے۔ کلیم صاحب ہوں تو انھیں سلام کہو اور کتاب لے کر بھیج دو۔

مشکل تو ہے مگر کسی کو اس بنا پر حقیر اور خود کو افضل کبھی نہ سمجھنا۔ لوگ جو کچھ کریں اس پر اس حیثیت سے نظر ڈالو کہ میں اس میں ملوث نہ ہو جاؤں۔ اور اس نیت سے روکو کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کا دنیا سے خاتمہ ہو۔ باقی کرنے والے کو بنظرِ حقارت نہ دیکھنا۔

غیر مسلم سے نکاح کرنا بہت بڑی معصیت ہے، مستقل زنا کا ارتکاب ہوتا ہے، مگر ہے وہ مسلمان ہی۔ اس کے سلام کا جواب دینا درست ہے۔ البتہ اس کے اس فعلِ قبیح سے نفرت ظاہر

کرنے کے لیے سلام کا جواب نہ دینا مناسب ہے۔

خدا تعالی بچے کو دین کی، آخرت کی ذہانت نصیب فرمائے اور اس کے ذریعہ سے دلوں کو نور بخشے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۹؍محرم ۱۴۱۳ھ

……………………………

[۱۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ خدا تعالی ہم سب کو نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہی بات منع ہے، کسی کے کام کو اگر وہ برا ہے تو برا سمجھو، لیکن اپنے کو اس شخص سے اچھا نہ سمجھو۔ ممکن ہے اس سے بڑی برائی کوئی ہمارے اندر ہو۔ اپنے نفس کی خرابیوں کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے۔

وضو کا بچا ہوا پانی کام میں لایا جا سکتا ہے۔

سب گھر والوں کو میری طرف سے سلام و دعا عرض کردو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲؍صفر ۱۴۱۳ھ

……………………………

[۱۴]

عزیز مکرم! **سلمہ اللہ تعالی**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کے فضل و کرم اور تم لوگوں کی دعاؤں سے میں نہایت خیر و عافیت کے ساتھ وقت پر مدرسہ پہنچ گیا۔

عورتوں کے لیے جنتی مرد ہوں گے۔ ایک عورت کا ایک ہی شوہر تو ہوگا، ایک سے زیادہ

شوہر کی نہ عورتوں کو ضرورت ہے نہ طلب۔ اب اگر اس کا شوہر جنتی ہے تو وہی ملے گا اور اگر خدا نخواستہ ایسا نہیں ہے تو جیسا چاہے گی اس کی مرضی کے مطابق معاملہ ہوگا۔

یہ خط میں لکھنؤ سے لکھ رہا ہوں۔ آج ایک ضرورت سے لکھنؤ آیا ہوا ہوں، رات میں دہلی جانا ہے، ان شاء اللہ دو تین روز میں واپسی ہوگی۔ تم لوگوں نے پٹنہ میں جس محبت و تعلق کا ثبوت دیا ہے، اس سے طبیعت بہت متاثر ہے۔ حق تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے شایانِ شان جزا عنایت فرمائے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۰؍ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

……

[۱۵]

عزیزمن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک خط میں نے ڈیڑھ ماہ قبل بھیجا تھا تمھارے نام بھی اور قمر عالم کے نام بھی۔ لیکن معلوم نہیں ہو سکا کہ ملا یا نہیں؟ اس خط میں تم نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ خدا کرے مل گیا ہو۔ قمر عالم اگر ہو تو اسے بھی سلام کہہ دو اور میری بات اسے بھی پہنچا دو۔

نوری کا اگر مطلب یہ ہے کہ آپ محض نور ہیں، تو یہ غلط ہے۔ آپ ﷺ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور باپ جس جنس کا ہوتا ہے بیٹا بھی اسی جنس کا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے سب انسان خاکی ہیں۔ اور اگر نوری کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم و جان میں اپنا خاص نور رکھ دیا تھا تو اس معنی کے اعتبار سے بلا شبہ آپ نوری تھے۔ تو ایک لحاظ سے آپ خاکی ہیں کہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ایک اعتبار سے آپ نوری ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خاص نور آپ کو عطا ہوا تھا۔

لاعلمی واقعی بہت ہے مگر ہم کو اپنی لاعلمی دور کرنے کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ اپنی وسعت کے بقدر لوگوں میں کوشش کرنی چاہیے، اور ان کے درپے نہ ہونا چاہیے۔ حساب کتاب خدا کے ذمہ ہے، سب خدا کے بندے ہیں، وہ ان کا حساب کتاب جانیں، ہمیں اپنا فرض بجا لانا چاہیے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲؍ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ

……………………………………

[۱۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد اللہ خیریت سے ہوں اور تمھارے لیے دل سے دعا گو ہوں۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل صرف اللہ کے لیے ہو، اس کی رضا و خوشنودی کے علاوہ اس کی اور کوئی غرض نہ ہو۔ اس کا ایک ابتدائی درجہ یہ ہے کہ آدمی ہر کام کو سوچ سوچ کر کرے کہ یہ کام یا یہ کلام صرف خدا کے لیے کر رہا ہوں۔ اس کے بعد یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کر کے اور اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر اللہ کی محبت بڑھاتا رہے۔ اس محبت سے اخلاص میں ترقی ہوگی اور سہولت بھی ہوگی۔ یہ ترقی اخلاص کی قوت میں ہوگی اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے، لیکن اس میں اس حد تک ترقی دینا فرض ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دوسری کسی غرض کا شائبہ نہ رہے۔ رہا جنت کے حصول یا دوزخ سے نجات کی غرض تو یہ عین مقصود ہے۔ کیوں کہ یہ قربِ الٰہی ہی کے مقامات ہیں۔

والدہ مکرمہ کی تکلیف سے رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور تضرع وزاری سے دعا ہے کہ انھیں عافیت نصیب ہو اور جلد صحت عطا ہو۔ آمین

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۲۴؍ رجب ۱۴۱۳ھ

……………………………………

[۱۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط بہت پہلے ملا تھا مگر اس کے معاً بعد میں ایک لمبے سفر پر چلا گیا، اس لیے جواب میں بہت تاخیر ہوگئی۔ تمھیں انتظار رہا ہوگا۔ کل دوسرا خط بھی آگیا، اب دونوں کا جواب ایک ہی دن لکھ رہا ہوں۔ انتظار کی تکلیف اٹھانی پڑی، اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔

وحیِ جلی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن کے

الفاظ لے کر آئے، یہ وحیِ جلی ہیں۔ اور اگر جبرئیل علیہ السلام قرآن لے کر نہیں آئے بلکہ اس کے علاوہ اللہ کا کوئی پیغام لائے یا براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے قلبِ مبارک پر اللہ کی طرف سے کوئی بات آگئی تو اسے وحیِ خفی کہتے ہیں۔ اولیا کا قلب چوں کہ نبی کے قلب کی طرح معصوم نہیں ہوتا، اس لیے ان کے دل پر اللہ کی طرف سے جو بات آتی ہے، اسے وحیِ خفی نہیں کہہ سکتے، بلکہ اسے الہام کہیں گے۔ (اور) اولیا کا الہام خود کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔ اس لیے محدثین اور دوسرے لوگوں کے لیے (اس سے کوئی) روایت (یا حکم) ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں (اتنا ہے کہ) اللہ کی رحمت سے انھیں خاص نظر ملتی ہے، جس سے بہت سے غیبی حقایق کھل جاتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال جو ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ سے صادر ہوتے ہیں وہ سب اللہ کی مرضی کے مطابق ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کا تعلق علم سے نہیں، یعنی علم کے حاصل کرنے کا جو ذریعہ ہے، اسی ذریعہ سے حاصل ہوگا۔ کسی حدیث کے صحیح، حسن یا ضعیف ہونے کا علم جن ذرایع سے ہوتا ہے انھیں ذرایع سے ان کا فیصلہ ہوگا۔ اس سلسلے میں کشف، الہام، خواب یا کسی بزرگ کا عمل دلیل نہیں ہے۔ شریعت کی حفاظت اسی میں ہے۔ کیوں کہ کسی کا بزرگ ہونا، اللہ کا مقرب ہونا، اس پر اللہ کی طرف سے الہام ہونا، یہ سب غیبی اور مخفی امور ہیں۔ یقین کے ساتھ کسی کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بزرگ اللہ والے ہیں، علامتوں سے یہ پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن علامات میں غلطیاں بھی بہت ہوتی ہیں۔ اسی لیے علمِ شریعت کا مدار ولایت اور تقوی پر نہیں ہے، تحصیل علم پر ہے۔ اسی لیے بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ علم کے باب میں علما کی طرف رجوع کرتے رہے ہیں۔ ہاں اگر کسی بزرگ کا کشف یا الہام علمِ شریعت کے مطابق ہو تو مقبول ہے۔ غرض اس سلسلے میں مدار علم کے انھیں طریقوں پر ہے جو اب تک دستور ہیں، کشف و الہام پر مدار نہیں ہے اور نہ وہ علم کے باب میں معتبر ہیں۔ امید ہے کہ اس بات کو سمجھ گئے ہو گے، اگر کچھ خلجان باقی ہے تو پھر لکھو۔

کلیم عاجز صاحب آج کل ہیں یا نہیں؟ شبِ برات بعد میرا ارادہ پٹنہ آنے کا ہے اور ان سے ملاقات کرنے کا ارادہ ہے۔ ان کی کتاب ''جب فصل بہاراں آئی تھی'' اور ''وہ جو شاعری کا سبب ہوا'' اگر مل جائے تو ان کے یہاں سے پہلی کتاب ایک عدد اور دوسری کتاب دو عدد لے کر

رکھ لو، میں آ کر قیمت دے کر لے لوں گا۔ اور کلیم صاحب موجود نہ ہوں تو کتاب لے کر نیچے لکھے ہوئے پتہ پر وی، پی سے روانہ کر دو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۴؍رجب ۱۴۱۳ھ

……………………

[۱۸]

برادر عزیز!　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ دو ہفتہ قبل طبیعت خراب ہوگئی تھی، اسنوفیلیا کا زور ہو گیا تھا۔ اب بحمد للہ آرام ہے، کچھ کچھ تکلیف باقی ہے۔ دعائے صحت کرو اور یہ کہ اخلاص کے ساتھ دین کے کاموں کی توفیق ملے۔

یہ خود تمھاری دعا، اخلاص اور محبت کا اثر ہے، ورنہ مجھ بے چارے کی دعا کی کیا حقیقت اور اس کی کیا پہنچ ہے؟

اس سلسلے میں اپنی طاقت بھر کوشش کرنی چاہیے۔ معاشرہ ہمارا غیر مسلم حکومت اور غیر مسلموں کی رفاقت کی وجہ سے نہایت بگڑ چکا ہے۔ علما اس کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں مگر طاقت وقوت نہ ہونے کی وجہ سے یہ کوششیں زیادہ موثر نہیں ہوتیں۔ لیکن اپنا کام کوشش کرنا ہے، کسی کو منوانا ذمہ داری میں داخل نہیں ہے۔ البتہ ایسے لوگ جو کھلم کھلا گناہ کے مرتکب ہوں اور اس پر جرات کرتے ہوں، ان سے قطعِ تعلق رکھنا ضروری ہے۔ اس عورت کو سمجھاؤ کہ اپنا معاملہ امارتِ شرعیہ میں پیش کر کے شوہر سے نکاح فسخ کرا لے اور اگر نہ مانے تو اس سے تعلق منقطع کر لو۔ اسی طرح اس آدمی کو بھی سمجھانے یا دوسرے سے سمجھوانے کی کوشش کرو۔ باقی نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

تمھاری پریشانی بجا ہے لیکن کیا کیا جا سکتا ہے؟ اپنی والی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ میں تو اسی میدان میں رہتا ہوں، طرح طرح کے سابقے پڑتے رہتے ہیں، کتنے خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔ مگر دو بات ہمیشہ پیش نظر رہتی ہے جس سے توازن برقرار رہتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت کے بقدر مکلّف بنایا ہے۔ دوسرے یہ کہ سب کی ہدایت وضلالت کا مسئلہ خدا

کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ گوکہ ہمیں اپنی طاقت کا اندازہ لگانے میں غلطی ہوتی ہے، تاہم کچھ نہ کچھ کوشش ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔

والدہ صاحبہ کو میرا بھی سلام عرض کرو اور سب گھر والوں سے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں، میرے لیے بھی دعا کرو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۱/شعبان ۱۴۱۳ھ

……

[۱۹]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنے کے بعد ایک کارڈ بھیجا ہے، ملا ہوگا۔ الحمد للہ بہت عافیت کے ساتھ گھر پہنچ گیا تھا، لیکن رمضان المبارک کی ابتدا ہی سے طبیعت کچھ کچھ ناساز چل رہی ہے۔ دعا کی ضرورت ہے۔ اللہ کے فضل سے روزہ، تراویح وغیرہ سب ادا ہورہے ہیں، لیکن مرض کی وجہ سے طبیعت پر بے کیفی ہے۔ خیر جو خدا کی مرضی ہو بندہ اسی پر راضی ہے۔

جتنی رکعت امام کے پیچھے نہیں پڑھی ہے، جب اسے پورا کریں گے تو اس میں پڑھنے والا امام کے پیچھے نہیں ہے بلکہ اپنی نماز گویا الگ پڑھ رہا ہے۔ اس لیے اس میں سورہ فاتحہ بھی پڑھے گا اور جہاں سورہ ملانی ہو، سورہ بھی ملائے گا۔ اور مسافر امام کے پیچھے جب شروع سے مقیم مقتدی شریک رہا ہے تو بعد میں جو رکعت پوری کرے گا، وہ چھوٹی ہوئی رکعت نہیں ہے، بلکہ وہ ایک طرح سے اب بھی امام کے پیچھے ہے، اس لیے اس میں سورہ فاتحہ وغیرہ نہ پڑھے گا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۵/رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

……

[۲۰]

برادرِ عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ اچھا ہوں۔

میرے جیسا تو نہیں، کیوں کہ میں اپنے کو اخلاص کے کسی معیار پر نہیں پاتا۔ البتہ یوں کہو کہ اللہ تعالی اپنی پسند کے مطابق اخلاص اور قربانی نصیب فرمائیں۔

یہ طریقہ اور یہ محفل میلاد بدعات وخرافات سے خالی نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کی دعوت اور اس کی شرکت سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے۔ بہت مجبوری ہو تو شرکت کی گنجایش ہے۔ کسی اچھے طریقے سے معذرت کر دینی چاہیے۔

میری جانب سے بھی گھر والوں کو سلام و دعا کہہ دو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۷/ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

……

[۲۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں اور تمھارے لیے حق تعالی کی جناب میں دعا گو ہوں۔

اللہ تعالی ولادت کے تمام مرحلوں کو خیر وخوبی کے ساتھ پورا کرے اور مولود صالح اور خوش بخت نصیب کرے۔

کوئی مدت نہیں ہے۔ تولد کے بعد جب تک عورت کو خون آتا رہے گا، جس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، خون آنے تک صحبت کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر چالیس دن سے پہلے خون بند ہو جائے تو صحبت کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر چالیس دن کے بعد بھی خون آتا رہے تو بھی چالیس دن پورا کرنے کے بعد صحبت جائز ہے۔

دنیا کا نقصان تو صحت کی بربادی ہے اور آخرت میں حق تعالی کی ناراضگی۔ اللہ کا شکر ادا کرے۔ کسی نیک اور صالح آدمی سے تحنیک کرائے۔ تحنیک کا مطلب یہ ہے کہ وہ آدمی کوئی میٹھی چیز مثلاً کھجور وغیرہ چبا کر اس کی شیرینی بچے کو چٹا دے۔ داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہنا تو معلوم ہی ہے۔ ایک ساتھ سب اولاد کا عقیقہ کرنا درست ہے۔

ایک غیر مسلم کے متعلق ایک خط آج ملا۔ اس کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اسے

ہر قسم کے ظلم وستم سے نجات دے۔ ایک تعویذ بھیج رہا ہوں، کہہ دو کہ داہنے بازو پر موم جامہ کر کے یا جنتر میں ڈال کر باندھ لے اور دس پانچ روپے کسی غریب کو دیدے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۸/ صفر ۱۴۱۴ھ

……………………………………

[۲۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماشاء اللہ تمھارا خط بہت عمدہ ہے، دل سے دعا نکلی۔ تم نے جو جو گمان کیا ہے اللہ تعالی مجھے اس کے مطابق بنا دے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں کی محبت وتعلق سے دل کو بڑی طاقت رہتی ہے۔ ویسے جن بلند مقامات کی جانب تم نے اشارے کیے ہیں، وہ میری ہمت اور حوصلہ سے بڑھ کر چیزیں ہیں۔ میں تو بہت کمزور، سست اور نفس کی خواہش پر چلنے والا ہوں۔ میری تو اللہ تعالی محض مغفرت فرما دیں تو میں سمجھوں گا کہ بہت اونچے درجات مجھے مل گئے۔ ہاں تم لوگوں کے حسنِ ظن کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ کچھ کام بن جائے۔

ہوسکتا ہے کہ شعبان میں کلکتہ جانا ہو تو اس موقع پر ان شاء اللہ آؤں گا۔ والدہ مکرمہ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالی انھیں عافیت وسلامتی کے ساتھ رکھے اور مرتے دم تک اسلام واعمالِ صالحہ کی توفیق بخشے اور خاتمہ بالخیر ہو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱/ جمادی الاخری ۱۴۱۴ھ

……………………………………

[۲۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ اچھا ہوں۔ شہادت کے دو معنی ہیں، ایک تو گواہی دینا، حاضر ہونا۔ دوسرے اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دینا۔ تم نے جو صورتیں شہادت کی لکھی ہیں یہ سب صحیح ہیں۔ حاصل

سب کا ایک ہی ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے آدمی جہاد کرے اور اس میں مارا جائے۔

شاید تم شہید کہنا چاہتے ہو، مشہود کوئی شرعی لفظ نہیں ہے۔ شریعت میں شہید وہ مومن ہے جس نے خدا کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے جان دی ہو، یعنی اسے مار دیا گیا ہو۔ اس کے علاوہ بھی بعض موتوں کو شہادت کہا گیا ہے، لیکن وہ اصل شہادت نہیں ہے۔ اصل شہادت وہی ہے جسے اوپر لکھا گیا۔

ایک شخص وہ جو اللہ کی راہ میں گردن کٹا دے اور ایک وہ جو اپنی موت مرے، اگرچہ وہ زندگی بھر اطاعت میں رہے، دونوں کا نام ایک کیسے ہو سکتا ہے؟ اور دونوں کو شہید کیوں کہیں گے؟ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرا شخص اور فضائل کے اعتبار سے شہید سے بڑھ جائے مگر وہ شہید نہ ہوگا۔ دیکھو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امت میں سب سے افضل ہیں، مگر وہ شہید نہیں ہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کون ہوگا، مگر آپ بھی شہید نہیں ہیں۔

مومن اور مسلم ایک ہی بات ہے۔ کبھی کبھی ظاہری اطاعت کو جب کہ دل میں اطاعت کا جذبہ نہ ہو، اسے بھی اسلام کہہ دیا جاتا ہے۔ مگر یہ اسلام ایسا ہے کہ اس پر نجات نہیں ہوتی۔ البتہ دونوں کے مفہوم میں کبھی کبھی یہ فرق بتایا گیا ہے کہ دل سے ماننے کا نام ایمان ہے اور زبان سے کلمۂ شہادت کا اقرار، نماز، روزہ، حج، زکوۃ ادا کرنے کا نام اسلام ہے۔ مگر مومن اور مسلم الگ الگ چیز نہیں ہے۔ جو مومن ہے وہی مسلم ہے اور جو مسلم ہے وہی مومن ہے۔

الحمد للہ اب اچھا ہوں، سوائے قدرے کمزوری کے اور کوئی بات نہیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱ر جمادی الاخری ۱۴۱۴ھ

……

[۲۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ اچھا ہوں۔ تمھاری خیریت معلوم کرکے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالی ہمیشہ دنیا و آخرت میں بخیر و عافیت رکھیں۔

ہاں سفر کا ارادہ تو ہے، اور یہ بھی ارادہ ہے کہ کلکتہ سے واپسی میں پٹنہ اتروں، لیکن اس کے لیے دوسرے خط کا انتظار کرو۔ اور تمھارے قریب کوئی فون ہو تو اس کا نمبر اور یہ کہ تم کس وقت مل سکتے ہو، یہ دونوں باتیں لکھو۔

اجی کہاں کی بات! میں کس لایق ہوں کہ صبر وتحمل کی بات سوچ رہے ہو۔ یہ تو تم لوگوں کا احسان ہے کہ مجھے لایقِ خطاب سمجھتے ہو، ورنہ حق تو یہ ہے کہ مجھ سے کوئی سیدھے منھ بات بھی نہ کرے۔

شہدا زندہ ہوتے ہیں اور عموماً ان کے جسم زمین کے اندر محفوظ رہتے ہیں اور ان کے جسم سے تازہ خون بھی آسکتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں احد میں نہر کھودی جارہی تھی، ایک شہید کی لاش جوں کی توں برآمد ہوئی۔ ان کے سینے پر ان کا ہاتھ پڑا ہوا تھا، اسے لوگوں نے اٹھایا تو خون بہنے لگا۔ کچھ تعجب نہیں کہ ناجائز قبضہ کرنے والوں کی گستاخی پر اللہ تعالی نے یہ عبرت ناک منظر دکھایا ہو۔ ان لوگوں کو اپنی گستاخی سے باز آنا چاہیے، ورنہ اور سخت پکڑ ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

الحمدللہ، اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ ان سے کہہ دو کہ نماز کی پابندی اہتمام کے ساتھ رکھیں۔ یہ اللہ کا خاص فضل وکرم ہے، اس پر بہت زیادہ شکر گزار ہونا چاہیے۔ اور اپنے اوپر لازم کرلیں کہ جب تنخواہ ملے، اس میں سے کچھ نہ کچھ صدقہ ضرور کردیا کریں۔ کم ازکم ڈھائی فیصد جو زکوۃ کی مقدار ہے، اس سے بہت برکت ہوگی۔ اللہ تعالی دنیا کے ساتھ آخرت بھی سنوار دیں۔ میرا سلام کہہ دو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳؍شعبان ۱۴۱۴ھ

……

[۲۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ بخیر ہوں اور خیریت سے آج کلکتہ آگیا ہوں۔ میرے آنے سے پہلے تمھارا خط

آ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری سب دعاؤں کو میرے حق میں اور پوری امتِ مسلمہ کے حق میں قبول فرمائے۔

میرے ماموں بیمار ہیں، کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں، ان کے لیے خاص طور سے دعا کرو۔ 'حیات سراج الامت' چھپ گئی ہے، مولوی ہاشم سلمہ لے گئے ہیں۔ حضرت ماسٹر صاحب مدظلہ کے یہاں سے مل جائے گی۔

مجھے کلکتہ سے اررریا جانا ہے۔ ان شاء اللہ ارریا سے فون کروں گا۔ حاجی عبدالاحد صاحب ساتھ میں ہیں، سلام کہتے ہیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۷/ شعبان ۱۴۱۴ھ

……

[۲۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ خیریت سے سفر پورا ہوا۔ گاڑی میں جگہ تو مل ہی گئی تھی۔ بنارس ڈیڑھ بجے گاڑی پہنچی۔ جن صاحب کو ٹیلی فون کیا تھا وہ ماروتی وین لے کر اسٹیشن پر موجود تھے۔ بحمداللہ آرام سے گھر آ گئے۔

نہیں جی! کچھ احسان نہیں۔ میری کیا حیثیت و قیمت ہے، کہیں جاؤں تو اس پر احسان ہو جائے۔ یہ تو تم لوگوں کا احسان ہے کہ ایک ناقابلِ التفات شخص پر توجہ کرتے ہو۔

سب کی خدمت میں سلام و دعا عرض ہے۔ تمھارے لیے بھی دعا گو ہوں اور اپنے لیے بھی دعا چاہتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۵/ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ

……

[۲۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری طبیعت ۱۰/ شوال سے خراب چل رہی ہے، کھانسی بہت آتی ہے اور بہت تکلیف دہ آتی ہے، اب تک اس کا سلسلہ جاری ہے۔ دعا کرو حق تعالیٰ صحت نصیب فرمائیں۔ پڑھانا لکھانا وعظ وتقریر سب بند ہے۔

یاد نہیں کہ تمھارا کوئی خط رمضان میں ملا تھا یا نہیں۔ ویسے رمضان میں اتنا مشغول تھا کہ خطوط کے جواب نہیں دے سکا تھا۔

اس وقت تو داخلے مکمل ہو چکے ہیں۔ طلبہ بہت زیادہ ہو چکے ہیں، بچوں کے رہنے کی جگہ نہیں۔ میں نے ان بچوں سے کہا تھا کہ دس، گیارہ شوال تک آجانا۔

کام کرتے رہنا چاہیے، کام کرتے رہنا ہی استقامت ہے، خواہ اس میں کم وبیش ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور دوام بخشیں۔ آمین

میں سب کے لیے دعاے خیر کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳/ ذوقعدہ ۱۴۱۵ھ

……

[۲۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرا خط مل گیا۔

اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھیں اسی میں خوش رہو۔ اپنی طرف سے کچھ تجویز نہ کرو، راحت میں رہو گے۔

منھ کے تالو میں ایک مرض ہے جس کا آپریشن کرانا ہے۔ اس کے لیے دس اگست کو ان شاء اللہ بمبئی جاؤں گا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے اور بغیر آپریشن کے ہی مرض دور ہو جائے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۱۰/ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

……………………………………

[۲۹]

عزیزی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تم نے ۱۰/ربیع الاول کو خط لکھا اور میں ۱۱/ربیع الاول کو بمبئی کے لیے روانہ ہوا تھا۔ پھر ۱۴/ربیع الآخر کو واپسی ہوئی۔ اس لیے جواب میں بہت تاخیر ہوئی۔

محبت کا تعلق دل سے ہے گو ظاہری ملاقات نہ ہو۔ اور پھر میرا تو سفر ہوتا رہتا ہے، ان شاء اللہ ملاقات بھی ہو جائے گی۔

میرے منھ میں تالو کے اندر ایک پرانا پھوڑا تھا۔ چوں کہ تکلیف نہ تھی، اس لیے کچھ توجہ نہ ہوئی۔ ادھر اس میں سے پیپ آنے لگی تھی۔ مئو میں دکھایا تو مشکل علاج بتایا تو میں بمبئی چلا گیا۔ وہاں آپریشن ہوا، لمبا آپریشن تھا، دو گھنٹے میں آپریشن ہوا۔ الحمد للہ مرض زائل ہو گیا مگر سامنے کے تین دانت نکالنے پڑے۔ ایک ماہ وہاں رہا۔ اب آپریشن کا زخم تقریباً بھر گیا ہے لیکن ابھی سبق پڑھانے اور تقریر کرنے سے معذوری ہے۔ عارضی طور سے دانت لگا دیا ہے۔ تین ماہ کے بعد ڈاکٹر نے بلایا ہے، اس وقت فکس دانت لگائے گا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ شفائے کلی نصیب فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱/ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ

……………………………………

[۳۰]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ اچھا ہوں، صحت نرم گرم چلتی رہتی ہے۔

اہل اللہ کا وجود مثلِ آفتاب کے ہوتا ہے، جب تک آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے چوروں اچکوں کو پوشیدہ رہنا پڑتا ہے۔ جونھی آفتاب غروب ہوتا ہے سب کمینے لوگ نکل پڑتے ہیں۔ اسی طرح اہل اللہ کی وفات کے بعد شیطان کا داؤ موثر ہونے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

اعجاز احمد اعظمی

……………………………………

[۳۱]

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم۔ امابعد:

برادرِ عزیز! **اکرمکم اللّٰہ**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط موصول ہوا۔ حمد وشکر اللہ کے لیے ہے کہ اس رحمان ورحیم نے اپنے ایک بے نوا اور بے سروسامان بندے کو محض اپنے فضل سے اپنے دربارِ خاص میں حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی، اور بارگاہِ نبوت کی آستانہ بوسی کا شرف بخشا۔ خدا کرے زندگی کا یہ سفر جو مسلسل ہورہا ہے حق تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کی راہ پر ہوتا رہے، اور دم بدم اس کے قرب ووصال کا شوق بڑھتا رہے کہ کل جب براہِ راست خدمت میں حاضری ہو تو ندامت اور حسرت کا کوئی شائبہ نہ رہے۔ وہ بھی راضی ہوں اور ان کے غلام بھی خوش ہوں۔

عزیزم! تم نے لکھا کہ ''نماز، روزہ، تسبیح وتلاوت تو منافقین اور مشرکین بھی کرلیا کرتے ہیں۔'' اس میں اتنی غلطی ہے کہ مشرکین کے لیے بھی تم نے نماز روزہ وغیرہ ثابت کردیا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ جو مشرک ہیں ان کو نماز روزہ سے کیا واسطہ؟ البتہ یہ بات بالکل درست ہے کہ:

> ''اللہ کی رضا پر راضی ہونا یہ ہے کہ بندہ کا دل چاہے اور اللہ نہیں چاہے تو بندہ اپنے دل کو اللہ کے سپرد کردے اور نہ دل سے اعتراض کرے، نہ زبان سے اعتراض ہو۔ نہ بندہ کے مزاج پر خلاف کا کوئی اثر ہو، بلکہ اللہ کا شکر گزار رہو۔''

یہ بات بالکل صحیح ہے، مگر میں اس کی تھوڑی سی شرح کرتا ہوں۔ غور سے پڑھو!

اللہ کی رضا دو طرح کی ہے: ایک تو اس کی رضامندی اور خوشی ہے۔ دوسرے اس کا مشیت اور ارادہ ہے۔ عام لوگ اسے بھی رضا کہہ دیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں بہت سی ناگوار باتیں وجود میں آتی ہیں، آدمی بیماریوں اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، اس سے گناہ بھی صادر ہوتے ہیں، وہ سرکشی اور بغاوت بھی کرتا ہے، وہ ظلم وستم بھی کرتا ہے، کبھی گرمی اس کو بے چین کرتی ہے، کبھی ٹھنڈک اسے ستاتی ہے، کبھی برسات کی شدت اس کو حواس باختہ کرتی ہے، کبھی کفر وشرک کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ سب اللہ کی مشیت اور ارادے سے ہوتا ہے۔ ان میں کوئی بات اللہ کی مشیت اور ارادے

سے ہٹ کر نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے راضی اور خوش بھی ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ جو چیزیں تکوینی امور سے متعلق ہیں، یعنی بیمار ہونا، تنگ دست ہونا، گرمی سردی کا ہونا، ان سے رضا مندی اور اللہ کی مشیت پر مطمئن رہنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر گناہوں پر، کفر و شرک پر اور سرکشی و بغاوت پر رضا مند ہونے کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے امور میں دو لحاظ ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادے سے ہو رہا ہے تو ہم اللہ کی مشیت اور ارادے پر راضی ہیں۔ ہم کو یہ الجھن نہیں ہے کہ اللہ نے دنیا میں کفر و شرک اور سرکشی و بغاوت کو کیوں پیدا کیا؟ جس طرح ایک مکان کے اچھے حصوں کے ساتھ استنجا خانہ اور بیت الخلا بھی بنائے جاتے ہیں، خود وہ تو نجاست کے مرکز ہیں، مگر مکان کی ضرورت کے لحاظ سے نہ صرف یہ کہ بہتر ہیں بلکہ ضروری ہیں۔ اسی طرح گناہ و بغاوت بذات خود غلط ہیں اور ان پر راضی ہونا درست نہیں ہے۔ لیکن اللہ کی مشیت اور ارادہ پر راضی رہنا ضروری ہے۔

ان امور کے علاوہ کچھ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ مثلاً نماز پڑھو، روزہ رکھو، جھوٹ مت بولو وغیرہ۔ ان احکام پر راضی رہنا ضروری ہے اور ایمان کا تقاضا ہے۔

عام طور سے آدمی دونوں طرح کے امور پر اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوتا ہے۔ تکلیف آتی ہے تو شکایت کرتا، فرائض و واجبات سے پہلوتہی کرتا، جو چیزیں غلط اور حرام ہیں، ان پر اقدام کرتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں ہے۔ ان دونوں طرح کی چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی مشیت، ارادے اور احکام سے راضی ہونا ایمان کا تقاضا اور سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

تمھارے مریض کے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

□□□

جناب فیض الحق صاحب خیرآباد

[ا]

عزیزم فیض الحق سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج مولوی مختار احمد صاحب گھر سے واپس آئے، کہنے لگے کہ مشتاق سے ملاقات ہوئی تھی۔ انھوں نے میرے پاس پورٹ کا ذکر کیا یا انھوں نے ان سے کچھ دریافت کیا۔ مشتاق نے بتایا کہ پاس پورٹ بننے میں دو ڈھائی ماہ لگ جائیں گے۔ کیا یہ سچ ہے؟ اگر اتنے دن لگ جائیں گے تو بروقت اس کا کوئی فایدہ نہ ہوسکے گا۔ میرا خیال تھا کہ شعبان کے شروع میں بن جاتا تو کسی طرح ویزا حاصل کر کے نصف شعبان تک پاکستان چلا جاتا اور رمضان بعد فوراً واپسی کا پروگرام بناتا۔ تم نے تو شاید ہاتھوں ہاتھ بنانے کی بات کہی تھی۔ ویسے حکومتی سطح کے کام تو شیطان کی آنت ہوتے ہیں۔ تم اگر اس کے متعلق کچھ بتاتے تو میری طبیعت انتظار سے فارغ ہوجاتی۔ اطلاع کے لیے دو چار سطریں لکھو گے؟ زبان تو تمھاری ماشاء اللہ گویا ہے، معلوم نہیں قلم بھی گویا ہے یا گونگا ہی ہے؟ کچھ تو لکھنا ہی چاہیے۔

باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
٣؍ رجب ١٤٠٦ھ

* * *

اہلیہ نسیم بھائی مدینہ منورہ

[۱]

اختی فی اللہ! عافاکم اللہ ورزقکم نفساً مطمئنۃً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، آپ کے قلبی احوال پڑھ کر خوشی ہوئی کہ حق تعالی نے بلند استعداد سے نوازا ہے۔ قلب کی یہ بے چینی و بے قراری بلندیوں اور خوبیوں کی طرف لے جانے والی ہے۔ ضرورت اس کی صحیح اور برمحل تربیت کی ہوتی ہے۔ دل کو ایک پیاس ہے اور وہ پیاس اللہ تعالی سے محبت اور ان کی ذات سے صحیح تعلق کی ہے۔ اللہ کی محبت اور ان سے صحیح نسبت حاصل ہوجائے تو دل کو سکون ہوجائے، ایسا سکون جس کو پھر کوئی اضطراب لاحق نہ ہو۔

یہ پیاس بجائے خود ایک بڑی نعمت ہے۔ اگر اس پیاس کے لیے سیرابی کا سامان مل جائے تو اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے۔ اور اگر نہ ملے تو طبیعت بھٹکتی رہتی ہے، بے چینی و انتشار رہتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ 'اِس پیاس کو تلاش کرو، پانی مل کر رہے گا۔' آپ کو بحمد للہ پیاس حاصل ہے، پانی بھی کہیں آپ کو ڈھونڈھ رہا ہوگا۔ خدا کرے حاصل ہوجائے اور کامل سیرابی میسر ہو۔

یہ پانی کیا ہے؟ کسی اللہ والے سے، صاحبِ نفسِ مطمئنہ سے تعلق ومحبت اور ان کی ہدایات کی تعمیل! آپ کو ضرورت کسی ایسے اللہ والے سے تعلق کی ہے جس کی ایک نگاہِ کیمیا اثر سے دل کا سارا اضطراب سکون سے بدل جائے۔ آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ کسی بزرگ صاحبِ دل کی رہبری نصیب ہوجائے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔

نفسِ مطمئنہ کے حصول کا آسان اور مجرب نسخہ یہی ہے۔ استعدادیں وہبی ہوتی ہیں، انھیں تربیت کے ذریعہ ترقی دی جاتی ہے، یا چھوڑ دیا جائے تو بجھ کر رہ جاتی ہیں۔

آدمی کو حق تعالی نے دو چیزوں سے ترکیب دے کر بنایا ہے: ایک جسم اور دوسرے روح۔ جسم کی خلقت زمینی چیزوں سے ہے، مٹی، پانی، ہوا، آگ، یہ چاروں زمینی چیزیں ہیں۔ ان کے مجموعے سے جسم بنا ہے۔ اس مجموعے کا میلان ہمیشہ پستی کی طرف ہوتا ہے۔ مٹی ذلت کی علامت ہے، آگ سے تکبر کا رذیلہ پیدا ہوتا ہے، ہوا میں بے قراری ہوتی ہے، پانی میں ٹھہراؤ نہیں ہوتا۔ ان چاروں کے مجموعے سے جو جسم بنا ہے اس میں ہر ایک کے خصائل شامل ہیں۔

دوسری چیز روح ہے۔ یہ زمینی چیز نہیں بلکہ آسمانی ہے: ''قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رِبِّیۡ'' روح رب تعالی کا ایک امرِ لطیف ہے جس میں کثافت نام کو نہیں ہے۔ مگر جب اس کو بدن کے ساتھ جوڑا گیا تو جسم کے اثرات اس میں بھی آنے لگے۔ اب جسم و روح میں کشمکش ہوتی ہے۔ جسم کا تقاضا ہے کہ مٹی سے بنی ہوئی چیزیں اسے ملیں اور روح کا تقاضا ہے کہ ایسی غذائے لطیف اسے ملے جو زمین کی ہر کثافت سے پاک ہو۔

یہ کشمکش جب تک انسان کے قلب پر ہوتی ہے، اسے 'نفسِ لوّامہ' کہتے ہیں۔ جب روح کو غلبہ ہوتا ہے اور جسم کی کثافت مغلوب ہو جاتی ہے تب وہ 'نفسِ مطمئنہ' بن جاتا ہے۔ اور اگر جسم کی لذتیں اور خواہشیں غالب آتی ہیں تو وہ 'نفسِ اَمّارہ' ہوتا ہے۔ اللہ نے انسان کو ارادہ و اختیار دیا ہے۔ وہ اپنے ارادے سے روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو نفس کے شُحّ سے بچا لیا جاتا ہے۔ لیکن اس ارادے کے استعمال کے لیے ایک قوی معاون کی ضرورت ہوتی ہے، وہ قوی معاون توفیقِ خداوندی ہے۔ اور اس کا حصول موقوف ہے کسی صاحبِ دل اور صاحبِ نسبت کی توجہ اور تعلق پر! اس کے بغیر توفیق کا حصول نادر ہے۔

طریقت میں قلب، صدر، فواد اور نفس ایک ہی چیز ہے۔ صرف احوال کے اعتبار سے فرق ہونا نفس کے بارے میں لکھ چکا ہوں۔ باقی تینوں چیزیں قریب قریب ایک ہی معنی میں ہیں۔

پاکستان کا وجود ہو چکا ہے، اب اس کے بارے میں مناسب یا نامناسب ہونے کی رائے قایم کرنا بے محل ہے۔ جب تک اس کا وجود نہیں ہوا تھا، اس وقت اختلافِ رائے تھا۔ اب یہی دعا ہے کہ اللہ تعالی مسلمانوں کی اس مملکت کو صحیح قاید اور رہبر عنایت فرمائیں اور اس کا رخ صحیح سمت قبلہ رہے۔ اللہ تعالی اس کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو ذکر کی طمانینت اور خنکی نصیب فرمائیں۔ نسیم احمد صاحب سے للہ فی اللہ محبت تو تھی ہی، اب آپ سے تعلقِ خاطر ہو گیا ہے۔ میں آپ کے لیے تہِ دل سے دعا کرتا ہوں اور آپ سے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے دعاؤں کا ملتجی ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶/ذوقعدہ ۱۴۳۲ھ

……

[۲]

اختی فی اللہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط پڑھ کر اور آپ کے جذبات پر مطلع ہو کر میری طبیعت بھر آئی اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں کامل سکون و عافیت عطا فرمائیں۔ آمین

آپ صبح کو اللہ کے اسم اعظم ”اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ“ کا ورد ۳۱۳/بار کریں اور اس کے بعد اللہ سے اپنے مقاصدِ حسنہ اور دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کے لیے دعا کریں۔

فجر کی نماز کے بعد ”یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَصْلِحْ اُمُوْرَنَا کُلَّھَا فِی الدَّارَیْنِ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ“ چالیس مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

چوبیس گھنٹہ میں تھوڑی دیر اللہ کا دھیان کر کے بیٹھیں اور دل میں اللہ کے انعامات اور مہربانیوں کا خیال کریں، پھر اللہ سے دعا کریں۔ میں دل و جان سے دعا کر رہا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۷/ذوقعدہ ۱۴۳۳ھ

……

[۳]

اختی فی اللہ! شرح اللہ لک صدرک ووضع عنک وزرک وعافاک واکرمک
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب ملا اور ساتھ ہی ہدایا بھی ملے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قبولیت سے نوازے اور

اپنی رضا و خوشنودی کے ساتھ اکرام فرمائے۔ آمین

اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس محبوبِ حقیقی نے آپ کو دل دیا اور اس کے ساتھ دردِ دل سے بھی نوازا ہے۔ اسی دردِ دل نے آپ کو بے چین کر رکھا ہے۔ امجد حیدرآبادی ایک صوفی شاعر تھے، ان کا ایک شعر مجھے بچپن سے یاد ہے، پڑھتا ہوں اور تڑپتا ہوں:

تپش دے ، خلش دے ، غمِ جاں گسل دے
میرے دینے والے مجھے دردِ دل دے

اللہ تعالیٰ نے اس دولت سے آپ کو سرفراز فرمایا ہے، اللہ کا شکر ادا کیجیے۔

خالی اوقات میں اللہ کے نام کا ذکر اس طرح کیا کیجیے کہ تسبیح ہاتھ میں لے لیجیے اور دانہ پکڑیئے تو چار مرتبہ ’اللہ اللہ اللہ اللہ‘ کہیے، تین مرتبہ...... حرکت کے ساتھ اور چوتھی مرتبہ ساکن کرکے۔ پھر دانہ کو کھسکائیے تو اسی طرح چار مرتبہ پڑھیے۔ اور ابتدا میں یہ نیت کیجیے کہ میرے چاروں طرف سے غیر اللہ کے تقاضے آ رہے ہیں، اور میری طرف سے سب کا جواب ہو رہا ہے کہ کوئی نہیں، میرا مقصود صرف اللہ ہے۔

چوبیس گھنٹے میں دو تسبیح سے شروع کرکے دس تسبیح تک اسے پہنچائیے، یہاں تک کہ ہر طرف اللہ کا نور پھیل جائے۔ ایک تسبیح پوری ہو جائے تو دس مرتبہ پڑھیے ”رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ“۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنی حفاظت اور امان میں رکھے۔ نسیم بھائی کو سلام کہیے گا اور دعاؤں کی درخواست دونوں سے ہے۔ بیمار ہوں، کمزور ہوں۔ رمضان کی برکات کے لیے خصوصی دعا کریں۔

حاملِ رقعہ مولانا محمد آصف صاحب سلمہ مدرسہ شیخ الاسلام میں مدرس ہیں۔ مجھ سے انھوں نے پڑھا ہے اور مجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۸ ؍ شعبان ۱۴۳۴ھ

□□□

مولانا وسیم احمد صاحب بنارس

[۱]

عزیزانِ گرامی! سلام مسنون

فرصت نہ ہونے کی وجہ سے تینوں کے نام ایک ہی کارڈ لکھ رہا ہوں۔ امید ہے کہ بعافیت ہو گے۔ میں الحمدللہ بخیریت تمام میسور پہنچ گیا۔ یہاں کے لوگوں میں کافی طلب ہے۔ یہیں ٹھہر جانے پر اصرار ہو رہا ہے لیکن میں کون ہوتا ہوں فیصلہ کرنے والا۔ قدرت نے جو کچھ لکھا ہوگا، اس کے ظہور کا منتظر ہوں۔ ان شاء اللہ رمضان میں یا اس کے بعد گھر آجاؤں گا۔

اپنے والدین سے سلام کہو۔

اعجاز احمد اعظمی

خاکی شاہ مسجد کرزن پارک روڈ کراس میسور۔ ا

……

[۲]

عزیزی وسیم احمد سلمہ! سلام مسنون

دو خطوط بھیجے ہیں، ملے ہوں گے۔ امید ہے کہ ان کے مندرجات کو شعار بناؤ گے۔ اب یہ تقریر عاشورہ کے متعلق لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ خیال تو یہ تھا کہ پیغامِ حسین کے عنوان سے لکھوں مگر قلم دوسری طرف بہکا چلا گیا۔ بہر کیف جو کچھ منتشر خیالات جمع ہو گئے، وہ ٹھیک ہی ہیں۔ لہجہ کہیں کہیں تلخ ہو گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب قافلہ والوں کی گراں خوابی کا احساس ستاتا ہے تو حدی خواں کی نوا تیز تر ہو ہی جایا کرتی ہے۔ مجھے اس سلسلہ میں اپنے اوپر اعتماد نہیں ہے۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ یہ تقریر مولانا ابوالقاسم (نعمانی) صاحب کو ایک مرتبہ سنا دو، اور جہاں ترمیم و اصلاح کریں اسے لکھ لو اور ہو سکے تو مجھے بھی بھیج دو۔ اگر تقریر کچھ اور طویل تمھارے خیال میں مناسب ہو تو فوراً لکھو۔ آخری پیراگراف سے پہلے اضافہ کی گنجایش بہت ہے، لکھ دوں گا۔ ویسے میرے خیال میں ضرورت نہیں ہے۔

بقیہ سب خیریت ہے۔ والد صاحب اور برادران سے سلام کہو۔

خیر اندیش
اعجاز احمد اعظمی
۲۱/ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

……

[۳]

عزیزی مولوی وسیم احمد سلمہ! السلام علیکم

تمہارے دو خطوط ملے۔ جواب کا انتظار رہا ہوگا مگر بعض اسباب سے فوراً جواب نہ دے سکا۔

دو روز ہوئے مولانا ابو القاسم (نعمانی) صاحب کا خط ملا تھا۔ یوم عاشورا کے جلسے کے لیے دعوت دی تھی مگر بعد از وقت مجھے مل سکا۔

میں نے عبد الحق کے نام عرصہ ہوا ایک خط لکھا تھا مگر باوجود ہدایت کرنے کے اب تک جواب نہ ملا۔ نہ جانے کیوں؟ ذرا ان سبھوں سے پوچھو تو سہی کہ اس قدر بے اعتنائی اور بے رخی کے کیا معنی؟ چار میں سے کسی کا حال معلوم نہ ہوسکا۔ میری تو یہ کیفیت ہے کہ ہر روز میں خیریت کے لیے بے تاب رہتا ہوں اور ان کا یہ عالم کہ ایک کارڈ بھی نہیں لکھ سکتے۔ سچ ہے دل کی لگی کچھ اچھی نہیں ہوتی۔

ارے بھائی! جدائی جسم کی ہوئی ہے دل کی نہیں۔ اور خط لکھنا بند کردو گے تو یہ جدائی دل کی جدائی تک اثر انداز ہوسکتی ہے۔ اس لیے اور کچھ نہیں تو ہر ہفتہ چاروں پانچوں میں کسی ایک ہی کا خط آجائے تو سکون رہے۔ یہی بات حبیب اللہ سے بھی ہے۔

...... باقی سب خیریت ہے۔ والد صاحب اور بھائیوں سے سلام کہہ دو۔

اعجاز احمد اعظمی
۱۳/ محرم ۱۳۹۴ھ

……

[۴]

عزیزی مولوی وسیم احمد سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ اچھے ہوگے۔ تمھارا خط ملا، لفافہ بھی ملا تھا۔ حسب عادت فوراً جواب بھی لکھا

تھا۔ شاید اب مل گیا ہو۔

میں الحمد اللہ بخیریت ہوں۔ ادھر ایک نئی بات یہ ہوئی ہے کہ میں نے غازی پور ہی میں مع اہل وعیال کے اقامت کرلی ہے۔ ساتھ میں چھوٹا بھائی بھی ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تبارک وتعالی بعافیت رکھیں۔

باقی سب خیریت ہے۔ تم اپنی تعلیمی کیفیات سے مطلع کرو۔ مطالعہ کو کہاں تک ترقی دی ہے؟ کتاب سمجھنے کے سلسلے میں لکھو، تاکہ مزید کچھ باتیں بتاسکوں۔

اعجاز احمد اعظمی

۱۹؍ صفر ۱۳۹۴ھ

……

[۵]

عزیزی وسیم احمد سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بورڈ کا امتحان واقعی باعثِ خلجان ہوسکتا ہے مگر کچھ نہیں، کچھ ایسا مشکل نہیں ہوگا۔ نور الانوار کہاں تک ہوئی؟ شروع میں مبحث الامر ختم تک اچھی طرح تیاری کرڈالو۔ شرح جامی تو تمھارے یہاں کافی ہوئی ہوگی۔ مفعول بہ ختم تک اچھی طرح دیکھ ڈالو۔ قطبی البتہ کچھ دقت کا باعث بن سکتی ہے، تاہم پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، سب ٹھیک ہوجائے گا۔ یہ جو کچھ کتابوں کے متعلق میں نے لکھا ہے، اپنے ہی تک محدود رکھو۔

خطِّ رقاع کی مشق اچھی طرح کرلو۔ نمونہ دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ اچھی چیز ہے۔ فقط

اعجاز احمد اعظمی

۱۷؍ رجب ۱۳۹۴ھ

……

[۶]

عزیزی وسیم احمد سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا۔ عزم کی پختگی پر بے ساختہ دعا نکلی۔ اللہ کامیاب بنائیں۔

تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے مجھ سے پڑھ رہے ہو، اپنے سے الگ نہیں سمجھتا۔

جسمانی بُعد قُربِ روحانی میں اثر انداز نہیں ہوتا۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔ احسان کا بدلہ میرے لیے یہی بہت ہے کہ اپنے اس ناکارہ استاذ برائے نام کے لیے صدق واخلاص سے دعا کرتے رہو بس۔

اعجاز احمد اعظمی
۵/صفر ۱۳۹۵

……

[۷]

عزیز گرامی قدر! سلمکم اللہ تعالی فی الدارین
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا، خیریت سے ہوں۔ خدا کرے کہ تم بھی ہمیشہ بعافیت تمام رہو اور مقاصدِ حسنہ میں منزلِ کامرانی سے ہم کنار ہوتے رہو۔ آمین

عزیز گرامی! طالب علمی کا دور ایک قیمتی دور ہے۔ جس نے اسے غفلت وفراموشی میں گزارا، وہ ہمیشہ گھاٹے میں رہا۔ اور جو احتسابِ وقت کرتا رہا، بلا شبہ کامیاب رہا۔ حصولِ علم کا مرحلہ بڑا نازک ہے۔ ساری زندگی صرف کرکے اگر علم کا شمہ بھی حاصل ہوجائے تو ارزاں سودا ہے۔ کیوں کہ زیادہ سے زیادہ علم ہو، اس کو بھی علیم مطلق ”علم قلیل“ کا لقب دیتا ہے۔ اور میاں! مسلمان کا معاملہ اور بھی نازک ہے۔ مگر یہ نزاکت صرف اسی وقت تک ہے جب تک اس پر عمل پیرا نہ ہو، ورنہ پھر تو بڑا پرلطف مرحلہ ہے۔ بس میاں لگے رہنا ہے اور محنت شیئاً فشیئاً بڑھاتے رہو۔ شوق بھی اسی کے قدر بڑھتا رہے گا ان شاء اللہ۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۹/صفر ۱۳۹۵ھ

□□□

مولانا مفتی ضیاء الدین صاحب الہ آبادی

[۱]

عزیزی مولوی ضیاء الدین سلمہ!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اب فتنہ کے آثار کہاں نظر آتے ہیں، اب تو فتنہ ہی فتنہ ہر طرف نظر آتا ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں نہ تو ہماری کوئی سیاسی قوت ہے، نہ سماجی کوئی حیثیت، ایسے ملک میں ہم لڑ بھڑ کر اپنی مذہبی اور اخلاقی قوت کو بھی تباہ کیے جا رہے ہیں اور اکابر خوش ہیں کہ ہم دین کی خدمت کر رہے۔ افسوس ہوتا ہے، غیروں کی یلغار سے آنکھیں بند ہیں اور بھائی بھائی پر چڑھا چلا آ رہا ہے۔

میرے عزیز! تم لوگ ان فتنوں سے گھبراتے ہو، گھبرانا بھی چاہیے۔ لیکن ان فتنوں سے سبق کیا سیکھ رہے ہو؟ آدمی نے اپنی نگاہ خدا اور اس کی رضا سے ہٹا کر مال و جاہ پر جما دی ہے، پھر بات بات پر فتنہ ہے۔ ہر شخص نے اپنی خواہش کا نام اپنا واجبی حق رکھ لیا ہے اور اس کے لیے جارحیت اختیار کیے ہوئے ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر خواہش ایک نئے فتنے کا ساز و سامان لاتی ہے۔ تمھارا سبق یہ ہونا چاہیے کہ جن راستوں سے یہ فتنے ابل رہے ہیں، ان کا حقیقی جائزہ قرآن و سنت کی روشنی میں لو اور پھر سختی سے ان راہوں کو اپنے اوپر بند کر لو۔ ورنہ بلاؤں کے جس سمندر میں آج کچھ لوگ تمھیں بہتے نظر آ رہے ہیں، خدانخواستہ انھیں سمندروں کی موجیں ان تماش بینوں کو بھی نہ لے جائیں۔

اللہ کی پناہ! کتنی تاریکی ہے؟ کتنا اندھیر ہے؟ علم کو، قرآن و سنت کو جذب کرو، پی جاؤ، گندگی سے دور رہو۔ جان دیدو، موت قبول کر لو، مگر فتنہ نہ قبول کرو۔ یہ موت شہادت بنے گی، لیکن فتنہ محض ہلاکت ہے۔ کتابوں کی جو مقدار تم نے لکھی ہے، یہ بھی فتنہ ہی ہے۔

الحمد للہ یہاں سب خیریت ہے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۷؍ جمادی الاولی ۱۴۰۴ھ

……………………………………

[۲]

عزیزم مولوی ضیاء الدین سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارا مفصل خط ملا۔ بہت صحیح اور عمدہ لکھا:

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

یہ دنیا اپنے دامن میں رنگ برنگے تماشا رکھتی ہے۔ ایک تماشے سے نگاہ ہٹنے نہیں پاتی کہ دوسرا کھیل شروع ہو جاتا ہے۔ تنوعات کی کثرت سے انسانی بصارت اور بصیرت دونوں ہی میں انتشار پیدا ہوتا رہتا ہے اور یہی درحقیقت امتحان کا محل ہے۔ کثرت میں وحدت کا انتخاب، انجمن میں خلوت کا اہتمام، ہجوم میں فرد کی تعیین۔ جس نے یہ کر لیا، کامیاب ہوا۔ ایک چیز کا انتخاب کرو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو، پھر زیادہ دیر نہیں گزرے گی کہ کثرتوں کا ہجوم اسی وحدت کے گرد مستانہ وار رقص شروع کر دے گا۔ یہ انتشار وتشتت اسی وقت تک ہے جب تک کسی وحدت کو تم نے تھاما نہیں ہے۔ جہاں وحدت کا دامن ہاتھ آیا کہ گردش کا محور وہی قرار پا جائے گی۔ پھر تمام کثرتیں سمٹ سمٹ کر اسی کے دامن سے لگ کر چلنے لگیں گی۔ کیا سمجھے؟ وحدت مطلب ہے وحدتِ مقصد! اگر کسی کو محض دنیا کی کامیابی چاہیے تو اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایک موضوع اختیار کرے، تمام موضوعات سے نگاہ ہٹا لے۔ رفتہ رفتہ تمام موضوعات اس کی مدد میں جٹ جائیں گے۔ اور آخرت مقصود ہو جب بھی یہی شرط ہے۔ وحدتِ موضوع بنیادی امر ہے، باقی سے صرفِ نظر شرطِ ناگزیر ہے۔

تم لوگوں کے ہاتھ میں حق تعالیٰ نے علمِ دین کا موضوع تھما دیا ہے، اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اس کے مخالفات ومعاندات سے قطعی اجتناب کرو، آخر ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ یہ مخالفات ومعاندات موافقات وموداّت بن جائیں گے۔ ابتدا میں نفس پر مشقت تو لازم ہے، لیکن کب تک؟ پھر جو چیزیں تمھیں مخالف نظر آتی ہیں، وہ ٹھیک اسی طور پر مددگار نظر آئیں گی جیسے کشت زار کے لیے گندی سندی اور گلی سڑی چیزوں کا مجموعہ، جسے کھاد کہا جاتا ہے۔ یہ کھاد اپنی

طبیعت کے اعتبار سے غلہ جیسی پاکیزہ چیز کی ضد ہے، لیکن زمین میں داخل ہوکر اس کی افزائش کا بہترین وسیلہ بنتی ہے۔ کچھ سمجھے؟ جو کچھ سمجھے ہو، اسے لکھو، شاید کام آئے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲/ جمادی الاخری ۱۴۰۴ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفتی حبیب الرحمان صاحب سے میرا سلام عرض کردو۔

خدا کا شکر ہے کہ دارالافتا میں تمھارا داخلہ ہوگیا۔ مطالعہ میں 'امداد الفتاوی' بھی ضروری ہے۔ فتاوی کے سلسلے میں اساتذہ کی رہنمائی کافی ہے۔ البتہ میری ایک رائے یہ ہے کہ جن مباحث کو تم 'شامی' میں دیکھو، انھیں 'بحر الرائق' میں بھی ضرور دیکھ لو۔ صاحبِ بحر کی رائیں بڑی متوازن اور معتدل ہوتی ہیں۔ تفقہ میں وہ بہت ممتاز ہیں۔ ان کے یہاں تمھیں بہت قیمتی مواد ملے گا۔

اس وقت فرصت کم ہے، اس لیے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ آئندہ کوئی بات ذہن میں آئے گی تو لکھ دوں گا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۷/ شوال ۱۴۰۴ھ

❑❑❑

مولانا مفتی عبدالشکور صاحب دربھنگہ

[۱]

عزیزم مولوی عبدالشکور سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا، الحمد اللہ بخیریت ہوں۔ میری ملاقات کا بہت اہتمام نہ کرو۔ مقصد میں لگے رہو، یہ میری ملاقات سے بڑھ کر ہے۔ مطلوب کی راہ میں کوئی مانع نہ ہو، پھر ملاقات میں مضائقہ نہیں۔ مجھے اس کی طرف التفات نہیں ہوتا ہے۔ بس کوئی ایسی خبر نہ سنوں جسے میں تعلیم کے منافی سمجھتا ہوں۔ فقط اتنا اہتمام شرط ہے۔ غائبانہ برابر تم لوگوں کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں۔ بقر عید کی تعطیل میں دوبارہ الہ آباد گیا تھا۔ حضرت کی سوانح[۱] مکمل نہ ہوسکی تھی، اس کی تکمیل کر آیا۔ دیکھو کب مطبوع ہوتی ہے؟

باقی سب خیریت ہے۔ مولانا مشتاق احمد صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی تھی، اب قدرے ٹھیک ہیں۔ ان کے نام خط لکھ دو اور مہتمم صاحب کو بھی لکھتے رہو۔

میری خواہش ہے کہ دورہ سے فراغت کے بعد افتا بھی کرلو اور اس کے بعد مدرسہ دینیہ (غازی پور) ہی میں آجاؤ۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم صفر ۱۴۰۳

---

[۱] مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی سوانح 'حیات مصلح الامت' کے نام سے مولانا اعظمی نے لکھی تھی۔ اس کتاب کے ایک سے زاید ایڈیشن شایع ہو چکے ہیں۔ پہلا ایڈیشن ۱۴۰۴ھ میں دائرۃ الاشاعت خانقاہ مصلح الامت الہ آباد سے شایع ہوا تھا۔

○○○

[۲]

عزیز گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ سیرپ بنارس میں مل گیا تھا، وہی استعمال ہوتا رہا۔ اب طبیعت ٹھیک

ہے۔ ہاں رات میں بدن میں درد بہت ہوتا ہے، اس کی وجہ سے نیند خوب نہیں آتی۔ اس کے لیے میں نے کوئی دوا نہیں لی، ڈاکٹر کو بتا دو۔ ایک ڈاکٹر سے ذکر آیا تو اس نے کہا کہ بخار ہو جاتا ہوگا لیکن مجھے بخار کا احساس نہیں ہوتا۔ پرہیز چل رہا ہے۔ کل گھر جانے کا ارادہ ہے۔ اگر گنجایش نکلی تو ان شاء اللہ سنیچر کو غازی پور آؤں گا۔ اگر نہ آسکا تو کوئی دوا ڈاکٹر صاحب سے لکھوا کر بھیج دو۔

مولوی حبیب اللہ سلمہ کا خط آیا تھا۔ انھوں نے کہا ہے کہ امتحان کی چھٹی میں مدھوبنی کا قصد کیجیے اور مدھوبنی کو کم از کم ایک ہفتہ کا وقت دیجیے۔ میں نے لکھ دیا کہ قاری شبیر احمد صاحب (دربھنگوی) وغیرہ کی بھی خواہش ہے اور میں بھی چاہتا ہوں، لیکن ایک تو ابھی طبیعت کا رنگ کچھ دگرگوں ہے، دوسرے اس وقت قاری صاحب وغیرہ کو موقع نہیں ہے۔ دوسرے کسی وقت باقاعدہ منظّم پروگرام بنے گا تاکہ تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ کام ہوسکے۔ دیکھو ان کا جواب پھر کیا آتا ہے۔

امتحانات یہاں ۲۸ر صفر سے شروع ہو کر ۷ر ربیع الاول کو ختم ہو جائیں گے۔ ۷ر ہی کو مولانا اکرام اللہ صاحب کے گاؤں میں پروگرام ہے۔ غالباً وہاں سے دو تین روز کا بستی کا پروگرام ہوگا۔ ۱۱ر ربیع الاول کو بارہ بنکی جانے کا ارادہ ہے، دو تین دن وہاں لگیں گے۔ اگر وقت میں گنجائش رہی تو وہیں سے باندہ چلا جاؤں گا بشرطیکہ مولانا صدیق صاحب مدرسہ پر موجود ہوں۔ وہاں خط لکھا ہے۔ دیکھو تو سہی سفر سے وحشت ہونے کے باوجود کس طرح اسفار میں جکڑا ہوا ہوں۔ دعا کرو کہ خیر و عافیت رہے۔ قاری صاحب، مولانا صفی الرحمان صاحب اور دوسرے اساتذہ کو سلام عرض کر دو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲ر صفر ۱۴۰۹ھ

……

[۳]

برادرِ عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ۱۷ر اکتوبر کو بمبئی گیا تھا۔ ایک ہفتہ تو ٹھیک رہا لیکن دوسرے ہفتہ سخت بیمار ہو گیا۔

بخار اور نمونیہ کا حملہ شدید تھا۔ دو روز زندگی میں پہلی مرتبہ مریض بن کر ہسپتال میں رہنا پڑا۔ یکم نومبر کو واپس آیا۔ ابھی تک طبیعت صاف نہیں ہے۔ یہاں آ کر کھانسی میں مبتلا ہو گیا بلکہ وہیں سے کھانسی نے پیچھا پکڑ لیا تھا۔ بحمد للہ اب بہت ٹھیک ہوں۔ اس دوران تمھارا خط آ چکا تھا۔ مزید تاخیر جواب میں ضعف و علالت کی وجہ سے ہوئی۔

جو بات تمھیں لکھی تھی وہ بہت کام کی تھی، اسے زندگی بھر کے لیے دستور بنالو۔ کام کرتے رہو، اللہ راضی ہوں گے تو اچھے طلبہ کو بھی بھیج دیں گے۔ اس کے لیے دعا بھی کرتے رہو۔ درجہ حفظ کے طلبہ کو پڑھانا بہت مبارک کام ہے۔

شیخوپور کے حالات بحمد للہ معمول پر آ چکے ہیں۔ اب کوئی بات نہیں، بس وہ شیطان کی تحریض تھی، اللہ نے کرم فرمایا۔

قاضی[۱] صاحب کا نمبر آ جائے تو آگے سوچا جائے۔ لکھنے کا داعیہ بہت مبارک ہو۔ ضرور لکھو، میں نوک پلک درست کر دوں گا۔ ابھی ذہن میں کوئی مضمون نہیں۔ انوار الکتاب یا انوار السنہ پر کوئی ہلکا پھلکا مضمون لکھ کر بھیجو، سلسلہ رہے گا تو بتاتا رہوں گا۔

حضرت ماسٹر صاحب کو میں نے دعوت دی ہے کہ محمد عارف اور محمد عادل کے حفظ قرآن کی تکمیل ان کے حضور میں ہو۔ ان کے جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔ اوائل رجب میں غالباً ۲؍ رجب کو بروز جمعرات طلبہ کا جلسہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی موقع پر تشریف لائیں۔ قاری شبیر احمد صاحب (دربھنگوی) کی صدارت میں ہوگا۔ ۸؍ نومبر کو مولوی محمد اسرائیل کے یہاں جلسہ ہے۔ وہ یکم نومبر کو یہاں آئے تھے۔ میں بھی جاؤں گا اور مولانا عبدالرب صاحب بھی۔ ان شاء اللہ

تمھارے لیے دعا کرتا ہوں اور تمھاری اولاد و متعلقین کے لیے بھی۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
جمادی الاخری ۱۴۱۷ھ

□□□

---

[۱] اگست ۲۰۰۳ء مولانا اعظمی کی سرپرستی میں رسالہ ماہنامہ 'ضیاء الاسلام' کا ایک ضخیم نمبر قاضی اطہر مبارک پوری صاحب کی یاد میں شائع ہوا تھا۔ خط میں اسی کا تذکرہ ہے۔ مذکورہ رسالہ مدرسہ شیخ الاسلام سے مولانا کی سرپرستی میں ۱۹۹۹ء سے ۲۰۱۲ء شائع ہوتا رہا ہے۔

مولانا مفتی محمد اسرائیل صاحب نوادہ

[۱]

عزیزم مولوی اسرائیل سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھیں رمضان کے اوائل میں میں نے ایک خط لکھا تھا، شاید ملا نہیں۔ داخلہ کے لیے حتی المقدور جد وجہد کرو۔ آدمی اتنے ہی کا مکلّف ہے، نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایک جہت میں ناکامی کی صورتیں اگر پیش بھی آجائیں تو آدمی ناکام نہیں ہوجاتا۔ ہر مشکل انسان کو کسی اور آسانی کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ اللہ حامی وناصر ہے۔

خدا کرے انعام وغیرہ کا داخلہ بحسن وخوبی ہوجائے۔ مولوی عبدالشکور قدرے تاخیر سے یہاں آئے تھے۔ بعض اسباب کی وجہ سے انھوں نے سہارن پور جانے کی ہمت نہیں کی۔ میں نے گورینی مولانا محمد حنیف صاحب کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔ وہاں سے ابھی کوئی خط نہیں آیا اور نہ خود ہی آئے کہ مجھ کو معلوم ہوتا کہ کیا ہوا؟ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔

اس سال یہاں طلبہ کا بہت ہجوم رہا، تقریباً بیس لڑکے جدید داخل ہوئے۔ حفظ میں مزید۔ بہت زیادہ طلبہ واپس ہوئے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱؍شوال ۱۴۰۳ھ

……………………………

[۲]

عزیزم مولوی اسرائیل سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا ایک خط ملا تھا اور مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے جواب بھی لکھا تھا، ممکن ہے کہ نہ ملا ہو۔ اب یہ تمھارا دوسرا خط ملا ہے۔ واقعی ملاقات کو بہت جی چاہتا ہے۔ گورینی آکر تم لوگوں سے

دوری اور مسافت ہوگئی ہے۔ اور حالات بھی ایسے ہوگئے کہ پہلے کی طرح آزادی باقی نہ رہی۔ اب تم ہی ہمت کرو تو ملاقات ہو۔

تفسیر سنانے اور مسائل پڑھنے کا کام بہت اچھا شروع کیا۔ خدا تعالی دوام واستقامت عطا فرمائیں۔ جو طریقہ تم نے اختیار کیا ہے بہت مناسب ہے۔ البتہ مطالعہ کے لیے صرف معارف القرآن پر قناعت نہ کرنا۔ بیان القرآن، تفسیر عثمانی اور عربی کی کوئی دوسری تفسیر موجود ہو تو متعلقہ مقام ان سب تفسیروں میں بغور دیکھ لینا۔ اگر تفسیر ماجدی مل جائے تو بہت مناسب ہو۔

اس کام کو علی سبیل الدوام جاری رکھو۔ اس سے خیر وبرکت اور کام وکامیابی کے بہت سے دروازے کھلیں گے ان شاء اللہ۔ میری دلی دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۴؍ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

……

[۳]

عزیز گرامی قدر! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شاید تمھیں معلوم نہیں کہ حق تعالی نے اس سال اپنے اس بندہ کو حاضری بیت اللہ شریف کی آسان فرمائی، حج کی توفیق ملی، دربارِ نبوت میں حاضری کی سعادت بخشی گئی۔ فالحمد للہ۔ دو ہفتہ قبل واپسی ہوئی۔ مدرسہ پہنچا تو تمھارا خط ملا۔ پہلے حج کا پروگرام نہ تھا، اچانک پروگرام بنا اور میں روانہ ہوگیا۔ تم کو اطلاع بھی نہ کرسکا، لیکن تمھیں افسوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ سن کر خوشی ہوگی کہ حرم پاک میں تمھاری یاد خوب آئی اور تمھارے حق میں خوب خوب دعائیں کیں ہیں۔ اللہ تعالی قبول فرمائیں۔

بچے کی ولادت کی خبر سن کر مسرت ہوئی۔ اللہ تعالی اسے طیب ثانی بنائے۔ مدرسہ کے احوال عین فطرت کے مطابق چل رہے ہیں۔ تم استقلال کے ساتھ جمے رہو، یہ مخالفین تمھیں بہت نفع پہنچائیں گے ان شاء اللہ۔

کتاب اگر کہیں سے دستیاب ہوجائے تو بھیج دینا۔ میں دل سے تمھاری طرف اور

تمھارے مدرسہ کی طرف متوجہ ہوں۔ حق تعالیٰ ہر نوع کی ترقیات سے نوازیں۔ تمھارے تمام مقاصد کے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۹؍محرم ۱۴۱۰ھ

……………………

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کافی مدت کے بعد تمھارا خط نظر نواز ہوا۔ حق تعالیٰ نے اس سال بھی اپنے اس حقیر بندے کو حج بیت اللہ اور زیارتِ دیارِ نبی کی سعادت بخشی۔ یہ عجیب بات ہے کہ گذشتہ حج کے بعد تمھارا خط فوراً ملا تھا اور اس حج سے واپسی کے بعد بھی تمھارا خط فوراً ملا۔ تمھارا یہ خط ۲۴؍ذی قعدہ کا لکھا ہوا ہے میں ۲۸؍ذی قعدہ کو سفر حج کے لیے مدرسہ سے جا چکا تھا۔ بہر حال واپسی کے بعد یہ خط ملا اور میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ دیارِ مقدسہ میں میں تم کو اور تمھارے مدرسے کو بھولا نہیں تھا۔ چنانچہ بار بار خصوصیت کے ساتھ تمھارے لیے اور مدرسہ کے لیے دعائیں کیں۔ میں کیا اور میری دعائیں کیا؟ لیکن تم عزیزوں کو اس سے خوشی ہوتی ہے، اس لیے لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ اگر قبول فرمالیں تو زہے نصیب۔

خدا کرے مولانا اصغر علی صاحب تمھارے لیے اور مدرسہ کے لیے معین ومفید ثابت ہوں اور مدرسہ ترقی کرے۔ دوسری منزل کے کام سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جلد از جلد اس کی تکمیل کرا دیں۔ تعلیم کو ٹھوس اور منتج کرنے کی فکر ہر فکر سے بڑھ کر ہے۔ سارا مدارِ کار اسی پر ہے۔ مدرسہ کے لیے ترقی کی راہیں اسی سے کھلتی ہیں۔ طلبہ کو ہمہ دم پڑھنے پر متوجہ رکھو۔ اساتذہ پڑھانے کو ڈیوٹی نہیں اپنا کام بلکہ عبادت سمجھیں۔ اس کی کوشش کرو، اس سے بے حد برکت ہوگی۔

آج کل حافظ مفیض الدین کہاں ہے؟ ادھر بالکل ہی غائب ہے۔ اگر ہو تو اسے اطلاع پہنچا دو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۶؍محرم ۱۴۱۲ھ

……………………

[۵]

عزیز مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج تمھارا خط ملا۔ تمھارے پاس کیا ایک ہی پرچہ (المآثر) پہنچا ہے یا دو تین؟ مولانا اقبال صاحب اور مولانا عباس صاحب سے میرا سلام کہو۔

تم اپنے یہاں سے بچوں کو بھیجو، ان شاء اللہ رکھے جائیں گے۔ بس ذرا اس کا خیال رہے کہ امتحان داخلہ میں ناکام نہ ہوں۔ اچھی طرح محنت کرا کے بھیجنا۔

آج کل عزیز حافظ عبدالقادر سلمہ جو الہ آباد میں تھے، میرے یہاں آگئے ہیں۔ مدرسہ کی مالیات کی فراہمی میں کوشاں ہیں، اکثر تمھارا تذکرہ کرتے ہیں۔ انھیں تم سے بہت محبت ہے۔ کہہ رہے تھے کہ خط لکھوں تو تمھیں سلام لکھ دوں۔ کبھی تم الہ آباد گئے تھے، اس کا تذکرہ کر رہے تھے۔ فی الوقت بنارس گئے ہوئے ہیں۔ میں الحمد للہ خیر وعافیت سے ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۵/ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ

……

[۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملے ہوئے ایک عرصہ ہوگیا۔ اسی وقت میں نے دفتر میں لکھ دیا تھا کہ کتابیں تمھارے نام بھیج دی جائیں، مگر اس میں بھی تاخیر ہوئی۔ ابھی جمعہ کو گیا تھا تو پارسل بنا کر رکھا ہوا تھا، اب ان شاء اللہ پہنچ گئی ہوں گی۔

مجھے جواب میں اس لیے تاخیر ہوئی کہ ادھر مصروفیت بہت رہی۔ ستمبر کے اخیر میں بمبئی چلا گیا تھا۔ اکتوبر کے ۲/ تاریخ کو واپس آیا تو ایسی پیچش میں مبتلا ہوا کہ پناہ بخدا! اس دوران کسی کام کا نہ رہا، نہ پڑھانے کا نہ لکھنے کا۔ طبیعت سنبھلی تو سب رکے ہوئے کام ایک دم سر پر آپڑے اور اس پر کمزوری کا بھی یہ حال ہے کہ گھنٹہ گھنٹہ میں تھک کر چور ہو جاتا ہوں۔ خطوط کا بھی بڑا ذخیرہ منتظرِ جواب پڑا ہے۔ اب دھیرے دھیرے نمٹا رہا ہوں۔

طلاق کے مسئلہ پر حضرت مولانا (محدث الاعظمی) کا بیش قیمت رسالہ 'الاعلام

المرفوعه فی الطلقات المجموعه ' زیر طبع ہے۔ اس میں صحابہ کرام کے فتوی کا اضافہ بھی ہے۔ فتاوائے صحابہ کی ایک قسط المآثر کے حالیہ شمارہ میں آرہی ہے۔ ان شاء اللہ وہ مضمون بہت بصیرت افروز ثابت ہوگا۔ سعودیہ عربیہ کے مطبوعہ فتوی کے پانچ شمارے بھیجے ہیں۔

اب الحمدللہ طبیعت اچھی ہے، البتہ کمزوری بہت ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالی صحت وقوت دیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۸؍ جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ

……

[۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادھر کئی روز تمھارا تذکرہ ہوا۔ حاجی عبدالاحد صاحب (سابق سفیر مدرسہ دینیہ) تمھارے متعلق پوچھ رہے تھے۔ بارے اسی دوران تمھارا خط آگیا۔ وہ سلام کہہ رہے ہیں۔

جو تمھارے عزیز ہیں وہ میرے بھی عزیز ہیں، انھیں بھیج دو۔ ان شاء اللہ جس درجہ کے لائق ہوں گے داخلہ کرلیا جائے گا۔

ہاں میں قاری شبیر صاحب کے یہاں گیا تھا، ایک ہفتہ کے بعد واپسی ہوئی۔ اب ۱۲؍ شعبان ہفتہ کے روز پھر سیتا مڑھی جاؤں گا۔ میرے استاذ مولانا عبدالمنان صاحب ہیں، ان کا مدرسہ سیتامڑھی شہر میں ہے، امتحان کے لیے دعوت دی ہے۔ وہاں سے بھوارہ مدھوبنی جاؤں گا، پھر چند روز قیام کر کے ۲۰؍ کو پٹنہ جاؤں گا، ۲۱؍ کو کلکتہ جانا ہے۔ اگر ملاقات کا امکان ہو تو واپسی میری 'گیا' کی طرف سے ہو۔ ۲۷ یا ۲۸؍ کو واپس ہوں گا۔ نیچے ایک پتہ لکھ دیتا ہوں، اسی پر اطلاع کردو کہ ملاقات ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ملاقات کا امکان ہوگا تو ۲۷؍ کو واپسی کا پروگرام رکھوں گا۔ تاکہ ایک روز تم لوگوں کی ملاقات کی مسرت حاصل رہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

❑❑❑

مولانا اختر امام عادل صاحب

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ الحمد للہ تم نے بات سمجھنے کی کوشش کی اور ایک حد تک اس میں کامیاب رہے۔ اب اس کی مزید شرح مجھ سے سن لو:

اولاً یہ سمجھ لو کہ حقیقت اور مجاز لفظ کی صفات ہیں، معنی کی نہیں۔ یعنی اگر لفظ اپنے معنی موضوع لہ کے لیے استعمال ہوا ہے تو اسے حقیقت کہتے ہیں۔ اور اگر کسی علاقہ یا تعلق کے باعث وہی لفظ کسی اور معنی کے لیے بولا گیا ہے تو اسے مجاز کا نام دیتے ہیں۔ ایک لفظ چاند ہے، اگر اس سے وہ روشن جورات کو چمکتا ہے، مراد ہے تو یہی چاند حقیقت ہے۔ اور اگر اس سے کوئی خوبصورت چہرہ مراد ہے تو یہی چاند مجاز ہے۔ روشن ایک لفظ ہے۔ چاند میں روشنی پائی جاتی ہے، اس لیے اس پر روشن کا اطلاق حقیقت ہے۔ سورج میں روشنی پائی جاتی ہے، اس لیے اس پر روشن کا اطلاق حقیقت ہے۔ اور جس جس چیز میں روشنی کا وجود ہے، جب اس کو روشن کہا جائے گا تو یہ لفظ حقیقت ہوگا۔ اس کے برخلاف جس شے میں یہ محسوس روشنی نہ ہو، معناً اس سے روشنی کے فواید حاصل ہوتے ہیں، اس پر روشن کا اطلاق ہوگا تو وہ مجاز کہلائے گا۔ مثلاً روشن قلب، روشن چہرہ، روشن کتاب وغیرہ۔

حقیقت کے اطلاق کے لیے بالذات اور بالعرض میں کوئی تفریق نہیں۔ مثلاً سورج روشن ہے تو وہ بھی حقیقت ہے اور چاند روشن ہے تو یہ بھی حقیقت ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ سورج پر روشن کا اطلاق ہوگا تو وہ زیادہ حقیقت ہے اور چاند پر اس کا اطلاق ہوگا تو وہ کم حقیقت ہے۔ حقیقت کے اطلاق میں دونوں یکساں ہیں۔ بالذات اور بالعرض کے فرق کو ظاہر کرنے کے لیے اہلِ منطق نے 'کلی مشکک' کی اصطلاح وضع کی ہے۔ حقیقت اور مجاز کو اس سے کوئی علاقہ نہیں۔

اب دیکھو کہ آں حضرت ﷺ کی نبوت بالذات ہے۔ یعنی اصالۃً نبوت آپ ہی کو ملی ہے

اوراس کی دلیل ”وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ“ (آل عمران: ۸۱) میں غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اور دوسرے انبیا کی نبوت بالعرض ہے۔ یعنی انھیں نبوت جو ملی ہے وہ آپ ﷺ کی نبوت سے مستفاد ہے۔ صفتِ نبوت رسول اللہ ﷺ میں بھی ہے اور دیگر انبیا میں بھی۔ فرق ہے تو بالذات اور بالعرض کا، لیکن نبی چاہے آپ کو کہو یا دیگر انبیا کو۔

اب رہی یہ بات کہ بالعرض کا انفکاک موصوف سے ممکن ہے تو سنو!

کہ ممکنات میں خواہ کوئی چیز ہو بالذات ہو یا بالعرض سب کا انفکاک ممکن ہے، تو امکانِ انفکاک کا حاصل کیا؟ اگر تم کہو کہ روشنی کے انفکاک کے بعد سورج سورج نہ رہے گا تو ہم کہیں گے کہ چاند بھی چاند نہیں رہے گا۔ خلاصہ یہ کہ امکانِ انفکاک اور عدمِ امکانِ انفکاک سے کوئی مسئلہ متعلق نہیں ہے۔ مسئلہ صرف اس قدر ہے کہ نبی میں جب تک نبوت کی صفت موجود ہے خواہ بالذات یا بالعرض، کیا اس کی نبوت کا انکار ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر خدانخواستہ کسی کی نبوت سلب ہوجائے تو اب اس کی نبوت کا انکار نہ صرف جائز بلکہ واجب ہوگا۔ لیکن یہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ نبوت عطا فرمانے کے بعد واپس نہیں لی جاتی۔

عروض کا سبب خواہ کچھ ہو اس لیے عرض نہیں۔ صرف یہ دیکھو کہ ایک نبی کے اندر صفتِ نبوت موجود ہے تو کیا اس کے انکار کی اجازت دی جائے گی؟ کمرہ میں جب تک روشنی ہے، کیا اسے تاریک کہنے کی اجازت دو گے؟ ہرگز نہیں، اسے روشن ہی کہا جائے گا اور روشن کا لفظ اس کے لیے ایسا ہی حقیقت ہے جیسے سورج کے لیے۔ ہاں جب روشنی کا زوال ہوگا تو اب اسے تاریک کہہ سکو گے۔ اس طرح جب تک نبی کے اندر نبوت کا وصف باقی ہے خواہ وہ بالعرض ہی ہو، لفظِ نبی اس کے لیے ویسے ہی حقیقت ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کے لیے۔ اس کا انکار کسی طور پر ممکن نہیں۔ ہاں اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا کہ نبوت زائل ہوجانے والی چیز ہوتی اور زائل ہوچکتی تو اب البتہ انکار ممکن تھا۔

تم نے جہاں سے اشکال شروع کیا ہے، اس عبارت کو پھر پڑھو۔ اس میں تم نے حقیقت کے اصطلاحی معنی کو چھوڑ کر اس کا استعمال بالذات کے معنی میں شروع کر دیا اور اسی بنیاد پر تم نے لکھا

ہے کہ ”میرے خیال میں بالعرض کوئی حقیقت ہی نہیں۔“ تم خیال کرو کہ گفتگو تو اس حقیقت ومجاز کی چل رہی ہے جو ایک خاص اصطلاح ہے، اور تم اس کے دوسرے معنی کو لے کر گفتگو کر رہے ہو۔ گفتگو میں ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے ورنہ خلطِ مبحث ہو کر مسئلہ کہیں سے کہیں جا پڑتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبوت خواہ بالذات ہو یا بالعرض اس کا انکار کسی طرح درست نہیں۔ بالذات اور بالعرض کا فرق دوسرے نتائج کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار واعلان تمام انبیا سے ابتدا ہی میں کرایا گیا۔ تمام انبیا نے آپ ﷺ کی امت میں پیدا ہونے کی تمنا کی۔ ”تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ “(بقرہ:۲۵۳) کی صورت میں یہ فرق ظاہر کیا گیا۔ حضرت عیسی علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لا کر آپ کی پیروی کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ مگر ایک صفت جب تک موجود ہے، اس کا انکار کیوں کر ممکن ہوگا؟ اس لحاظ سے کسی نبی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ ”لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ “(آل عمران:۸۴) میں یہ مضمون بیان کیا گیا۔

دوسری وجہ جو تم نے لکھی، اس کی ضرورت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ جاذبیت اور عدمِ جاذبیت پر کون سا مسئلہ موقوف ہے؟ انبیا کو نبوت ملی ہے جس کی بنیاد وحی اور رسالت ہے۔ اور علما کو صرف نورِ نبوت وعلمِ نبوت ملا ہے، وہ خود نبوت نہیں ہے۔ حائل وغیرہ کا مفروض کہاں سے پیدا ہوا؟ جب یہ طے ہو گیا کہ نبوت عطا ہونے کے بعد سلب نہیں ہوتی تو حائل کا مفروض خود بخود منہدم ہو گیا۔ علما ومشائخ نبوت نہیں حاصل کرتے اس کا نور اور علم حاصل کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف حضرات انبیا کو نبوت حاصل ہوتی ہے۔ تمھاری تحریر سے تو کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ شاید علما بھی نبی ہوتے ہیں، اس لیے یہ وجہ کالعدم ہے۔ امید ہے کہ اب پوری بات صاف ہو گئی ہوگی۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

……

[۲]

عزیزی اختر سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں رمضان المبارک میں غازی پور نہیں تھا۔ ۱۸؍شعبان کو الہ آباد گیا تھا اور ۲۴؍رمضان تک وہیں رہا۔ کل واپسی ہوئی تو تمھارے مکتوب کی دونوں قسطیں موصول ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ تمھیں اچھا رکھے۔ تمھارے ساتھی عبدالعزیز سے ملاقات ہوئی تھی، تمھیں سلام کہلوایا ہے۔ اس کی بھی بڑی خواہش ہے کہ مدرسہ دینیہ میں تعلیم حاصل کرے مگر قاری (مبین) صاحب کی اجازت کی مجبوری ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶؍ رمضان ۱۴۰۲ھ

……………………………………

[۳]

عزیزم! **سلمکم اللہ تعالیٰ**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط چند روز پہلے ملا تھا، کل محمد رضوان کا خط ملا، جس میں تمھاری تحریر بھی ہے۔ میں الحمد للہ تم سے کسی طور پر ناراض نہیں ہوں اور ناراضگی کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔ تم لوگوں کی محبت کو میں اپنے لیے باعثِ سعادت اور سرمایۂ نجات تصور کرتا ہوں، پھر ناراض ہونے کا کیا معنیٰ؟ البتہ رمضان شریف میں خط کتابت کی طرف التفات نہیں ہوتا جس کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔

محمد رضوان کے لیے گورینی جانا بالکل مناسب نہیں ہے، ابھی وہاں تعلیم کا کوئی خاص معیار نہیں ہے اور اس عزیز کی کتابیں ابتدائی ہیں۔ میرے خیال میں یہ مناسب ہے کہ ابھی مدرسہ تبدیل نہ کیا جائے۔ مدرسہ دینیہ ہی میں پڑھے، میری دیکھ بھال ان شاء اللہ رہے گی۔ ایک سال کے بعد جیسا مناسب ہوگا کیا جائے۔ میری رائے یہی ہے۔

والد محترم مدظلہ سے سلام کہہ دو اور دعا کی درخواست بھی پیش کردو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۵؍ رمضان المبارک

……………………………………

[۴]

عزیزی وحبیبی! **زادک اللہ علماً وعرفاناً**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل تمھارا خط ملا۔ آیا تو پہلے سے تھا مگر ایک طویل سفر الہ آباد، باندہ، مالیگاؤں اور بمبئی کا

ناگاہ سر پر سوار ہو گیا تھا اور دو ہفتہ کی غیر معمولی مدت اس میں صرف ہو گئی۔ واپسی پر تمھارا خط ملا، پڑھا اور دل میں غیر معمولی مسرت محسوس ہوئی۔ بحمد للہ میری آرزوؤں کی تکمیل حق تعالیٰ تمھاری ذات سے کرا رہے ہیں۔ میں نے اول بھی یہی چاہا تھا اور آخر بھی یہی تمنا ہے کہ میرے دوستوں کی زندگی خدمتِ دین کے لیے وقف رہے۔ بحمد للہ تمھارے اندر استعداد ہے اور حق تعالیٰ نے مواقع عنایت فرمائے ہیں۔ تم کو مناظرہ کی قدرے تفصیل بھی لکھنی تھی، کن لوگوں سے مناظرہ تھا؟ کیا موضوع تھا؟ میں دن رات تمھارے لیے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حیاتِ طیبہ عنایت فرمائیں، علم و عمل کی حرص نصیب فرمائیں، اخلاص و محبت ارزانی فرمائیں، قبولیت و محبوبیت سے نوازیں، دنیا و آخرت میں سرخ رو و شادکام بنائیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱/ جمادی الاخری ۱۴۰۹ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کافی عرصہ کے بعد تم نے خط لکھا۔ غالباً شعبان یا رجب میں تمھارا ایک خط گھر کے پتے سے ملا تھا۔ اس کے جواب میں قدرے تفصیل سے میں نے کبیدگی کے اسباب لکھ دیے تھے، معلوم نہیں تمھیں ملا یا نہیں؟ اس کے بعد سے تمھارا کوئی خط نہیں ملا۔ اب یہ پہلا خط ہے۔ میری ناراضگی کو تم نے مبہم لکھا ہے۔ مجھ کو تعجب ہے کہ تم سمجھ دار ہو اور پھر مبہم لکھ رہے ہو۔ اگر واقعی تمھارے نزدیک مبہم ہے تو تمھیں معافی چاہنے سے پہلے اس کی وضاحت کرا لینی چاہیے۔ افسوس ہے کہ تم نے اتنے دن کے بعد خط بھی لکھا تو ایک چوٹ مار گئے۔ کاش تم عقل سے کام لیتے۔ اگر واقعی تم سوچتے تو یہ ابہام جاتا رہتا۔

میاں سنو! استاذی و شاگردی کا رشتہ ذرا نازک ہوتا ہے۔ معاف کر دینا تو میرے لیے بہت آسان ہے، لیکن معاف کرنے کا حاصل اگر یہ ہو کہ اسبابِ کبیدگی کو باقی رکھتے ہوئے درگزر

کیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ تعلق منقطع کرلیا جائے۔ اور اگر تعلق کا باقی رکھنا منظور ہے تو نری معافی معتبر نہیں ہے، ان اسباب کا ازالہ ضروری ہے جن کے باعث ناراضگی ہوتی ہے۔ مجھے چوں کہ تم سے تعلق کا انقطاع گوارا نہیں ہے، اس لیے تمھارے دریافت کیے بغیر لکھتا ہوں کہ تمہارے مضامین میں تعلّی ہوتی ہے، تواضع اور انکساری نہیں ہوتی۔ پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی بہت بڑا شخص جوانا نیت سے معمور ہے، خطاب کررہا ہے۔ اس انداز پر میں نے پہلے بھی تنبیہ کی ہے لیکن تم نے توجہ نہیں کی۔ یہ طریقہ غلط اور تکلیف دہ ہے۔

دوسری چیز جو میرے لیے باعثِ تکلیف بنی، وہ یہ کہ تمھاری پہلی تالیف آئی مگر تم نے مجھے اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔ بہت عرصہ کے بعد جب کہ وہ کتاب دوسرے ذرائع سے مجھے حاصل ہو چکی تھی، تب تم نے بھیجی۔ جب کہ میرے خیال میں تمھارے سلیقۂ تحریر وتقریر میں سب سے پہلا اور سب سے زیادہ دخل میرا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ تم مجھ سے دوری اختیار کررہے ہو، اس احساس نے الجھن پیدا کی اور یہ احساس اس وقت اور زیادہ ہوا جب تم نے غازی پور، مئو اور جہانا گنج کا سفر کیا اور اگر کوئی شخص لایقِ التفات نہیں تھا، وہ میں تھا۔ تم سوچو کہ اگر میری جگہ تم ہوتے اور تمھارا کوئی عزیز ترین شاگرد جس کی تربیت و پرداخت میں تم نے اپنے ذہن وقلب کو مصروف رکھا ہو اور اس کے لیے خون جگر جلایا ہو، ایسی ہی بے التفاتی کر کے گزر جائے تو تم پر کیا گزرے گی؟ کیا یہ بات تمھارے سوچنے کی نہیں ہے؟ اور اسی کو مبہم ناراضگی کہتے ہیں۔ اب بھی عقل سے کام لو، ورنہ پھر مجھے نہ چھیڑو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۶/ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ

……

[۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا کارڈ ملا تھا مگر اس وقت شدید دردسر میں مبتلا تھا۔ غالبًا جب تم آئے تھے تو ذکر آیا تھا کہ میں بمبئی جانے والا ہوں۔ وہاں تقریبًا ایک ماہ لگ گئے تھے۔ آپریشن ذرا ٹیڑھا تھا مگر الحمد

للہ خیر وخوبی کے ساتھ ہو گیا۔ ایک ماہ کے بعد واپس ہوا تو ابھی زخم پورے طور پر بھرا بھی نہ تھا کہ دردِ سر میں مبتلا ہو گیا۔ غضب کا درد تھا، چوبیس گھنٹہ رہتا تھا۔ اس وقت پڑھانے سے، پڑھنے سے، لکھنے سے بالکل معطل ہو کر رہ گیا تھا۔ اسی وقت خط ملا تھا۔ جواب لکھنے کی نوبت نہیں آئی اور اب طویل مدت کی وجہ سے اس کا دھیان باقی نہیں رہ گیا۔ ڈیڑھ ماہ کے بعد اس مرض سے نجات ملی۔ اب بحمد للہ ٹھیک ہوں۔

تمھارا دوسرا خط ملا۔ طبیعت کی خرابی کی اطلاع سے دل پر ایک عجیب اثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو صحتِ کاملہ عاجلہ نصیب فرمائیں اور اندرونی بے چینی کو اپنے فضل وکرم سے دور فرمائیں۔

جب سے خط ملا ہے، بار بار دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم سے اپنے دین کی خدمت لے۔ بس میری ایک بات یاد رکھو کہ تواضع کو اپنا شعار بناؤ، صرف بڑوں کے سامنے ہی نہیں، اپنے برابر والوں کے لیے بھی اور اپنے سے چھوٹوں کے لیے بھی۔ اپنی قدر وقیمت نہ اپنے دل میں محسوس کرو اور نہ لوگوں کے سامنے اس طرح پیش ہو کہ خواہ مخواہ لوگوں کو شبہ ہو کہ تم اپنی بڑائی ظاہر کر رہے ہو۔ اور بڑائی کا اظہار سب سے زیادہ زبان کے ذریعہ ہوتا ہے، اس پر بہت کنٹرول کرو۔ کسی کی بات ناگوار ہو اور اس کا ظاہر کرنا ضروری ہو تو اس میں بھی تواضع کا بازو جھکا رہنا چاہیے۔ یہ بات اللہ کے نزدیک بھی مقبول بنائے گی اور مخلوق کے نزدیک بھی۔

بڑائی اور تکبر کے جتنے مظاہر ہوں ان سے قطعی اجتناب کرو۔ تقریر میں بھی، گفتگو میں بھی اور تحریر میں بھی۔ ابھی سمجھو کہ بچے ہو............

میری باتیں پڑھ کر تمھیں تکدر نہیں ہونا چاہیے۔ اس کا تصور تک مت کرنا کہ تم اونچی کتابیں پڑھاتے ہو، مضامین لکھتے ہو، لمبی تقریر کرتے ہو تو میرے سامنے کچھ بڑے ہو گئے ہو۔ اپنے کو میرے سامنے وہی بچہ سمجھو جو ۱۹۸۰ء میں تھا۔ کچھ سمجھے؟ غلطی سب معاف کر چکا ہوں اور آئندہ کا انتظام کر رہا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲؍رجب ۱۴۱۶ھ

❑❑❑

مولانا شرافت ابرار صاحب کلکتہ

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ اشکال پیش کرنے سے خوشی ہوئی کہ الحمدللہ ذہن خوب سے خوب تر کی تلاش میں مصروف رہتا ہے۔

"الطھور شطر الایمان" کی جو شرح حاشیۂ مشکوۃ میں کی ہے، وہ تسامح سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے اس میں نہ جانے کس قسم کی تاویل کی گئی ہے۔ اسی حالت پر اس کو چھوڑ دو۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس پر جو لکھا ہے وہ اچھی بات ہے۔ لکھتے ہیں کہ: المراد بالایمان ھٰھنا ھیئة نفسانیة مرکبة من نور الطھارة والاخبات، والاحسان اوضح منه فی ھذا المعنی ولا شك ان الطھور شطره"۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ج۱، ص۱۷۴۔ کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۱۳۷۳ھ)

یہاں ایمان سے مراد (تصدیق قلبی نہیں ہے جس پر نجات موقوف ہے) بلکہ وہ روحانی کیفیت ہے جو جسمانی پاکیزگی وطہارت اور قلبی انابت واخبات کے نور سے مرکب ہوتی ہے۔ اخبات کے معنی میں احسان کا لفظ زیادہ واضح ہے۔ اور بلا شبہ طہور اس ایمان کا نصف ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایمانِ کامل ایک نورانی کیفیت ہے جو انسان کے باطن میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کیفیت کے منشا کا تعلق کچھ ظاہری اعضا سے ہوتا ہے اور کچھ باطنی اعضا سے۔ ظاہری اعضا کو پاک کرنے والی چیز طہور ہے خواہ وضو ہو یا غسل۔ اور باطنی اعضا کو سنوارنے والی چیز 'اخبات' ہے۔ جس کے لیے شاہ صاحب زیادہ واضح لفظ 'احسان' کو قرار دے رہے ہیں۔ گویا اس طرح ایمان دو اجزا سے مرکب ہوا۔ اول طہارت، دوسرے احسان۔ ان دونوں کے نور سے انسان کو جو روحانی کیفیت حاصل ہوتی ہے، اس کا نام ایمان ہے۔ اس طور پر طہارت شطرِ ایمان

ہے۔ اس سے طہارت کی اہمیت خوب واضح ہوتی ہے۔

امید ہے کہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی۔ حجۃ اللہ البالغہ خود خرید لو یا مسجد میں خرید والو تو اچھا رہے گا۔ غور سے مطالعہ کروگے تو بہت مناسب باتیں حاصل ہوں گی۔ ایک ہی جلد میں دو حصے ہیں پہلے حصہ کا آخر اور دوسرا حصہ مکمل احادیث کی مختصر شرح پر مشتمل ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸؍صفر ۱۴۰۹ھ

❑❑❑

مولانا نثار خالد صاحب

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ حالات کی ناسازگاری سے گھبراؤ نہیں، یہ زندگی کا مقدر ہے۔ اسی میں ہاتھ پیر مار کر سمندر عبور کرنا ہے۔ اپنے کام، مطالعہ کتب، تلاوت اور دعا ومناجات میں لگے رہو۔ حالات سدھرنے کا انتظار نہ کرو۔

مجھے بھی یہاں آکر یہی معلوم ہوا کہ کتبِ ممتحنہ وہی رہیں گی جو گزشتہ سال تھیں۔ اب میری رائے متعین ہے کہ تم دیوبند چلے جاؤ، وہاں مناسب رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری مدد فرمائیں۔ شرافت (ابرار) کا بھی خط آیا ہے، اس کو بھی یہی جواب لکھ رہا ہوں۔

والد اور بھائی کو سلام کہو۔ میری طبیعت اچھی نہیں ہے، صحت کی دعا کرو۔ پانی کے جہاز سے حج کا فارم بھر دیا ہے، دعا کرو کہ حج نصیب ہو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۰/رمضان ۱۴۰۸ھ

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے دونوں خط ملے۔ داخلے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ بہت اچھا ہوا کہ تم دیوبند چلے گئے، اب یہاں رہنا کسی طرح مناسب نہیں تھا۔ رہا سامان کا مسئلہ تو بقرعید کی تعطیل میں آکر لے جانے کے علاوہ اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟ میرا اگر سفر (حج) ہو گیا تو کنجی کمرے کی مولوی وکیل صاحب کے پاس رہے گی۔ ان سے کہہ دوں گا، سامان آکر لے لینا۔ ابھی منظوری نہیں آئی ہے۔

دوستوں کو توقع بہت ہے، انھیں کی توقع پر میں بھی امید باندھے ہوئے ہوں۔ دیکھو خدا کو کیا منظور ہے۔ اپنی شامت اعمال پر نظر ہوتی ہے تو بجز اندھیرے کے اور کچھ نظر نہیں آتا، ہاں خدا کی رحمت بہت بڑی ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم ذی قعدہ ۱۴۰۸ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ تم نے دو باتیں لکھی ہیں، ایک مشکوۃ کے سبق میں نیند کا آنا۔ دوسرے کتاب کا سمجھ میں نہ آنا۔ یہ دونوں ایک سے بڑھ ایک بلائیں ہیں۔ حق تعالیٰ عافیت بخشیں۔ میں دعا کر رہا ہوں، کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آتی بجز دعا کرنے کے کہ حق تعالیٰ سب مشکل کو دور کریں۔

کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کسی معصیت کا دخل ہے۔ تم خود غور کرو اور توبہ و استغفار کام میں لاؤ۔ یہاں مولانا اکرام اللہ صاحب تم سے کبیدہ خاطر معلوم ہوتے ہیں۔ اب تو تم جا چکے ہو، ان سے اس بات کا اظہار کیے بغیر غایت لجاجت سے معافی مانگ لو۔ بعض اوقات اساتذہ کی ناراضگی کا بھی ان امور میں دخل ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ فہم و دماغ کو کشادہ کریں اور یہ مرض زائل فرمادیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

……

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا، پڑھ کر بہت رنج ہوا۔ اب تم مولانا کے پاس خط نہ لکھو بلکہ جو خط انھوں نے تم کو لکھا ہے، وہ میرے پاس بھیج دو۔ میں اس کی روشنی میں تم کو جواب لکھ دوں گا۔ تم اس کو اپنے

قلم سے نقل کر کے بھیج دینا۔ اور ہاں خطوط میں بڑوں کے یہاں ادبیت واستعارات کا زور نہ دکھاؤ۔ اساتذہ کے یہاں سیدھی سادھی مقصد کی بات لکھا کرو، لفاظی محض تصنع ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا ایک خط بہت پہلے ملا تھا، جس میں مولانا اکرام اللہ صاحب کے خط کا تذکرہ تھا۔ میں نے فوراً جواب لکھا تھا اور اس میں یہ ہدایت کی تھی کہ مولانا کا خط میرے پاس بھیج دو۔ پھر میں اس کا انتظار ہی کرتا رہ گیا۔ اب اتنے دنوں کے بعد تمھارا لکھا ہوا کارڈ موصول ہوا۔ اب مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ تمھارا پہلے والا خط لفافہ میں تھا یا کارڈ تھا۔ تم نے اس خط میں لکھا ہے کہ لفافہ روانہ کیا تھا، اب معلوم نہیں میرا خط تمھیں نہیں ملا یا تمھارا خط مجھے نہیں ملا؟

دوسری بات یہ ہے کہ میں غازی پور گیا تھا۔ 'تبریز' نامی کتاب کا حصہ مولوی عبدالشکور کہہ رہے تھے کہ تمھارے ہاتھ بھیجا تھا۔ اس وقت میں بالکل بھول رہا ہوں کہ تم نے لاکر مجھے دیا تھا تو میں نے کہاں رکھ دیا؟ یا تمھارے پاس ہی کتاب رہ گئی؟ جو صورت تمھیں یاد ہو، لکھو۔ اس کی ضرورت ہے۔

تمھارے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۵؍ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

……

[۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک خط ابھی چند روز پہلے تمھیں لکھ چکا ہوں، مل چکا ہوگا۔ کتاب کے سلسلے میں پریشان نہ ہو، ممکن ہے کہ میرے پاس پہنچی ہو اور میں نے کسی کو مطالعہ کے لیے دیدیا ہو اور پھر مجھے یاد نہ رہا

ہو۔ قسمت کی ہوگی تو مل جائے گی۔ میں تو صرف اس لیے دریافت کیا تھا کہ شاید تمھیں یاد ہو تو کچھ سراغ لگے، باقی اس کے لیے پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔

تمھارے خطوط سے گھبراہٹ اور اضطراب کا اظہار بہت ہوتا ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ جسم کی کمزوری کیوں بڑھ گئی ہے؟ کیا طبیعت خراب رہتی ہے یا کوئی اور بات ہے؟ خدا پر بھروسہ کرو انھیں سے دعائیں کرو، پریشان نہ ہو، جو کچھ مقدر ہے وہ مل کر رہے گا، اس سے بیش وکم نہ ہوگا۔ علم ہو یا عمل، صحت ہو یا مال، آرام ہو یا تکلیف، سب خدا کے نزدیک مقدر اور مقرر ہو چکا ہے، اس لیے بے فکر ہو کر کام میں لگے رہو۔ طبیعت جتنا ساتھ دے اسی کے بقدر محنت کرو۔ کتابیں سمجھنے کی کوشش کرو، جو کچھ سمجھ میں آجائے اسے یاد رکھنے کا اہتمام کرو، بس۔ باقی خدا کے حوالے کرو۔ جو وقت گزر چکا ہے اس پر افسوس لاحاصل ہے، اس سے کیا فایدہ؟ ماضی پر رنج وافسوس بے معنی ہے اور مستقبل کا خوف وہراس خواہ مخواہ کا دردِ سر ہے۔ بس حال پر نگاہ رکھو اور کڑی نگاہ رکھو۔ جس شخص کے قابو میں حال ہوگا اس کا ماضی بھی حوصلہ افزا ہوگا اور مستقبل بھی روشن ہوگا۔ بس آگے اور پیچھے کی فکر چھوڑ کر موجود وقت کو غنیمت سمجھو اور اس کو استعمال کرو۔ یہ نہ سوچتے رہو کہ میں نے یہ نہیں کیا، وہ نہیں کیا۔ اس وقت کو دیکھو کہ کیا کر رہے ہو؟ ”الماضی لا یذکر والمستقبل لا ینظر والحال ھو المعتبر“ بس اس سبق کو یاد رکھو اور یہ خوب سمجھ لو کہ آدمی کی سعی وکوشش بھی تقدیر سے ہے اور حاصل و ناحاصل بھی مقدر۔ انسان تقدیر کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے اور پھر صاحبِ اختیار بھی ہے اور اختیار بھی تقدیری ہے۔ اس لیے جہاں تک ہمت وحوصلہ ساتھ دے سعی وکوشش کرنا ضروری ہے۔ لیکن جو کچھ ہو چکا ہے اس پر افسوس لاحاصل ہے۔

یہاں اتنا پڑھ لکھنے کے بعد ناشائستہ الفاظ کا احتمال رہتا ہے۔ اہتمام سے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے خط لکھتے رہا کرو۔ غلطی ہوگی تو میں بتادوں گا، مگر مردود ہونے کے وساوس سے خود کو آزاد کرو۔ یہ لفظ مجھے برا معلوم ہوتا ہے، اس طرح کا تصور ہرگز نہ لاؤ۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۶/ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

……

[۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ کے بعد تمھارا خط ملا۔ تمھاری علالت سے رنج ہوا، حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ کامل شفا نصیب ہو۔

تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد خط لکھ دیا کرو، یہ نہ سوچو کہ کیا خط لکھوں؟ اپنی خیریت، پڑھائی کا حال، درخواستِ دعا کچھ بھی لکھ دیا کرو۔ یہ ضروری نہیں کہ بہت لمبا چوڑا لکھو۔ لکھنے سے یاد قایم رہتی ہے، دعا کی توفیق ہوتی ہے۔

تم خالی اوقات میں استغفار کی کثرت رکھو۔ کسی وقت بیٹھ کر سو بار درود شریف پڑھ لیا کرو، ان شاء اللہ بہت فایدہ ہوگا۔

خورشید والیاس سلمہما کو سلام ودعا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳/ جمادی الاخری ۱۴۰۹ھ

……

[۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا، بعض مصروفیات کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ جو سوال تم نے کیا ہے اسے پڑھ کر تعجب ہوا، اتنی موٹی سی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ میاں! یہ سوال تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی پوچھے کہ آگ میں جلانے کی خاصیت کیوں دی گئی (بخشی گئی) پانی میں سرایت کرنے کی صفت کیوں رکھی گئی؟ رہا یہ کہ جھوٹ بولنے میں برائی کیوں ہے؟ چوری کرنا حرام کیوں ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ سب امور حکمت پر مبنی ہیں۔ آخر دنیا میں ہر چیز اور ہر کام میں کوئی نہ کوئی خاصیت ضرور ہے۔ یہ سوال تو ہوسکتا ہے کہ انسان کو اختیار کیوں دیا گیا؟ لیکن یہ سوال کرنا عبث ہے کہ اختیار مل جانے کے بعد اختیار ہی کی بنیاد پر جزا وسزا کا معاملہ کیوں ہے؟ صاف بات ہے کہ اختیار کی یہی خاصیت ہے، اس کو ذوی العقول تو ذوی العقول غیر ذوی العقول بھی بداہۃً محسوس کرتے ہیں۔

دیکھو! کتے کو کوئی شخص ڈنڈے یا پتھر سے مارے تو جو فاعل اختیار ہے، کتا غصہ میں اسی

پر لپکے گا، ڈنڈے یا پتھر پر نہ دوڑے گا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کتا محسوس کرتا ہے کہ غصہ اتارنے کا محل وہ ہے جہاں اختیار ہے، اور جہاں اختیار نہیں ہے وہاں جانا فضول ہے۔ کسی فعل یا کسی شے میں یہ خصوصیت کیوں رکھی گئی ہے؟ اس سوال کا دروازہ بند ہے۔ بس خدا کی حکمت ہے اور ہر انسان اسے بدیہی طور سے جانتا ہے۔ آم کیوں میٹھا ہوتا ہے؟ گنے سے رس کیوں نکلتا ہے؟ پھر اس میں حلاوت کیوں ہوتی ہے؟[۱] زمین میں یبوست کیوں ہے؟ آخر ان سوالات کا کیا جواب ہے بجز اس کے کہ حق تعالی نے ایسا ہی بنایا ہے۔ ہاں اشیا کی صورتِ نوعیہ اسی خاصیت کی متقاضی ہے، لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ اسی خاصیت کی متقاضی کیوں ہے؟ تو بالآخر وہی جواب آخری ہوگا جسے میں نے پہلے کہا ہے۔

امتحان کا پرچہ تم بہت مختصر لکھتے ہو اور پوری بات سمجھاتے نہیں ہو، اس لیے نمبر کم آتا ہے۔ پرچہ میں ہمیشہ تفصیل و توضیح سے کام لیا کرو، مثالوں سے اسے سمجھاؤ۔ تمھارا اختصارِ مخل ہوتا ہے، بات ادھوری رہ جاتی ہے۔ پرانے پرچوں پر اس کی مشق ابھی سے کر ڈالو۔ مثلاً ایک سوال لے کر اس کا جواب کتاب میں تلاش کرلو، پھر سمجھ کر اسے مفصل لکھو۔ میں نے تمھارے پرچے جانچے ہیں، پرچہ میں یہ عیب ہوتا ہے۔ لفاظی کی ضرورت نہیں ہے، بس نفس مسئلہ کسی قدر تفصیل سے سمجھا کر لکھا کرو۔

رمضان کی تعطیل میں جب تمھارا وہیں رہنے کا ارادہ ہے تو عربی کی مشق کرلو۔ زیادہ وقت اسی میں لگاؤ تاکہ عربی لکھنی آجائے۔

غیر درسی کتابوں کے متعلق زبانی پوچھنا۔ ممکن ہے کہ میں شعبان میں یہاں کی تعطیل کے بعد آؤں۔ بھائیوں کو سلام و دعا کہہ دو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۶؍ رجب ۱۴۰۹ھ

---

[۱] بلکہ تمھارا سوال اس سے آگے کا ہے۔ یعنی یہ کہ حلاوت میں اس کی مخصوص لذت کیوں آتی ہے؟ اور تلخی میں اس کی والی خصوصیت کیوں ہوا کرتی ہے؟ برودت میں سردی والی کیفیت کیوں ہوتی ہے؟ بھلا بتاؤ اس سوال کا جواب کون دے سکتا ہے۔

○○○

[۹]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ عربی تمرین کا سلسلہ کسی قدر رہنا چاہیے۔ عربی تحریر کی مشق مفید رہے گی۔ طلبہ جو تیاریِ امتحان کی خواہش رکھتے ہیں ان کی مدد کرنا عین ثواب ہے اور اس میں تمھارا فایدہ بھی ہے کہ سب کتابوں پر نظر ہو جائے گی۔ لیکن بوجھ اتنا ہی اٹھانا جو قابلِ تحمل ہو، جتنی کتابیں تم آسانی سے نکال سکتے ہو، اتنی ہی کی ذمہ داری قبول کرو۔ زیادہ کتابوں کا بار پڑ جائے گا تو صحت متاثر ہوگی۔ تمھاری صحت یونہی اچھی نہیں رہتی، مزید اس سے اثر پڑے گا۔ اس لیے مروت میں پڑ کر ہر ایک کی درخواست قبول نہ کرو۔ معذرت کرنا ’قولِ معروف‘ سے سیکھ لو، اور کسی ایسے طالب علم کی درخواست قبول نہ کرنا جس سے طبیعت کا لگانا ناجائز قسم کا ہو جائے۔ اس سے بہت احتیاط کرنا۔

تمھاری صحت کے لیے اور حصولِ محنت کے لیے اور حصولِ علمِ نافع کے لیے، اتباعِ سنت اور عملِ خیر کے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲؍رمضان ۱۴۰۹ھ

……

[۱۰]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط مدرسہ کھلنے سے پہلے...... میں ملا تھا، مگر اس وقت مدرسہ پہنچنے کی تیاری ہو رہی تھی، خیال ہوا کہ مدرسہ پہنچ کر خط لکھوں گا مگر سامان رکھنے رکھانے میں تمھارا کارڈ گھر پر چھوٹ گیا۔ اس لیے جواب میں تاخیر بھی ہوگئی اور یہ بھی بھول گیا کہ تمھارے خط میں قابلِ جواب کیا مضمون تھا۔ غالباً تم نے اپنی علالت کا تذکرہ کیا تھا اور یہ کہ تم نے دار الافتا میں نقلِ فتاوی کی خدمت قبول کر لی تھی۔ تمھاری علالتِ طبع سے تشویش رہتی ہے۔ حق تعالیٰ صحت وعافیت سے نوازیں۔ اور دار الافتا کی یہ خدمت مناسب تھی، اس طرح کی خدمت سے چوکنا نہیں چاہیے۔ تعلیم میں محنت اعتدال سے کرو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۳؍شوال ۱۴۰۹ھ

……………………………………

[۱۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے دو خط ملے۔……….

یہ تم نے صحیح سنا کہ میں حج کے لیے جاؤں گا۔ ۳؍جولائی کو بمبئی سے جہاز ہے۔ حق تعالیٰ سے دعا کرو کہ بعافیت یہ سفر پورا ہو اور اپنے فضل سے قبول فرمائیں۔ وہاں پہنچ کر ان شاء اللہ تم کو اور تمھارے بھائیوں اور والدین کو نہیں بھولوں گا، سب کے لیے دعا کروں گا۔ اطمینان رکھو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲؍ذی قعدہ ۱۴۰۹

……………………………………

[۱۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ بحمد للہ سفر سے نہایت خیر وعافیت کے ساتھ مراجعت ہوئی، البتہ یہاں آکر طبیعت خراب ہوگئی۔ تقریباً دو ہفتہ تک مسلسل بخار رہتا رہا، اب اچھا ہوں۔ الحمد للہ

مولانا افضال الحق صاحب زید مجدہم کے ساتھ ایک حادثہ گزر گیا۔ ایک آدمی نے آکر بلاوجہ گالیاں دیں اور ایک دو ہاتھ مار بھی دیا۔ طلبہ میں بڑا اشتعال پھیلا مگر بعد میں آکر معافی مانگ لیا۔ اب کوئی بات نہیں ہے۔ میں اسی روز مدرسہ سے گھر پہنچا تھا۔

مولانا اچھے ہیں اور میں بھی بحمد للہ بعافیت ہوں، کوئی پریشانی نہیں ہے۔ تم نے اپنے گھر کی پریشانی مبہم سی لکھی ہے۔ مجھے حج میں جانے سے پہلے سب کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ میں نے حرمین پاک میں تم لوگوں کے لیے بڑی دعائیں کی ہیں۔ ہر مقامِ اجابت میں تم لوگوں کے لیے بارگاہِ الٰہی میں التجا و گریہ وزاری کی ہے، لیکن منتظر ہوں کہ تفصیلی خیریت معلوم ہو۔ تمھارے والد

جیل سے رہا ہوئے یا نہیں؟ پوری بات لکھو، مبہم بات نہ لکھا کرو۔

تم لوگوں کے لیے برابر دعا کرتا ہوں۔ عزیزم محمد الیاس سلمہ کو سلام و دعا کہو۔

عزیزم عبدالرشید کے والد بھی سفر حج میں ساتھ تھے، خوب ملاقاتیں رہیں۔ اس کو بھی سلام کہو اور یہ بتا دو، اسے خوشی ہوگی۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳؍صفر ۱۴۱۰ھ

……………………

[۱۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ ادھر عرصہ سے شرافت (ابرار) کا بھی خط نہیں آیا ہے کہ اسی سے خیریت معلوم ہوتی۔ خیر میں تو دعا کرتا ہوں۔

عزیزم! تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ تقدیر کا لکھا پورا ہو رہا ہے۔ تم تو تماشائی ہو، دیکھتے رہو۔ جو لکھا جا چکا ہے اسے مٹانا نہ تمھارے بس کا ہے اور نہ کسی اور کے بس کا۔ کمزوری، علالت، بری حالت سب برحق، مگر دل کو مطمئن رکھو، حق تعالیٰ معین و مددگار ہیں۔ پریشانی میں طبیعت پڑھنے سے کیوں اچاٹ ہونے لگتی ہے؟ آئندہ کیا کروگے؟ یہ سوال ابھی سے مسلط نہ کرو۔ باگ ڈور کسی اور کے ہاتھ میں ہے، وہ رحیم بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں۔ بس ان کے سامنے دامن پھیلائے رکھو۔ جس کو خدا پر اعتماد ہو، اس کے لیے پریشانی ایک بے معنی چیز ہے۔ ہمارے تمھارے پاس کوئی طاقت نہیں ہے لیکن جس کے پاس طاقتوں کا خزانہ ہے اس سے ربط قایم رکھو۔ بالکل مطمئن رہو، نہ پریشان ہو کر حالات کو بدل سکتے ہو، نہ خوش و خرم ہو کر۔ پھر کیوں نہ ان کی تقدیر سے راضی رہا جائے کہ اس میں ثواب کا ثواب ہے اور راحت کی راحت۔

میرے عزیز! دنیا دار الابتلا ہے، اس میں کوئی الجھن سے بچا نہیں ہے۔ راحت کی اصلی جگہ جنت ہے۔ اس لیے یہ خیال ترک کردو کہ مزاج کے موافق حالات نہیں۔ بس جو کچھ روکھا سوکھا پیش آئے خدا کی مرضی و مشیت سمجھ کر گوارا کیے جاؤ، اسی میں ان کی رضا ہے، وہی جب چاہیں گے

مصایب کے بادل چھانٹ دیں گے۔ اس وقت تم لوگ اضطراب کی کیفیت میں ہو، دعا کیے جاؤ، ان شاء اللہ سب قبول ہوگی اور اپنے اپنے وقت پر ان کا ظہور ہوتا رہے گا۔ امید ہے کہ میری بات سمجھ لی ہوگی۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۷؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

……

[۱۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا یہ خط جو ابھی ملا ہے، خاصا اضطراب کا مظہر ہے۔ تمھیں یہ احساس ہے کہ یہ آخری سال ہے، اس کے بعد زندگی کے اس میدان میں آنا ہے جس کی اب تک تیاری ہو رہی تھی۔ تم اس سے گھبرا رہے ہو، سوچتے ہو کہ ایک سال اور تیاری کا مل جاتا۔ لیکن میرے عزیز! تم اپنے اور گھر کے حالات سے واقف ہو۔ میری ہرگز رائے نہیں ہے کہ مزید ایک یا چند سال پڑھنے کا ارادہ کرو۔ طالب علمی کے لیے ساری عمر پڑی ہے۔ مطالعہ کتب، تحصیل علم اور محنت وکاوش کا مرحلہ تا عمر ہے۔ اس وقت خود سے کوئی ارادہ نہ کرو، گھر والوں کی رائے پر چھوڑ دو، جو وہ کہیں اسے خوش دلی سے قبول کرلو۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی خدمت لینی منظور ہوگی تو اس کے اسباب بہم پہنچا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے دل ودماغ میں صلاحیت بخشی ہے، وہ کہیں بھی رہ کر بروے کار لائی جاسکتی ہے۔ دورہ کے بعد طالب علمی کاہلی اور فرار کی ایک شکل ہے۔ تم خود بھی استخارہ کرتے رہو۔ حدیث میں استخارہ کی ایک مفصل اور جامع دعا ہے جو شاید تم کو یاد بھی ہو، اگر یاد نہ ہو تو یاد کرلو۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیُ أَسُتَخِیرُکَ بِعِلُمِکَ وَاسُتَقُدِرُکَ بِقُدُرَتِکَ وَاسُئَلُکَ مِنُ فَضُلِکَ الُعَظِیُمِ فَاِنَّکَ تَقُدِرُ وَلَا أَقُدِرُ وَتَعُلَمُ وَلَا أَعُلَمُ وَأَنُتَ عَلَّامُ الُغُیُوُبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنُ کُنُتَ تَعُلَمُ اَنَّ ھٰذَاالُاَمُرَ خَیُرٌ لِیُ فِیُ دِیُنِیُ وَدُنُیَایَ وَعَاقِبَةِ أَمُرِیُ فَقَدِّرُہُ وَیَسِّرُہُ لِیُ ثُمَّ بَارِکُ فِیُہِ وَاِنُ کُنُتَ تَعُلَمُ اَنَّہُ شَرٌّ لِیُ فِیُ دِیُنِیُ اَوُ دُنُیَایَ اَوُعَاقِبَةِ أَمُرِیُ فَاصُرِفُہُ عَنِّیُ وَاصُرِفُنِیُ عَنُہُ وَاقُدُرُ لِیَ الُخَیُرَ حَیُثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیُ بِہٖ'' اور بعد نماز مغرب یا بعد نماز عشا دو رکعت استخارہ کی نیت سے پڑھ کر یہی دعا الحاح وزاری کے ساتھ کرو۔ ان شاء اللہ اس کے بعد جو مناسب صورت ہوگی، نکلے گی۔

میں تو تم لوگوں کے لیے دعا کرتا ہی رہتا ہوں۔ خط پر پتہ لکھا کرو۔ تمھارے اس خط پر سرے سے پتہ ہے ہی نہیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳/ جمادی الاخری ۱۴۱۰ھ

……

[۱۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ مستقبل کے متعلق زیادہ فکر مت کرو، مستقبل ہمارے تمھارے اختیار میں نہیں ہے۔ وہ پردۂ غیب میں ہے اور خداوند تعالی کے دستِ قدرت میں ہے، اس پر کسی کا دخل نہیں ہے۔ لہٰذا اندیشے بے بنیاد ہیں۔ بس حق تعالی سے دعا کرتے رہو کہ کوئی عمدہ صورت تجویز فرمادیں۔ وہیں سے سب کام بنے گا۔

رہی یہ بات کہ صلاحیت نہیں ہے یا کم ہے؟ تو ایسی بات بھی نہیں ہے۔ بہت سے لوگ جو آج بھی اچھی جگہوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں، ان سے اچھی صلاحیت تمھارے اندر موجود ہے۔ موہوم باتوں میں انہماک نہ کرو، اپنے کام میں مشغول رہو۔ حق تعالی کو راضی رکھنے کی کوشش کرو اور ان سے پورے الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرتے رہو۔ یہی اول وآخر حل ہے ہر مسئلے کا۔

اللہ تعالی اپنی رضا کا کام تم سے اور ہم سے لے لیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۹/ رجب ۱۴۱۰ھ

……

[۱۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل تمھارا خط ملا، طبیعت بہت خوش ہوئی۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ تمھارا داخلہ افتا میں ہوگیا۔

میری ممانعت تو اس بنیاد پر تھی کہ اگر تمھارے گھر والے تیار نہ ہوں تب، ورنہ میری کب

یہ خواہش ہوسکتی ہے کہ ممکن حد تک پڑھ لینے سے پہلے تعلیم روک دو۔ گھر والوں نے خوشی سے اجازت دی تو بہت اچھی بات ہے۔ لیکن الیاس سلمہ کے متعلق تم نے کچھ نہیں لکھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ تمھیں ہر طرح سے کامیاب کریں، والد محترم کو باعزت رہا کرادیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۰/ ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ

……………………

[۱۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ کے بعد تمھارا خط ملا۔ خط کی تاخیر میں کوئی ایسی خطا نہیں ہے جس پر معافی مانگنے کی ضرورت ہو۔ ہاں خط آتا رہتا ہے تو یاد تازہ رہتی ہے، دعا کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ خط آنے میں دیر ہوتی ہے تو باتیں مضحل ہونے لگتی ہیں۔ اس لیے مناسب تو یہ ہے کہ جلد از جلد خط لکھا کرو۔

ہاں جی! تم لوگوں کے حالات معلوم ہیں، دعا بھی کرتا ہوں۔ خدا تعالی رحیم بھی ہیں حکیم بھی۔ حکمت کے مطابق رحم فرماتے ہیں۔ مایوس ہونے کی بات نہیں ہے۔ صرف انتظار کرو صبر کے ساتھ، ضبط کے ساتھ، رضا کے ساتھ، دعا کے ساتھ۔ "فان مع العسر یسراً"

امتحان کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں، نیز فلاح دارین کی بھی۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۲/ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ

……………………

[۱۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط پڑھ کر طبیعت کا عجیب حال ہوگیا۔ تم نے یہ خط انتہائی کرب اور بے چینی کے عالم میں تحریر کیا ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے حزن وملال ٹپک رہا ہے۔ تم نے جو سطریں قلم زد کردی ہے وہ اس رنج وغم کا نقطۂ معراج ہے، لیکن تم نے سوچا کہ شاید گستاخی ہو، اس لیے کاٹ

دیا۔ تم پر اس وقت جو حال طاری تھا اس میں تم معذور تھے۔ اللہ تعالیٰ تمھارے رنج کو خوشی سے اور تمھاری تکلیف کو راحت سے بدل دیں۔ واقعی دعائیں ہوتی ہیں، مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ قبولیتِ دعا میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ لیکن تم ذرا سوچو! یوسف علیہ السلام بے گناہی کی حالت میں کتنے دن تک جیل میں محبوس رہے۔ کیا انھوں نے دعائیں نہیں کی ہوں گی؟ پھر سوچو کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نگاہوں سے کتنے دور رہے۔ کیا باپ نے بیٹے کے لیے دعائیں نہیں کی ہوں گی؟ لیکن دیکھو کہ قبولیت میں کتنی دیر لگی۔ اس لیے اس تاخیر میں استعجاب واستبعاد تو کچھ نہیں، البتہ بندے جو ظلوم بھی ہیں جہول بھی ہیں، انھیں نہ اپنے کرتوتوں کی خبر ہوتی ہے، نہ اللہ کی مصلحتوں کا ادراک ہوتا، اس لیے گھبراتے ہیں۔ لیکن خوب تجربہ ہے کہ رنج وغم جتنا طویل ہوتا ہے خوشی و راحت بھی اسی کے بقدر نصیب ہوتی ہے۔ مایوس نہ ہو، گھبراؤ نہیں، انتظار کرو بسط وکشاد کا۔ اللہ پر ایمان ہے تو اسی پر اطمینان رکھو، گھر باہر سب اس کے قبضے میں ہے۔

امتحان جتنا سخت ہوتا ہے کامیابی پر نمبر بھی اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ اللہ تم کو ثابت قدم رکھے، میں دل سے دعا گو ہوں۔

آج ہی الیاس کا بھی خط ملا ہے، اسے جلد بھیجو۔ آج ہی مولوی شرافت (ابرار) کا بھی خط ملا ہے، انھوں نے والد محترم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ انھیں لکھ رہا ہوں کہ کیا احوال ہیں؟ تم اطمینان سے اپنے کام میں لگے رہو۔

میں الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ اس سال بھی حج کا فارم بھرا ہے۔ دعا کرو کہ قبول ہو جائے اور حاضری آسان ہو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۴؍ ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

……

[۱۹]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد الیاس سلمہ بخیر وعافیت یہاں پہنچ گیا اور کام میں لگ گیا۔ حق تعالیٰ کامیاب کرے۔

نوافل میں طبیعت کے انبساط وانقباض کی جانب التفات نہ کرو، ہر صورت میں ان پر

دوام اختیار کرو۔ یہ نفس کب چاہے گا کہ طاعت کی پابندیوں میں گرفتار ہو، اسے گرفتار کرنا پڑتا ہے۔ اس کو شریعت کی لگام پہنانا ضروری ہے۔ وساوس وخیالات مضر نہیں ہیں اگر ان کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ میں تمھارے لیے دعا گو ہوں۔

تم نے سوال کیا ہے کہ حق تعالی اپنے مِلک سے باہر ہونے پر قادر ہے یا نہیں ہے؟ یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ حق تعالی کی ملکیت خود اس کی پاک ذات پر وارد ہے یعنی یہ کہ وہ ذات سبحانہ تقدس اپنی مملوک ہے۔ اگر یہ خیال ہے تو غلط ہے۔ ملکیت کا تعلق دو جانب سے ہوتا ہے، ایک تو جانبِ فاعلیت سے اور دوسرے جانبِ مفعولیت سے۔ اور مفعول کی ذات فاعل کی ذات سے مغائرت رکھتی ہے۔ پس اگر خدا تعالی مالکِ کُل شے ہیں تو کُل شے باری تعالی کے مغائر ہیں۔ مملوکیت کا اطلاق خود ان کی ذات پر محال ہے۔

حق تعالی کی مالکیت علی الاطلاق ہے لیکن مملوکیت اس کا طرف مقابل ہے۔ فاعل کی فاعلیت کے ظہور کے لیے مفعول میں مفعولیت اور تاثیر کی صلاحیت کا بھی ہونا ضروری ہے۔ حق تعالی مالکِ کُل ہیں، لیکن یہ ملکیت اسی چیز پر وارد ہوگی جس میں مملوک بننے کی صلاحیت ہوگی۔

محالات میں مملوک ومفعول بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے، اسی لیے وہ تحت القدرۃ اور تحت الملک نہیں ہوتیں۔ (بعض چیزیں اپنے نقص اور عیب کی وجہ سے تحت القدرۃ نہیں آتیں، جیسے محدوداتِ عقلیہ۔ اور بعض چیزیں اپنی رفعت شان کی وجہ سے تحت القدرۃ نہیں آتیں، جیسے ذاتِ الٰہی کہ اگر اسے تحت القدرۃ مان لو تو اس میں نقص اور عیب لازم آئے گا) خوب سمجھ لو کہ ذات باری تعالی مملوکیت کے نقص سے پاک ہے، پس اس پر ملکیت وارد نہیں ہوتی۔ لہٰذا تمھارا سوال ہی غلط ہے، یا اس سوال کا مطلب کچھ اور ہے تو لکھو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱؍ جمادی الاولی ۱۴۱۱ھ

……

نوٹ) واضح رہے کہ حضرت مولانا نے میرے سوال میں لفظ 'مُلک' کو 'مِلک' پڑھا اور اسی کو مدنظر رکھ کر جواب تحریر فرمایا۔ پھر دوبارہ میں نے خط لکھا تھا اور حضرت نے اس کا جواب بھی لکھا تھا مگر وہ دستیاب نہیں ہوسکا۔ [نثار خالد]

○○○

[۲۰]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ مجھے جمعرات کو تمھارا انتظار تھا۔ کیوں کہ معلوم تھا کہ تم ظہر سے پہلے آجاؤ گے مگر تم اس وقت تک نہ آسکے اور میرا گھر جانے کا پروگرام پہلے سے بن چکا تھا، اس لیے میں رک نہ سکا۔ نہ جانے تمھیں مجھ سے کیا کہنا تھا۔ اور جو کچھ کہنا تھا جب زبان سے کہنے کا موقع نہیں ملا تو خط میں لکھے ہوتے۔ خط میں صرف تمہید اور درخواست لکھ کر چھوڑ دی۔ مجھ سے تم لوگوں کو کیا حجاب ہے؟ جتنا بن پڑتا ہے میں خیر خواہی سے دریغ نہیں کرتا۔

کل عزیزم شرافت ابرار کا خط آیا ہے۔ انھوں نے اوائل شعبان میں یہاں آنے کا قصد ظاہر کیا ہے، خدا کرے پورا ہو جائے۔

باقی سب خیریت ہے۔ اللہ تم کو ہر طرح امن وعافیت میں رکھے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

……

[۲۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ جب خط کا جواب مطلوب ہو تو جوابی لکھا کرو، اس میں میرے لیے سہولت ہوتی ہے۔

تمھارے دونوں مضمون بہت زیادہ قابلِ توجہ اور لائقِ غور وفکر ہیں۔ پہلی بات جو تم نے لکھی ہے، یعنی یہ کہ دل میں خدا کی محبت جیسی ہونی چاہیے، محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے حصول کا طریقہ تو اہلِ محبت اور اہلِ نسبت کی صحبت نیز کثرتِ ذکر ہے۔ ان دونوں کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ جہاں تک اہلِ محبت کی صحبت کا مسئلہ ہے تو یہ ایک خاصا پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اول تو ایسے بزرگوار اس زمانہ میں کم ہیں اور جو ہیں تو تم اور ہم اپنے احوال کے باعث ان کی صحبت میں وقت نہیں دے پائیں گے۔ اس کا بدل مکاتبت اور مراسلت ہے، یہ البتہ سہل ہے۔ اس مسئلہ پر غالباً تم سے کبھی زبانی گفتگو نہیں ہوئی ہے۔ تم اپنے رجحانِ طبع کے مطابق کسی اللہ والے سے خط کتابت

کرو۔ اگر دل مطمئن ہو جائے تو ان سے وابستہ ہو جاؤ، ان سے تعلیم حاصل کرو۔ اور جب تک یہ نہیں ہو پاتا ہے بزرگوں کے ملفوظات اور ان کی تالیفات پڑھو۔ متقدمین میں امام غزالی علیہ الرحمہ کی تین کتابیں ضرور زیر مطالعہ رکھو۔ ایک تو 'کیمائے سعادت' جس کا اردو ترجمہ 'اکسیرِ ہدایت' کے نام سے ملتا ہے۔ دوسرے 'منہاج العابدین'۔ تیسرے 'اربعین' جس کا ترجمہ 'تبلیغ دین' کے نام سے دستیاب ہے۔ اور متاخرین میں حضرت حکیم الامت اور حضرت مصلح الامت قدس سرہما کی کتابیں بغایت مفید ہیں۔ شروع کرو امام غزالی کی تالیفات سے۔

دوسرے مضمون کا جواب محض حلم وتحمل ہے۔ طلبہ خواہ تمھارے رشتہ دار ہوں لیکن تم ان سے تعرض نہ کرو۔ اس کام کو مدرسہ کے ذمہ داروں کے حوالے کردو اور یہ بھی خیال رکھو کہ اپنے متعلقین کو اپنے اعتماد پر لا کر مدرسہ میں داخل نہ کرو، بالکل خاموش تماشائی بنے رہو، اپنے سبق اور مطالعہ سے کام رکھو۔

مولوی عبد الشکور سلمہ کو سلام کہو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۳؍ رجب ۱۴۱۲ھ

……………………………………

[۲۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج تمھارا خط ملا۔ ہاں بقرعید کی تعطیل میں میں سفر میں تھا، لیکن خط لکھنے کا ارادہ کرو تو لکھ دیا کرو، خواہ میرے بارے میں کچھ احتمال ہو۔ آخر میرے آنے کے بعد مل ہی جائے گا۔ دس بارہ روز تو خط آنے ہی میں لگ جاتے ہیں۔ دیر ہوتی ہے تو مجھے انتظار سا لگ جاتا ہے۔

۱- کھال کی بابت تمھاری بات صحیح ہے۔ قربانی کی کھال میں تجزی نہ ہونا بالکل مہمل خیال ہے۔ کھال کا مالک خواہ بیچ کر مختلف لوگوں میں تقسیم کرے یا کسی سے ایسا کرائے، سب درست ہے۔

۲- وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ بعض اکابر نے اسے محض

اختلافِ لفظی قرار دیا ہے مگر بنظرِ تحقیق دیکھو گے تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ لیکن یہ دونوں مسئلے نازک اور دقیق ہیں، اس لیے بروقت اس پر کچھ لکھنے کی فرصت نہیں ہے۔ کبھی ملاقات ہوگی تو زبانی بتادوں گا۔

جنات سے خوف نہ کرو، آرام سے رہو۔ اس (کمرے) میں پابندی سے تلاوت کرتے رہو اور مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں "بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ" روزانہ صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھ لیا کرو۔

خدا پر توکل اور بھروسہ رکھ کر ذہنی پریشانیاں دور کرو۔ ماضی و مستقبل سب خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے کام میں لگے رہو۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تمام پریشانیوں کو دور فرمائیں اور تم کو اور مجھ کو اور میرے سب احباب کو عالمِ باعمل صاحبِ ورع وتقویٰ بنائیں۔

مجھے دھیان نہیں رہا کہ جواب کے لیے تم نے انتر دیسی رکھا ہے، لکھنے کے بعد دیکھا۔ اسے رکھ لیا ہے، لفافہ میں خط بھیج رہا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۵؍ محرم ۱۴۱۳ھ

……

[۲۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جہاں تک شرح تہذیب نہ سمجھنے کی بات ہے تو وہ منطق کی کتاب ہے، اس سے بے رغبتی دیکھتے ہی ہو، اس کے نہ سمجھنے کی شکایت فضول ہے۔ باقی اور کتابیں سمجھ میں آتیں ہیں، غنیمت ہے۔ یہ لڑکے بے وجہ پریشان کرتے ہیں، اگر دوسری جگہ کی تعلیمی حالت دیکھیں تو سمجھ میں آئے۔

تم نے اپنا جو حال لکھا ہے، وہ شدید انقباضی حالت معلوم ہوتی ہے۔ تم صرف درس سے کام رکھو اور اس میں ہی حسبِ موقع طلبہ کو پڑھنے اور محنت کرنے کی ترغیب دے دیا کرو۔ کام کرنا

ہو تو مدرسہ کے انتظامات میں نفیاً یا اثباتاً دخل مت دو۔ نماز میں سستی بہت بری ہے، اس سے بہت احتراز کرو۔ طبیعت لگے یا نہ لگے، نماز باجماعت کی پابندی اور تلاوت کا اہتمام ضروری ہے۔ اور جو چیز سب سے زیادہ اہتمام اور توجہ کی مستحق ہے، وہ مزاج کی سختی ہے، اسے نرم کرو۔ سخت دل اور غصہ ور آدمی بہت برا ہوتا ہے۔ کوشش کرو کہ یہ رذیلہ بالکل مضمحل ہو جائے، اس سلسلہ میں محنت کرنا ضروری ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔

جس پر غصہ آئے اس پر ہاتھ نہ اٹھایا کرو، یہ پہلا سبق ہے۔ اور یہ دستور چھوٹوں کے لیے ہے۔ بڑوں اور برابر والوں پر غصہ آئے تو زبان سے اس کا اظہار نہ کرو۔ اس کی مشق کر لو اور مجھے اطلاع کرو کہ یہ مشق کہاں تک پہنچی ہے۔ اللہ تمھاری مدد فرمائے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۲ر محرم ۱۴۱۴ھ

……

[۲۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ تمھیں اپنی اصلاح کی فکر ہے، اس سے بہت خوشی ہوتی ہے۔ مزاج کی شدت اور غصہ کی زیادتی واقعی بہت بڑا عیب ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس چیز میں نرمی شامل ہوتی ہے، اس میں زینت پیدا ہو جاتی ہے، اور جس چیز میں سختی شامل ہوتی ہے، اس میں عیب پیدا ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم) اس لیے اس کا بہت اہتمام سے علاج ہونا چاہیے۔ جیسے قابو ہوتا جائے مجھے اس کی اطلاع دیا کرو۔

تدفین کے بعد میت کے لیے اجتماعی طور پر تسبیح وتہلیل اور دعا وغیرہ درست ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تدفین کے وقت حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے تسبیح پڑھوائی تھی۔ دیکھو مشکوۃ شریف 'باب عذاب القبر'۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی طور پر دعا پڑھنے یا کرنے میں حرج نہیں ہے، اس سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

احسن الفتاوی کے مولف واقعی متشدد ہیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

……

[۲۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط بہت پہلے ملا تھا، مگر ان دنوں میں اپنی ایک تالیف کی تکمیل میں اتنا مشغول تھا کہ باوجود اس کے کہ ہر روز بعد مغرب کا وقت خط لکھنے کے لیے مختص کر رکھا ہے، اب کی مرتبہ اس کے لیے وقت نہ نکال سکا اور تمھارے خط کے ساتھ دوسروں کے بہت سارے خطوط تشنۂ جواب رہ گئے۔ اب جب کہ تھوڑی فرصت ملنے والی تھی کہ اچانک بمبئی کا سفر ایک ضرورت کی وجہ سے کرنا پڑا اور یہاں تو بالکل گنجایش نہیں ہے، مگر فجر سے پہلے چند لمحات فرصت اور خلوت کے میسر آجاتے ہیں، بس انھی لمحات میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔

تم نے لکھا ہے کہ میں ’مشکوۃ‘ اور ’مظاہر حق‘ قدیم دونوں کا بغور مطالعہ کیا تو اتنا سمجھا کہ ’حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد وقتی طور پر غضبِ الٰہی کا ایک خاص منظر پیش آگیا تھا، جو آپ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہوگیا تھا تو آپ نے تسبیح وتکبیر پڑھی تو صحابہ کرام نے بھی دیکھا دیکھی ’سبحان اللہ‘ اور ’اللہ اکبر‘ کہنا شروع کر دیا تھا، تاکہ غضبِ الٰہی رفع ہو۔‘ یہ بات تو صحیح ہے لیکن کیا اس سے اس کی مشروعیت ثابت نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل کسی امرِ مشروع کو بتانے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ آپ کے ساتھ مختص نہ ہو۔ اور یہاں اختصاص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ رہا یہ کہ آپ ﷺ پر منکشف ہوا تو ساتھ ساتھ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ’اگر کوئی شخص ضغطۂ قبر سے بچ سکتا تو سعد ضرور بچ جاتے۔‘ اس سے معلوم ہوا کہ ضغطۂ قبر ہر ایک کو کسی نہ کسی درجہ میں پیش آتا ہے۔ پس ہر ایک کے لیے تسبیح خوانی مشروع ہے۔ اور صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے حکم سے کیا ہو یا دیکھا دیکھی کیا ہو، نفس مسئلہ پر اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آپ ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی تو یہ آپ ﷺ کی تقریر ہے، اور تقریر بھی من جملہ اقسام سنت کے ہیں۔

’’صحابہ کرام نے فُرادیٰ تسبیح پڑھی تھی، نہ کہ اجتماعی طور پر‘‘۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ آخر

چند آدمی جب ایک ساتھ ایک ہی کام کرتے ہیں تو اسی کو تو اجتماعی کہا جاتا ہے، ورنہ تو عمل ہر ایک کا مستقل الگ الگ ہوتا ہے۔ دیکھو! جماعت کی نماز میں امام صاحب کے نزدیک قرات کے علاوہ تمام ارکان ہر شخص فُرادیٰ فُرادیٰ ہی ادا کرتا ہے، اور دوسرے ایمہ کے نزدیک تو قرات سمیت ہر رکن فُرادیٰ فُرادیٰ ادا کیا جاتا ہے تو کیا یہ اجتماعی عمل نہ ہوا؟

بعض احادیث میں تسبیح کا حکم بھی منقول ہے۔ کتاب میرے پاس نہیں ہے ورنہ نقل کرتا۔ تسبیح و تہلیل یہ سب دعا ہی ہیں۔ دعا کے انداز بہت ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے: "افضل" "یا" "خیر الدعاء الحمد لله"۔

ابھی سفر میں ایک صاحب کے پاس علامہ ابن قیم کی کتاب 'الروح' تھی۔ اسے کھولا تو اس میں ایک روایت ملی۔ انھیں کے الفاظ میں نقل کرتا ہوں: "وفی السنن من حديث عثمان بن عفان رضی الله عنه قال: كان النبی ﷺ اذا فرغ من الدفن وقف عليه فقال: استغفروا لاخيكم وأسألوا له التثبيت فانه الآن يسأل" (ص: ۱۲۷/ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۲۲۱)

اب دیکھو! اس سے صریح روایت اور کیا ہوگی؟ دفن کے بعد خود کھڑے ہونا اور صحابہ کرام کا بھی کھڑے ہونا، انھیں دعا و استغفار کا حکم دینا، پھر ان سب کا اس عمل کو کرنا، کیا اجتماعی عمل نہ ہوگا؟

آج کل بدعت کے سلسلہ میں اتنا غلو ہوتا جا رہا ہے کہ جو چیزیں واقعی ثابت ہیں، انھیں بھی لوگ بدعت کہہ کر اڑا دینا چاہتے ہیں۔ میں نے 'احکام المیت' دیکھی نہیں ہے، ممکن ہے کہ التزام کو بدعت لکھا ہو، اگرچہ مجھے اس میں بھی کلام ہے۔ لیکن میری رائے اب بھی یہی ہے کہ یہ عمل خواہ اجتماعی ہو یا انفرادی، ثابت بالسنۃ ہے، اسے بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

بچے کے کان میں عورت کے اذان دینے کی روایت میرے ذہن میں محفوظ نہیں ہے۔

الحمد للہ خیریت سے ہوں، تمھارے لیے دعا کرتا ہوں۔ غصہ کو ہر وقت لگام لگاتے رہو، جن مواقع پر غصہ آنا چاہیے ان میں بھی غصہ نہ کرو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۸/ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ

……

[۲۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا، تمھارے حق میں دعا کرتا ہوں۔ کوئی بھی عمل بالخصوص عملِ خیر ابتداءً طبیعت پر بھاری ہوتا ہے، مگر پھر ہلکا ہو جاتا ہے۔ ہزار گرانی ہو، اس کو بجالانے کے لیے مستعد رہو۔

مدرسہ دینیہ کے لیے میری رائے نہیں ہے۔

ضلع رہتاس میں ایک قصبہ ہے ناصری گنج، وہاں ایک بہت پرانا مدرسہ ہے، 'مدرسہ معین الغرباء'۔ اپنے بزرگوں کا اس سے پرانا تعلق ہے۔ وہاں سے ابھی پرسوں نرسوں مولوی محمود عالم رہتاسی جو گورینی میں پڑھتے تھے تم لوگوں سے نیچے کی جماعت میں، وہ آئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ مدرسہ معین الغرباء میں صدر مدرس کی ضرورت ہے۔ میں نے تمھارا نام پیش کیا، وہ بہت خوش ہوئے۔ میرے خیال میں وہ مدرسہ مناسب ہے۔ ایک ہزار تنخواہ دیں گے، کھانا پینا الگ۔ اگر تم تیار ہو تو میرے اور مولوی محمود کے حوالے سے ایک خط وہاں کے ناظم کے نام لکھ دو یا میرے پاس لکھو، سات آٹھ شوال تک وہاں پہنچ جانا چاہیے۔ ہو سکے تو میرے پاس آجاؤ۔ نہیں، بلکہ وہیں چلے جاؤ۔ میں بھی پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ وہاں بھی خط لکھ رہا ہوں۔

بہر حال جو بھی تمھیں منظور رہے، مجھے فوراً خط لکھو اور مدرسہ معین الغرباء کو بھی لکھو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۱۲؍رمضان ۱۴۱۴ھ

……

[۲۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے کئی خط ملے، مگر واقعی مجھے صدمہ تھا۔ میں نے غایت اعتماد کر کے تمھارے سلسلے میں وعدہ کیا تھا، مگر اب اعتماد چکنا چور ہو گیا۔ اور لطف یہ کہ تم نے مجھ سے وہ وجہ بھی چھپائی جس کی بنا پر میری بات کی تعمیل نہ کر سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرے اوپر اعتماد نہیں ہے۔ مزید یہ کہ عدم تعمیل کی اطلاع بھی بہت دیر میں کی۔ اس لیے مجھے بہت صدمہ ہوا۔ لیکن تمھاری پریشانیوں سے

پریشان ہوں۔ اللہ تعالیٰ عافیت نصیب فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳؍محرم ۱۴۱۵ھ

……………………………

[۲۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا، پڑھ کر طبیعت متاثر ہوئی۔ جن حالات کو شرم کی وجہ سے تم نے بتایا نہیں، میرے نزدیک وہ حالات ایسے نہیں تھے جو مجھ سے چھپائے جاتے۔ تم بطور حصولِ مشورہ کے انھیں لکھے ہوتے، کوئی حل ان کا نکلتا۔ فی الحقیقت اس کا فیصلہ تم کو کرنا ہی نہیں چاہیے کہ کون سی چیز قابلِ اِخفا ہے اور کون سی نہیں۔ اگر ضرورت اظہار کی ہو تو بے تکلف اسے ظاہر کر دینا چاہیے۔ خیر جو ہوا، سو ہوا، آئندہ احتیاط شرط ہے۔

اب سنو! ناصری گنج سے مولوی محمود کا خط آیا ہے کہ ناصری گنج کی جگہ اب بھی خالی ہے، مفتی نثار خالد کو تیار کر دیجیے۔ اس نے یہاں آنے کے لیے لکھا ہے۔ اب میرا خیال یہ ہے کہ ایک بار تم مدرسہ سے چھٹی لے کر یا مستقبل قریب میں کوئی چھٹی ہونے والی ہو تو ناصری گنج چلے جاؤ اور ایک آدھ روز رہ کر وہاں کا جائزہ لو۔ اگر طبیعت کا اطمینان ہو تو قبول کر لو، ورنہ چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کوئی انتظام فرمائیں گے۔ اللہ سے دعا ہے کہ کوئی اچھا انتظام فرما دیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸؍صفر ۱۴۱۵ھ

……………………………

[۲۹]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ اس سے پہلے والے کارڈ کا جواب لکھ کر گھر کے پتے پر بھیجا تھا، وہاں شاید پہنچ گیا ہو۔

اگر ایک ہی سفر میں تینوں …… میں جانا ہے تب تو ظاہر ہے کہ قصر ہوگا اور جن رباعیہ

نمازوں میں امامت کی ہے، اصولی لحاظ سے واجب الاعادہ ہیں اور مصلیوں کو بھی اطلاع کرنی ہوگی، مگر مسئلہ چوں کہ مجتہد فیہ ہے، بعض ایمہ اس کی اجازت دیتے ہیں اور اطلاع دینے میں ایک طرح شورشِ عوام ہے، اس لیے اللہ کے حوالے کرو۔ اور خود بھی وقت گزر جانے کی وجہ سے نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، بس استغفار اور دعا کافی ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ

……

[۳۰]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ اس سے پہلے جس خط کا تم نے حوالہ دیا ہے، اس کا جواب لکھ کر خورشید سلمہ کو دیدیا تھا کہ ڈاک کے حوالے کردے۔ اس نے ضرور بھیج دیا ہوگا، اب شاید مل گیا ہو۔

سوتیلی ماں کی سوتیلی ماں سے نکاح درست ہے بلکہ اس کی حقیقی ماں سے بھی اگر کوئی اور وجہِ حرمت نہ ہو تو نکاح درست ہوگا۔ اسی طرح اس کی حقیقی لڑکی جو کسی اور شوہر سے ہو، اس سے بھی نکاح درست ہے۔

حاسدوں کے شر سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی جائے، یہ بڑا سخت فتنہ ہے۔ البتہ حاسدوں کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے اور اپنے دامن کو حسد سے بچائے رکھنا چاہیے۔ حسد کرنا درحقیقت اللہ پر اعتراض کرنا ہے کہ فلاں نعمت فلاں کو کیوں ملی؟ وہاں سے زایل ہوجانی چاہیے۔ یہ اعتراض بڑی گستاخی ہے۔ جس کو خدا سے ذرا بھی تعلق ہوگا وہ حسد کے قریب نہیں جائے گا۔ ہمیشہ اس کا استحضار رکھو، جو کچھ جس کو ملا خداوند تعالیٰ کا عطیہ ہے، اس پر جلنا فی الحقیقت اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا ہے۔ ہم کو جب اپنے مولیٰ سے محبت ہے تو جس کو مولیٰ کی طرف سے کوئی چیز ملی ہوئی ہے، اس سے بھی ایک درجہ میں محبت ہونی چاہیے۔ کیوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے عطیۂ خاص کا مورد ہے۔ یہ مراقبہ رکھو تو ان شاء اللہ حسد کی شورش ختم یا کم ہوجائے گی۔ دوسرے یہ کہ محسود کی شکایت میں بھی زبان ملوث نہ ہو، موقع بموقع اس کی تعریف کردینی چاہیے۔

حسد پرورش تو دل میں پاتا ہے مگر اس کو زیادہ تر غذا زبان ہی سے ملتی ہے۔ اس لیے اگر زبان روک لی جائے تو ان شاء اللہ غذا نہ پانے کی وجہ سے یہ خود بخود مر جائے گا۔ واللہ الموفق

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۶/ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ

……

[۳۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ خدا کرے جس جگہ تم پہنچے ہو وہ جگہ تم کو راس آئے۔ میں نے شاید پہلے بھی لکھا تھا اور اب بھی لکھ رہا ہوں کہ جہاں تک شریعت گنجایش دے، خواہ وہ خلافِ اولیٰ ہی ہو، مدرسہ کے اہلِ انتظام کی موافقت کرو، ان سے نزاع کا موقع ہرگز نہ آنے دو۔ جہاں نزاع کی صورت محسوس ہو، وہاں فوراً اپنی شکست قبول کرو۔ تعلیم اور طلبہ میں پوری جدو جہد کرو، اس میں کوئی کمی نہ آنے دو، لیکن اپنے غصے اور جلال کو تھام کر۔ میرے تجربے میں سب سے مضر چیز غصہ ہے، اس سے بہت ہوشیار رہنا۔ نیز وہم کی بنیاد پر کسی سے بدگمان نہ ہونا بلکہ کوئی واقعہ بھی دیکھ لو جب بھی بدگمانی نہ آنے دو، اس کی کوئی اچھی تاویل کر لو۔ اس سے بڑی راحت میں رہو گے۔ بدگمانی میں آدمی خود اپنے ہاتھوں عذاب میں مبتلا رہتا ہے اور اس سے نجات کی کوئی صورت نہیں ملتی۔

کتابیں جو ملی ہیں اُنھیں محنت سے پڑھاؤ۔ اللہ کامیاب فرمائیں۔ اور جو کچھ حدیثیں پڑھو اور پڑھاؤ ان پر عمل اور اعتقاد کی نیت رکھو، ان شاء اللہ برکت ہوگی۔ میں تمھارے لیے فکرمند رہتا ہوں اور دعائیں کرتا رہتا ہوں۔

فرزند عزیز ساجد سلمہ بہت یاد آتا ہے، اس کے لیے خوب دعائیں کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی ذہانت وتیزی کو دین کی خدمت میں لگائیں۔ میری طرف سے اس کو خوب خوب پیار اور دعا کہو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

……

[۳۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ نے اس سال سفرِ حج کی توفیق بخشی۔ ساتھ میں والد صاحب، والدہ، مولوی عزیز الرحمان صاحب، بھائی محمد بلال اور حاجی بابو تھے۔ ۲۱ر مئی کو واپسی ہوئی۔ اس وقت تمھارا خط ملا۔

خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ میرے سفرِ حج کی اطلاع تم کو نہیں ہے۔ میں الحمدللہ تم تمام بھائیوں کو تمام مقاماتِ اجابت پر یاد کرتا رہا اور دعائیں کرتا رہا۔

بچے کی ولادت سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نیک، متقی، عالمِ باعمل بنائیں۔

ساجد سلمہ خدا کرے کامیاب ہو۔ اب اس کے مزاج وطبیعت کا کیا رنگ ہے؟

میں الحمدللہ بخیر ہوں، سفرِ حج بھی بخیریت ہوا۔ منیٰ کے حادثہ میں اللہ تعالیٰ نے کلیتاً محفوظ رکھا، کسی طرح کا کوئی نقصان یا پریشانی نہیں ہوئی۔ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ تمام کلفتوں سے محفوظ رکھے۔

میں تمھارے لیے دعاے خیر کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶ر محرم ۱۴۱۸ھ

……

[۳۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہاں جی! بہت دنوں سے تمھارے خط کا اشتیاق تھا اور انتظار بھی۔ افسوس یہ ہوا کہ تمھارا پتہ میں نے اپنے پاس نوٹ نہیں کیا، ورنہ میں خود لکھا ہوتا۔ اب لکھ لیا ہے۔

اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے تمھیں شفا بخشی، اللہ کا بے حد شکر ادا کرو۔ نعمتِ صحت کی قدر یہ ہے کہ تحمل کے بقدر زیادہ سے زیادہ علم اور عبادت کا کام کرو۔ مطالعہ اور درس سے کچھ وقت ضرور فارغ رکھو اور اس میں اللہ کا ذکر کرو، تہجد واوابین وغیرہ کی پابندی کرو۔

ساجد سلمہ کے لیے حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس عزیز کو بہترین حافظِ

قرآن اور عالمِ باعمل بنائے۔

ملازم اپنی جائے ملازمت پر بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہے تو بہت سے علما بالخصوص علمائے پاکستان اور ان میں مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی علیہ الرحمہ بھی ہیں، نے فتوی دیا ہے کہ وہ جگہ اس کے لیے مثلِ وطنِ اصلی ہے، اس میں قصر نہیں ہے۔ ان کے دلایل وغیرہ دیکھنے سے میرا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ میرے رجحان کا کیا اعتبار؟ یوں سمجھو کہ میں نے اپنا عمل اسی پر رکھا ہے۔ احسن الفتاوی اگر تمھارے پاس ہو تو اسے دیکھ لو، اس میں دلایل مفصل مذکور ہیں۔ مولانا انعام الحق سلمہ نے 'احکامِ مسافر' میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ معلوم نہیں تمھارے پاس یہ کتاب ہے یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد دیوبند نے اسے شائع کیا ہے، وہاں سے منگوالو۔ اچھی کتاب ہے۔ تمھارے لیے دعا کرتا ہوں۔ میں بھی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲؍ جمادی الاولی ۱۴۱۸ھ

❑❑❑

مولانا محمد الیاس صاحب کلکتہ

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے بھائی (شرافت ابرار) کا ایک بہت پرانا کارڈ یہاں ابھی پڑا ہوا ملا اور آج ہی تمھارا خط ملا، نقد جواب لکھ رہا ہوں۔

خدا کرے امتحان کا نتیجہ اچھا آئے۔ تم سے یہی امید ہے، البتہ تمھارا ذہن کسی قدر غافل رہا کرتا تھا، اب معلوم نہیں کیا حال ہے؟

خواب تم نے بہت اچھا دیکھا ہے، جی خوش ہوا۔ حق تعالیٰ نے خواب میں ملاقات کرا کے خط لکھنے کی جانب متوجہ کر دیا ہے۔ خط لکھتے رہا کرو، خواب کی نصیحت بیداری میں ظاہر ہوگی۔

شرافت سے سلام کہو، اختر امام عادل اور انعام الحق سے بھی۔ اور یہ بھی کہ تم لوگوں نے چند سطروں سے کیوں بخل کر رکھا ہے؟ تم لوگوں کو حاصلِ محنت سمجھتا ہوں اور یہ غافل ہیں۔

باقی الحمد للہ سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
مدرسہ ریاض العلوم گورینی کھیتا سرائے جون پور یوپی

…………

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے خط کا بہت انتظار تھا، بہت تاخیر کر دی۔ تم نے جو کچھ کیا، یہ میری منشا کے خلاف نہیں ہے۔ حفظ کی تدریس میں یاد کرنا آسان ہے۔ استاذ بن کر نہ رہنا، ابھی اپنے آپ کو

طالب علم ہی بنا کر رکھنا۔ استاذ سمجھنے کے بعد بے نیازی آجاتی ہے، نیاز مند ہی رہنا۔ مجھے اس سے خوشی ہے، تم فکر نہ کرو۔ دعا تو برابر ہی کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۶/ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بقرعید کی چھٹی میں گھر پر تمھارا انتظار ہو رہا تھا، مجھے رنج بھی محسوس ہو رہا تھا کہ اس قدر قریب رہ کر تم نہیں آئے۔ والد صاحب اور بھائی بھی منتظر تھے، مگر خط سے عذر معلوم ہوا۔

تم نے جمعرات کو آنے کے لیے لکھا ہے، اگر شیخوپور آنا ضروری نہ ہو تو مجھ سے مئو میں آکر ملاقات کرو۔ جمعرات کو مجھے مئو جانا ہے، وہاں جمعہ کی شام تک رہوں گا۔ اگر شیخوپور پہنچنا ضروری ہو تو جمعرات کو شیخوپور آجاؤ اور جمعہ مئو میں مدرسہ مرقات العلوم محلّہ پٹھان ٹولہ کی مسجد میں پڑھو۔ اگر براہ راست مئو آنا ہو تو بھی جمعہ آکر وہاں ہی پڑھو۔ جمعہ سے پہلے فرصت نہ ہوگی، جمعہ بعد ملاقات آسان ہوگی۔ یہ مدرسہ بڑے مولانا کا ہے، چوک پر آکر کسی سے پوچھ لوگے تو راستہ معلوم ہو جائے گا۔ ہاں ظہر تک شیخوپور آجاؤ تو یہیں ملاقات ہو جائے گی۔ اب جیسا تم مناسب سمجھو۔ مولوی نثار خالد سلمہ بھی آنے والے تھے، ان کو بھی یہی پیغام کہلا دو۔

باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ

……

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ اجنبیت کا محسوس ہونا طبیعت کے تلون کے اثر سے ہے، گھر سے آنے

کے بعد ابتداءً یہی رنگ رہتا ہے۔ شاید اِس میں وہاں کے احوال کو بھی دخل ہو۔ بہر حال تم محنت سے اپنا کام کیے جاؤ۔ تمھارا پہلا کام اپنا قرآن پختہ کرنا ہے، اس میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔ یہ سال استقامت کے ساتھ گزار دو۔ میں سوچتا ہوں کہ کوئی اچھی جگہ ملے تو تم کو اس میں لگا دیا جائے۔

تمھارے حق میں باری تعالیٰ کی جناب میں دعا گو ہوں کہ اللہ ہر طرح کے خیر و صلاح اور فوز و فلاح کا فیصلہ فرمائیں۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ۱۰؍ربیع الاول کو غازی پور گیا تھا، رات میں ساڑھے آٹھ بجے روڈویز پر اترا۔ سیدھا شوکت منزل کی نیت سے چلا تھا کہ راستہ میں رفیق بھائی مل گئے، ان کے یہاں رک گیا، کھانا وہاں کھایا۔ وہیں حافظ عبد الجبار آ گئے، رات زیادہ ہوگئی تھی اس لیے عبد الجبار کے یہاں جا کر سویا۔ صبح عبد الجبار نے تمھارے یہاں فون کرنے کی کوشش کی، مگر نہ مل سکا۔ ۱۰؍بجے بنارس چلا گیا۔

اس سے بہت خوشی ہوئی کہ تم مجھے ایک ختم سنانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اچھی طرح سے محنت کر کے یاد کرلو۔ میں الحمد للہ اچھا ہوں اور تمھارے لیے دعا گو ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۶؍ربیع الاول

……

[۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ ماضی اور حال میں کچھ نہ کرنے کا احساس مبارک ہو، مگر یہ احساس صرف وسوسہ کی حد تک نہ رہے۔ یہ احساس اتنا طاقت ور ہونا چاہیے کہ کچھ کرنے پر آمادہ کردے۔ خود کو مختلف مشاغل کا پابند بناؤ۔ مشغولیت بڑی نعمت ہے۔ صبح سے شام تک کوئی وقت خالی نہ رکھو۔ اس میں ایک وقت حضرت تھانوی کے ملفوظات اور مواعظ کے مطالعہ کے لیے مختص کرو۔ مدرسہ کے کتب خانہ میں ایک معتد بہ مقدار میں ملفوظات و مواعظ موجود ہیں۔ اور ہر ہفتہ ایک خط مجھے لکھا کرو اور اس میں بتاؤ کہ کن کن کتابوں کا مطالعہ کررہے ہو اور کتنا؟ اور اس کا قلب پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اپنا ایک نظام الاوقات بنا کر مجھے اس سے مطلع کرو۔ یہی وقت ہے کہ اس میں کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور ہاں، کارڈ پر خط نہ لکھا کرو، آئندہ اس کے لیے لفافہ استعمال کرو۔ اگر گنجایش ہو تو جواب کے لیے لفافہ رکھ دو، ورنہ یونہی مفرد لفافہ لکھو۔ میں جواب لکھوں گا، مگر اس میں غفلت نہ ہو، سمجھے!

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۲/ جمادی الاخری ۱۴۱۳ھ

……………………………………

[۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط توقع کے مطابق ملا۔ اللہ تم کو اچھی توفیق عطا فرمائیں۔ اپنے خط پر حاشیہ کے نمبر دیکھو اور نمبر وار جواب ملاحظہ کرو:

۱- طالب علمی کی زندگی میں نسبتاً لاابالی پن ہوتا ہے، نیز ہمہ وقت ساتھ ہونے کی وجہ سے بہت سی باتیں نظر انداز ہوجاتی ہیں۔ جب اسی نیت سے یعنی اصلاح کی نیت سے کبھی آؤ گے جب اس کا اہتمام ہوگا۔

۲- ''دَردَر کی ٹھوکر'' کیا مطلب؟ تم کہیں بھی ہو، میرے دل سے قریب ہو، اس لیے دَردَر کی ٹھوکر کا تصور نہ کرو۔ جو بات ہو، ضرورت ہو، بے تکلف لکھو۔

۳- اپنی خیریت کو ہمیشہ سوچتے رہنا چاہیے، یہ دل کی زندگی کی علامت ہے۔

۴- بلاشبہ حضرت تھانوی کے مواعظ میں یہ خوبی ہے۔ ہر روز کچھ نہ کچھ اس کا مطالعہ کرتے

رہو۔

۵- بغرض اصلاح اپنے عیوب ونقایص کو اپنے مربی کے سامنے ظاہر کر دینا اصلاح کی بنیاد ہے۔

۶- بالکل نہیں، ہر انسان گنہ گار ہے۔ میں خود انتہائی سیاہ رو اور سیاہ قلب ہوں۔ جو خود برائیوں اور نجاستوں کا مجموعہ ہو، وہ دوسروں پر کیا ناراض ہو۔ اور جو کبھی کبھی تم نے ناراضگی دیکھی ہے، وہ محض غفلت اور بے فکری پر ہوا کرتی ہے۔ اس چیز سے واقعی غضب آتا ہے۔ اسی طرح کبر اور چالاکی پر بھی رنج ہوتا ہے۔ اور جن عیوب کا تم نے تذکرہ کیا ہے ان کی اصلاح کی تمھیں خود فکر ہے، پھر غصہ کس پر آئے؟ اللہ تعالیٰ تمھاری بھی اور میری بھی مدد فرمائیں۔

۷- یہ میلان اس عمر کا تقاضا ہے اور غیر اختیاری ہے۔ اس کی فکر نہ کرو، البتہ اپنی نگاہوں کی حفاظت اختیاری ہے، گو کہ مشکل ہے۔ اس کام کا اہتمام بلیغ کرو۔ اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ نگاہوں کو آوارگی سے بچاؤ، کسی کے چہرے پر نظر نہ جماؤ، بالخصوص...... کی طرف بلاضرورتِ شدید کے نہ دیکھو۔ ایک مرتبہ نظر پڑنے کے بعد طبیعت میں لذت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور پھر تقاضائے نظر ہوتا ہے، اس کی نوبت ہی نہ آنے دو۔ بیشتر اوقات نظر نیچی رکھو...... اور اگر نفس لذت محسوس کرے تو اسے خدا کا غضب اور جہنم کے شعلے یاد دلاؤ۔ ہمت شرط ہے، اسے نہ ہارو۔

۸- یہ بڑی سخت بات ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ اس میں بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ ایسے مواقع سے حتی الامکان بچتے رہو۔ میں بطور خاص اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔

۹- مکاتبت برابر جاری رکھو گے تو ان شاء اللہ فایدہ ہوگا۔ کیا کروں، میں خود انتہائی گنہ گار ہوں کہ دوسروں کو اس طرح نصیحت کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اور شاید اسی عیب کی وجہ سے میری باتیں اور میری صحبت موثر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں۔

۱۰- کوئی وظیفہ بغیر پوچھے نہ شروع کرنا۔

۱۱- تمھیں ابھی موت کا مراقبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم کسی وقت تنہائی میں بیٹھ کر کم از کم دو سو مرتبہ 'لا الٰہ الا اللہ' کا ذکر سراً اِس طرح کرو کہ تصور ہو کہ 'لا الٰہ' کے ساتھ دل سے تمام برے خیالات خواہشات وشہوات فنا ہو رہے ہیں۔ اور جب 'الا اللہ' کہو تو یہ محسوس کرو کہ اُس خالی جگہ میں

......جوان شہوات سے خالی ہوئی ہے...... عرشِ عظیم سے ایک نور دل میں داخل ہو رہا ہے۔ اطمینان سے ہر ہر لفظ پر دھیان دے کر صبح و شام کو ایک مجلس میں یہ ذکر کر لیا کرو۔ بس اس کے علاوہ کوئی وظیفہ نہ پڑھو۔

میں الحمدللہ اچھا ہوں۔ جب دوسرا خط لکھو تو اس کے ساتھ یہ پرچہ بھی بھیج دو۔ مجھے بالکل یاد نہیں رہتا کہ پچھلے خط میں کیا لکھا تھا۔ ہر ایک خط کے ساتھ پہلے والا ایک خط ضرور بھیج دیا کرو۔ یہ مکاتبت بالکل محفوظ رہے گی ان شاء اللہ۔ تمھارے لیے صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۷ر جمادی الاخری ۱۴۱۳ھ

....

[۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ حضرت تھانوی کے مواعظ کا مطالعہ جاری ہے، اس سے مسرت ہوئی۔ برابر انھیں پڑھتے رہو۔ دینی علوم اور اصلاحِ نفس کے لیے اکسیر ہے۔ تصورِ شیخ کی بحث میں نہ پڑو، تم تو یادِ الٰہی میں رہو۔ شیخ ذریعہ اور واسطہ ہے، اس کے تصور کی ضرورت نہیں۔ کبھی آؤ گے تو میرا مضمون رجسٹر سے نقل کر لینا۔

وحدۃ الوجود کی بحث ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ مختصر سمجھو کہ ایک تو اس کی علمی حیثیت ہے کہ آدمی یہ علم رکھے کہ وجود جسے وجود کہا جا سکتا ہے، وہ تو ایک ہی ہے۔ مثلاً دن میں روشنی تو ایک ہی ہے سورج کی۔ پھر اسی سورج سے آئینہ بھی روشنی حاصل کرتا ہے، تو گو آئینہ بھی روشن ہے مگر اصل روشن تو سورج ہے، اسی سے حاصل کر کے آئینہ میں بھی روشنی کی جلوہ گری ہے۔ اسی طرح کائنات تو معدومِ محض ہے، اصل وجود اور موجود تو ایک ہی ہے، اور اسی وجود کا ظل ہے جو کائنات اور مخلوقات کی صورت میں ہمیں نظر آ رہا ہے۔

یہ ایک علمی مسئلہ ہے، لیکن اس علم کو جب کوئی شخص بطور شغل کے اپنے دل و دماغ میں جماتا ہے، اس کا مراقبہ کرتا ہے تو کثرتِ تمرین سے اس کا ایک حال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ

عیاناً دیکھتا ہے کہ صرف خدا موجود ہے اور باقی سارا جہاں فانی اور مضمحل ہے۔ اور کائنات میں جتنے خیر وشر کا وجود وظہور ہو رہا ہے، سب کا مبدا بدایتاً اسی ایک ذات کو پاتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر خدا تعالی کی محبت تام نہ ہو تو وہ خدا سے ناراض اور بدگمان ہو بیٹھے گا۔ کیوں کہ جب کوئی تکلیف دہ چیز اس پر پڑے گی تو وہ اسے برا سمجھے گا۔ اور جب اس کا آغازِ کار عیاناً خدا کی طرف سے دیکھے گا تو وہ خدا ہی سے ناراض ہو جائے گا، اور اس طرح اپنا ایمان بگاڑ دے گا۔ اس کے برخلاف ہم لوگ جن کو وحدۃ الوجود کے حال سے مس نہیں ہے، جب کسی بات کو خلافِ مزاج پاتے ہیں اور اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں تو اسے اسباب کی طرف منسوب کر کے مطمئن ہو لیتے ہیں، خدا تک بات نہیں پہنچتی۔ درحقیقت یہ اسباب ہمارے ایمان کے لیے محافظ ہیں، ورنہ اگر براہ راست ہر چیز کو خدا کی طرف منسوب کرنے کا حال پیدا ہو جائے تو ایمان کا بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اگر کوئی محبت میں کامل ہو تو وہ محبت کی وجہ سے بے ادبی سے محفوظ رہے گا۔ اس لیے محبت الٰہی زیادہ ضروری ہے۔ معرفت ومحبت میں جب توازن ہوگا جبھی بات بنے گی۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے پاؤں میں کبھی ایک کانٹا بھی نہ چُبھا ہو اور اس نے اس کی معمولی سی کسک بھی کبھی نہ جھیلی ہو، اس کو ان شیر مردوں کی کیفیات کی کیا خبر جو ہمیشہ بلا و مصیبت کی تلوار سے گھایل ہوتے رہتے ہیں۔ یعنی راحت پرستوں کو اہلِ مصیبت کی کیا خبر؟ اہل اللہ کو یہ خوف وغم آخرت کا اور خوشنودیِ محبوب کا ہوتا ہے کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائیں۔ پوری زندگی اسی فکر واندوہ میں گھلتی رہتی ہے۔

تمھارا خواب اچھا ہے۔ دودھ کی تعبیر علم ہے، اور میری اہلیہ جو تمھارے لیے بمنزلۂ ماں کے ہے، درحقیقت میری وہ طبعی شفقت ومحبت ہے جو ماں کی مامتا جیسی شان رکھتی ہے۔ اور دوسری عورتیں جو دودھ لائیں، یہ درحقیقت دوسرے واسطے ہیں جہاں سے تمھیں علم کا فیض پہنچا ہے، لیکن وہ کہیں سے آئیں، اس میں میرا واسطہ ضرور شامل ہے۔ گرم اور گاڑھا ہونا، اس کے مزید باعثِ خیر وبرکت ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ تمھارے اندر علم ومعرفت کی استعداد ہے اور اس کا ظہور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ تعلق رکھنے پر موقوف ہے۔ اس کے ایک حصہ کا ظہور تو ہو چکا کہ تم بحمد للہ

حافظِ قرآن ہو چکے، آگے تمھارا کام ہے۔ اللہ تعالی تم کو صحت و عافیت بخشے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۸/رجب ۱۴۲۳ھ

……

[۹]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط بہت عرصہ کے بعد ملا، تمھارے احوال سے رنج ہوا۔ خیر اب تو وہیں کام کرو، استقلال سے رہو، اللہ تعالی اچھی سبیل پیدا کریں گے۔ مسلسل استخارہ کرتے رہو، میں بھی دعا کرتا ہوں۔ عربی کی کتابیں منتخب کر کے مدرسہ کے لیے منگوالو اور مقامی لوگوں کو کچھ عربی پڑھانا شروع کرو۔ کالج کے کے طلبہ پڑھنے والے مل جائیں گے۔ حضرت تھانوی کے مواعظ کا مطالعہ جاری رکھو۔ کام لینے والے اللہ تعالی ہیں۔ دین کی خدمت جو بن پڑے، سعادت سمجھو۔ تقریر کی مشق بھی کر ڈالو۔ ہاتھ میں کچھ تکلیف ہے، اس لیے اتنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶/ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ

……

[۱۰]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے خط کا منتظر تھا، کیوں کہ عرصہ سے کوئی خط نہیں ملا تھا، اس لیے دل لگا ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ اب خط ملا۔

تم نے جلالین شریف میں جو اشکال لکھا ہے اس کا حل یہ ہے کہ انبیا کے اجسام زمین میں محفوظ رہتے ہیں، مٹی انھیں کھا نہیں سکتی۔ یہ مسئلہ تو اجماعی ہے، اس کے خلاف اگر کوئی روایت نظر آئے تو اس کی تاویل کی جائے گی۔ یعنی اس کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں گے بلکہ اس کا وہ معنی مراد ہوگا جو اس اجماعی مسئلہ کے مطابق ہو۔

اس لیے حاکم کی مذکورہ حدیث میں 'عظامِ یوسف' سے 'جسدِ یوسف' مراد ہے، اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ سورہ یوسف کی تفسیر میں مفسر نے لکھا ہے کہ 'حضرت یوسف علیہ السلام کو سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دفن کیا گیا'۔ ظاہر ہے کہ سنگ مرمر کے گلنے اور سڑنے کا سوال نہیں ہے، تو جب ان لوگوں نے انھیں نکالا تو صندوق مرمر کے علاوہ اور کیا نکالا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسی سند کے ساتھ امام ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں "فلما حضروا استخرجوا قبر یوسف فلما احتملوا اذا الطریق الخ" اس سے معلوم ہوا کہ عظام یوسف کسی راوی کا تصرف ہے، اس لیے اس پر کسی مسئلہ کا مدار نہیں ہوسکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہ روایت مستدرک حاکم اور ابن ابی حاتم کی ہے۔ امام حاکم تصحیح روایت میں قدرے تساہل سے کام لیتے ہیں، گو کہ انھوں نے اسے علی شرط الشیخین کہا ہے، لیکن علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ "هذا حدیث غریب جداً والاقرب انه موقوف"۔ (سورہ شعراء)

مطلب یہ ہے کہ یہ روایت رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو، ذرا بعید ہے، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ روایت از قبیل اسرائیلیات ہے۔ میں نے مکمل تحقیق نہیں کی ہے مگر ان شاء اللہ تحقیق کے بعد اس کا اسرائیلی ہونا ثابت ہوگا۔ اس طرح کی روایتیں بنی اسرائیل کے علما سے منقول ہوکر تفسیر کی کتابوں میں بکثرت داخل ہوگئی ہیں۔ بعد کا کوئی راوی اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردیتا ہے۔ اسی لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تفسیری روایتوں کو عموماً ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام کے اجسام قبروں میں بعینہ محفوظ ہیں۔

ہاں رمضان سے پہلے کلکتہ کے لیے حافظ محمد ابراہیم کہہ کر تو گئے ہیں، مگر اب میری مشغولیات اس نوعیت کی ہوگئی ہیں کہ یقینی ارادہ ابھی تک نہیں کرسکا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات پر چلائے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

□□□

مولانا مفتی محمد انعام الحق صاحب سیتا مڑھی

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے خط کا انتظار شدت سے تھا۔ جاتے وقت کوئی خیریت معلوم نہ ہوسکی۔ مولانا (مفتی) محمد حنیف صاحب کے نام تمھارا جو خط آیا تھا، وہی کل کائنات تھی۔ بحمد للہ اب اطمینان ہوا۔

اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ تمھاری قدر وہاں کے لوگ کررہے ہیں۔ مطالعہ کی جہاں تک بات ہے طبیعت پر جبر ڈال کر پڑھتے رہو۔ طبیعت کے گھبرانے کی طرف قطعاً التفات نہ ہو۔ وہاں کا ماحول قطعاً غیر علمی ہے لیکن تم چاہو تو ماحول تبدیل کرسکتے ہو۔ بس اپنے اوپر ذرا مضبوطی سے کنٹرول کرو۔ مطالعہ کا ایک وقت متعین کرلو لیکن اس میں سستی نہ کرو۔

سفرِ حج بحمد للہ نہایت عافیت وسکون کے ساتھ ہوگیا۔ اپنے دوستوں کے لیے خوب دعائیں کیں، ہر مقامِ اجابت پر کیں۔ تم بھی برابر یاد رہے اور دعائیں کرتا رہا۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں۔ بلکہ تم چند لوگوں کا نام لے کر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں بھی عرض کردیا ہے کہ یہ میرے لوگ ہیں، ان پر التفاتِ خاص فرمائیں۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمالیں۔

تعویذ ارسال ہے۔ پہلا تعویذ دائیں ہاتھ میں پانچ منٹ تک دو، اگر سر میں یا کندھے وغیرہ میں گرانی کا احساس ہو تو سحر ہے۔ اور اگر ہاتھ میں تکلیف یا گرانی کا احساس ہو تو آسیبی خلل ہے۔ اگر کچھ نہ ہو تو بیماری۔ پہلے تعویذ سے اگر اثر نہ ہو تو پانچ منٹ کے بعد اسے ہٹا کر دوسرا اسی ہاتھ میں دیدو پانچ منٹ۔ اگر پہلے سے کوئی تعویذ گنڈا ہو تو اسے اتار لو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۵؍صفر ۱۴۱۰ھ

……

[۲]

عزیزم! وفقنی اللہ وایاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے خط کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔ آج کل میں خط اب لکھنے کو سوچ ہی رہا تھا کہ کل تمھارا خط مل گیا، خدا کا شکر ادا کیا۔

تمھارا ماحول یقیناً غیر علمی ہے لیکن ابھی ابتدا ہے۔ کام کی مشغولیت ہمیشہ ابتدا میں زیادہ ہوتی ہے، اس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ بعد میں سہولت ہو جاتی ہے۔ آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ماحول کو کچھ نہ کچھ کھسکا دیا ہے۔ چنانچہ ہاسٹل میں کتابوں کا آنا اس کی دلیل ہے۔ مستقل لگے رہو گے تو آگے کا راستہ کھل جائے گا۔ تعجیل نہ کرو۔ اساتذہ کے پاس کب تک رہو گے؟ میرا تجربہ ہے کہ میرے جیسے استاذ کے پاس مستقل رہنا جہاں بعض اعتبارات سے مفید ہے، وہیں طالب علم کی نشو ونما کے لیے مضر بھی بہت ہے۔ مستقل کام کرو گے تو حوصلہ کے ساتھ اپنے اوپر اعتماد کرتے ہوئے کام کا شعور پیدا ہوگا۔ اللہ کرے وہاں علمی ماحول کی اچھی صورت پیدا ہو جائے۔ کتابیں وقتاً فوقتاً منتظمین سے کہہ کہہ کر منگواتے رہو۔ مشغولیت کی کثرت میں مطالعہ کا کام بھی ہوتا ہے۔ اس مشغولیت کو رحمت سمجھو۔

تقریر وخطابت کی اب تک مشق کی تھی، اب میدان میں اترے ہو، چندے گھبراہٹ رہے گی، مگر جلد ہی ان شاء اللہ قابو ہو جائے گا۔ اختلاجِ قلب کا وہم مت پیدا کرو ورنہ واقعی اختلاج ہو جائے گا۔ یہ اختلاج نہیں ہے، طبعی حیا ہے جو تمھارے اندر ہے۔ یہ باقی رہنی چاہیے۔ حیا اور اختلاج کے آثار ایسے مواقع پر قریب قریب یکساں ہوتے ہیں، لیکن اختلاج کا وسوسہ نہ کرو۔ میں بہت دنوں تک اسے بھگت چکا ہوں، اور اب بھی بھگتتا رہتا ہوں۔ آثار میرے اوپر بھی ایسے ہی طاری ہوتے ہیں جیسے اختلاج کا مرض ہو، مگر میں نے کبھی اختلاج نہیں سمجھا ہے۔

امامت میں خشوع کی بات کرتے ہو؟ خود اقتدا میں لوگوں کو کتنا خشوع حاصل ہوتا ہے؟ اقتدا میں تو آدمی کا ذہن بالکل آزاد رہتا ہے، نہ جانے کہاں کہاں کھویا رہتا ہے۔ اور ایسا کھویا رہتا ہے کہ خود کھوے ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔ امامت میں نماز اور قرات کی طرف مکمل دھیان رہتا ہے۔ یہ خشوع کا ایک درجہ ہے، ابتدائی ہی سہی۔ اس لیے امامت اس باب میں اقتدا سے بہتر

ہے۔ امامت کی پابندی سے تمھاری گھبراہٹ اس وقت ختم ہوجائے گی جب نماز میں پڑھی جانے والی سورتیں نوک پلک کے ساتھ حافظہ میں بالکل محفوظ ہوجائیں گی۔ امامت کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ تقریروں میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی کتاب 'معارف الحدیث' سے کام لو۔ اگر وہاں موجود نہ ہوتو اسے منگوالو۔ اس میں سے منتخب حدیثیں زبانی یاد کرلو، بہت کارآمد ہوں گی۔ کسی کی نقالی کی کوشش نہ کرنا، خود اپنا انداز اختیار کرنا۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کے ملفوظات کا مطالعہ بھی کرو۔ اس سے قلب کی حالت بھی سدھرے گی اور معلومات میں اضافہ بھی ہوگا اور علم اور روحانیت کا ذوق بھی حاصل ہوگا۔ اس سلسلے میں ابھی تعجیل نہ کرو۔ بیعت کے لیے مولانا مسیح اللہ صاحب (جلال آبادی) بہت مناسب ہیں، ان سے خط کتابت کرو پھر رجحان ہوتو...... لیکن تعجیل نہیں۔

آخر میں ایک بات اور کہتا چلوں۔ مولانا عبدالرب صاحب (جہانا گنجی) کا دو مرتبہ خط میرے پاس آچکا ہے۔ وہ تمھارے سلسلے میں نادم ہیں اور اب چاہتے ہیں کہ تمھاری منظوری ہوجائے تو پہلے شوری سے تمھارا تقرر کراکر تمھیں اطلاع دیں۔ میں نے تو لکھ دیا ہے کہ درمیان سال میں وہاں سے ہٹانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ پھر آپ اتنی تنخواہ بھی نہ دے سکیں گے جتنی سورت میں انھیں مل رہی ہے۔ پھر کس منھ سے انھیں بلایا جائے؟ مگر انھیں اصرار ہے۔ خیر درمیان میں تو اس کی گنجایش ہی نہیں ہے۔ کیا اگلے سال کے لیے کوئی بات کروں؟ جیسی تمھاری رائے ہو، لکھ کر بھیجو۔ رائے کے باب میں تم بالکل آزاد ہو۔ بلا جھجک تم اپنی بات لکھ سکتے ہو۔ میرا تمھارا معاملہ ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۱ / ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط کا انتظار تھا، الحمدللہ ملا۔ کام کا ابتدائی دور ہے، اس لیے اگر ذمہ داریاں کچھ زیادہ بھی آجائیں تو ان شاء اللہ مفید ہی ہیں۔ اس سے تجربہ ہوگا، کام کا ڈھنگ آئے گا۔ البتہ صحت کا خیال

رکھو۔ کوئی مقوی دوا مثلاً معجون فلاسفہ استعمال میں رکھو۔

تمھاری وہ جگہ مستقل نہیں ہے، کام کرتے رہو جب تک طبیعت لگے۔ اور جب بالکل مجبوری ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ مولوی اختر امام عادل ایک ہفتہ ہوا غازی پور، مئو، جہانا گنج آئے تھے، مگر مجھے اپنی ملاقات سے محروم رکھا۔ افسوس بھی ہوا اور تعجب بھی! خیر اللہ خوش رکھے۔ تم نے ثناء اللہ کو خط لکھا ہے اور عقل مندی یہ کی ہے کہ کھلے کارڈ پر لکھا ہے۔ قبلہ ناظم صاحب نے اسے پڑھا اور ثناء اللہ کی مشکل میں اضافہ کر دیا۔ آخر وہ بھی تو میری وجہ سے زیر نظر رہتا ہے۔ جو سوال تم نے اس سے کیا ہے، وہ مجھی سے کر لیتے۔ اب اس پر حکم ہے کہ جو جواب لکھے اسے ناظم صاحب کو دکھا لے۔

میں نے ابھی تک مدرسہ چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ الزام مجھ پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور اسباب بھی ایسے پیدا کیے جا رہے ہیں جو مجبور کر رہے ہیں چھوڑنے پر۔ مگر میں ابھی اس باب میں یکسو نہیں ہوں۔ رمضان میں خط لکھو گے تو بتاؤں گا۔

باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم شعبان ۱۴۱۰ھ

……

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی پرسوں نرسوں تمھارا ذکر تھا۔ میں تعجب کر رہا تھا کہ نہ جانے کہاں غائب ہو؟ گذشتہ سال ایک خط تمھارے نام اور ایک خط مولوی کلیم اللہ کے نام لکھا تھا، مگر نہ تمھارے پاس سے کوئی جواب آیا اور نہ مولوی کلیم اللہ نے کوئی خبر دی۔ گذشتہ سال ہی میں پوہدی بیلا مولوی ہاشم کے یہاں گیا تھا۔ وہاں مولوی مجاہد حسین سے ملاقات ہوئی، جو تمھارے گاؤں میں پڑھاتے ہیں۔ ان سے بھی دریافت کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ خیر اتنے دنوں کا ڈوبا ہوا عزیز اب برآمد ہوا۔ اس عرصہ میں نہ جانے تم پر کیا کیا بیتی؟ اس کی کوئی تفصیل نہیں لکھی۔ سورت کیوں کر چھوٹا؟ دوسری جگہ کیوں کر پہنچے؟ خود میرا حال یہ ہوا کہ حج سے واپسی کے بعد حق تعالیٰ نے گورینی کا قیام منسوخ کر دیا۔ اس کی

تمہید قدرے تکلیف دہ ہوئی۔ پھر میں اپنے ضلع کے ایک گاؤں شیخوپور کے ایک مکتب میں پہنچا دیا گیا، جس نے بروقت عربی پنجم تک کی تعلیم کی درس گاہ کی صورت اختیار کی۔ اس سال اساتذہ بھی بڑھے، طلبہ میں بھی اضافہ ہوا۔ تمھارے سلسلہ میں کچھ معلومات تھی ہی نہیں، ورنہ میں بار بار یاد کرتا رہا۔ ادھر دوسرے لوگ متقاضی رہے، اس لیے تقرر کرتا گیا اور تم کو نہ بلا سکا۔

اس سال پھر حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حج وزیارت کی توفیق عطا فرمائی۔ خدا کا شکر ہے کہ تم لوگوں کو بھی بھولا نہیں تھا، برابر دعائیں کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

جس کتاب کو تم ترتیب دے رہے ہو، بہت ضروری موضوع پر ہے۔ سلیقے سے مرتب کرو۔ معلوم نہیں جس جگہ تم ہو کس حال میں ہو؟ مولانا عبدالرب صاحب کے یہاں ایک جگہ خالی ہے، وہ فوری تقاضہ کر رہے ہیں۔...... اگر تم وہاں سے ترک کر سکتے ہو تو یہاں یعنی جہانا گنج آنا تمھاری رائے میں کیسا رہے گا؟ اطلاع دو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل تمھارا خط ملا، مجھے شدت سے انتظار تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ تم نے غالباً پھر خاموشی اختیار کر لی، مگر خط سے معلوم ہوا کہ میرا خط ہی تمھیں دیر سے ملا۔ اور پھر بیماری کی وجہ سے مزید تاخیر ہوئی۔ حق تعالیٰ تم کو کامل شفا نصیب فرمائیں۔

تم نے خط بہت تفصیل سے لکھا ہے جس سے سب حالات بحمد للہ معلوم ہوئے۔ تمھارا طریقۂ کار ٹھیک ہے۔ تم کام کرتے رہو، خواہ نام کسی کا بھی ہو۔ تمھارا کام تمھیں کو مفید ہوگا۔ دوسرا شخص اگر اس سے نام آوری کا فایدہ اٹھائے گا تو تمھیں علم میں رسوخ کا فایدہ حاصل ہوگا۔ اس میں نفس پر گرانی ضرور ہے مگر انجام بالآخر بخیر ہے۔ اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں فرماتے۔ البتہ یہ ہے کہ جو کچھ لکھو، اسے اپنے پاس محفوظ رکھو۔ اور اپنے طور سے اشاعت کا بندوبست ہو سکے تو اس

سے بھی نہ چوکو۔ دنیا بڑی شاطر ہے کہ ’’حبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم‘‘ سعدی صاحب کا قول ہے اور تجربہ پر مبنی ہے۔ لیکن جو اللہ پر توکل کرتا ہے، اسے کسی کا حبثِ نفس مضر نہیں ہوتا، گو بظاہر کچھ ضرر معلوم ہو۔ مجھے جہانا گنج بلانے پر اصرار نہیں ہے۔ جہاں تم ہو وہیں کام کرتے رہو۔ تاہم گجرات میں پیدا شدہ علم واستعداد کا کچھ زیادہ اعتبار نہیں ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کا حال تم نے ہی لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح بخیر وعافیت رکھیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۶؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

……………………………………

[۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک خط لکھ کر امید دلاتے ہو کہ اب خط کا تسلسل قایم رہے گا، پھر ایسا خاموش ہو جاتے ہو جیسے کوئی خط لکھا ہی نہ تھا۔ پھر جو عذر لکھتے ہو وہ عذرِ لنگ بھی نہیں ہوتا، اس سے طبیعت کو الجھن ہوتی ہے۔ کم از کم میرے خط کی رسید تو لکھنی چاہیے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ لمبا چوڑا خط لکھا جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طولِ امد کے باعث قلب میں کچھ قساوت پیدا ہو گئی ہے۔ ایسا ہے نہیں مگر نظر بظاہر اس میں کچھ استبعاد بھی نہیں۔ شعبان کی تعطیل میں گھر آؤ گے یا نہیں؟ اپنے گھر، میرے گھر نہیں۔ اور آؤ گے تو کب تک؟

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم رجب ۱۴۱۲ھ

……………………………………

[۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱- نظرِ عاطفت سے نہیں محروم کیا۔ البتہ مجھے بے جا الجھن میں مبتلا کیا۔

۲- معاف ہے۔ لیکن آئندہ ایسی حماقت نہ ہو کہ تعلقات کی صرف یاد باقی رہ جائے اور اس کا اظہار نہ ہو۔

۳- اس جملہ کا وہ مطلب نہیں ہے، جو تم نے سمجھ لیا۔ بات یہ ہے کہ میں ۲۲؍فروری کو پوہدی بیلا ضلع دربھنگہ عزیزم مولوی ہاشم سلمہ کے نکاح میں شرکت کے لیے جارہا ہوں۔ اور ۲۷؍شعبان تک ادھر ہی رہوں گا۔ مولانا محفوظ الرحمان صاحب (منورا) کے یہاں بھی جانے کا ارادہ ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اگر تم اپنے گھر پہنچنے والے ہو تو پوہدی بیلا پہنچو، تاکہ ملاقات ہو سکے۔ اب ایسا اتفاق ہے کہ ۲۳؍فروری کے بعد گھر پہنچو گے۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ کتنے دن تک پوہدی بیلا میں ٹھہروں گا۔ کیوں کہ مولوی حبیب اللہ کے یہاں یعنی بھوارہ جانا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قاری شبیر احمد صاحب کے یہاں بھرورارہ بھی جانا ہو۔ اور منوروا کو تو لکھ ہی چکا ہوں۔

خدا کرے ملاقات کی کوئی صورت بن جائے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱؍رجب ۱۴۱۲ھ

……

[۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شعبان میں سفر سے واپسی پر تمھارے بھیرا آنے کی اور تمھارے ہدایا کی خبر ملی۔ ملاقات نہ ہونے پر افسوس ہوا۔ معلوم ہوا تھا کہ تم دوبارہ آؤ گے، میں منتظر تھا۔ خیر اللہ کو منظور نہ تھا۔

گھریلو پریشانیوں کا تم نے ذکر کیا ہے۔ اللہ کرے حالات سلجھ جائیں۔ خدا کے لیے کوئی بات بڑی نہیں۔

تم کو اجازت مانگنے کے بجائے لکھ دینا چاہیے۔ مشورہ حاصل کرنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں۔ تم لکھو، میں غور کروں گا اور جو کچھ بن پڑے گا کروں گا۔

آج کل تین ہفتے سے طبیعت زیادہ خراب ہے۔ اسباق بالکل بند ہیں۔ کمزوری بہت زیادہ ہے۔ تین ہفتے قبل لُو لگ گئی تھی۔ اس کے اثر سے کئی طرح کے عوارض لاحق ہو گئے۔ دعا کرو

کہ مکمل صحت ہو جائے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶/ ذو القعدہ ۱۴۱۲ھ

……

[۹]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ تم لوگوں کے گھریلو احوال میرے لیے باعثِ رنج ہیں۔ تمھاری شادی کب کی ہو چکی ہونی چاہیے تھی، مگر اب تک معاملہ لٹکا ہوا ہے۔ یہی حال اختر (امام عادل) کا ہے۔ بہت افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد کوئی سبیل پیدا کریں۔ شرافت (ابرار) نے تو اپنی شادی عین اس وقت کر لی جب کہ اس کے والد جیل میں تھے اور اب اس کے بڑے بھائی کی بھی شادی ہو گئی۔ خیر اللہ تعالیٰ کارساز ہیں۔

مطالعہ تھوڑا ہی کر لیا کرو۔ یا سبق نہیں پڑھایا جائے تو طلبہ کو مفید نصیحتیں اس گھنٹہ میں کر دیا کرو۔ یہ بھی ایک طرح کا سبق ہے۔ نیچے کی کتابیں لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو پڑھا رہے ہو، پڑھاتے رہو۔ اللہ تعالیٰ مددگار رہیں۔

ہم لوگوں نے حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب محدث اعظمی کی یاد میں ایک سہ ماہی مجلّہ نکالنا شروع کیا ہے۔ تمھارا پتہ میری ڈائری میں نوٹ نہیں تھا، اس لیے نہ بھیج سکا۔ اب جلد ہی بھیجوں گا۔

باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

……

[۱۰]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجلّہ المآثر تمھارے نام بھیجا ہے۔ شاید اجودھیا کے ہنگامے میں کہیں راستہ میں رک گیا

ہو۔ اب امید ہے کہ مل گیا ہوگا۔

جس قسم کا خواب تم دیکھ رہے ہو، ابھی ایک سال قبل میں بھی بہت دنوں تک اس طرح کے خواب بکثرت دیکھتا رہا۔ بالکل ہو بہو اسی جیسا، جس میں تم مبتلا ہو۔ میں نے تو کبھی اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اَضغاثِ اَحلام سمجھ کر نظر انداز کر دیتا رہا۔ میرے خیال سے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اس طرح کے خواب ایک سال تک نظر آتے رہے۔ ادھر تقریباً ایک سال سے بند ہیں۔ مجھے تو بظاہر ان کی کوئی تعبیر نظر نہیں آئی۔ اور سچی بات یہ ہے کہ میں نے کبھی اس کی طرف التفات ہی نہیں کیا۔ اب سوچتا ہوں تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ خواب مشکلاتِ زندگی کی مثالی صورتیں ہیں، جن سے انسان بدقت سہی مگر گذر جاتا ہے۔ اور پھر سہولت نصیب ہوجاتی ہے۔

سو کر جب اٹھو تو دس مرتبہ ” سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، لاالہ الااللہ“ اور ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ“ پڑھ لیا کرو۔ اور خواب کے بعد آنکھ کھل جائے تو ”اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ “ تین مرتبہ پڑھ کر بائیں طرف دھتکار دیا کرو۔

تفسیر بیان کرنا بہت عمدہ کام ہے، خلش کی کوئی فکر نہیں۔ خاموشی سے اپنا کام کرو۔ اگر صراحتاً منع کر دیں تو چھوڑ دو۔ تفسیر میں آیت کا نفس مطلب بتا کر اس کے مناسب حدیثیں بیان کرو، اور اس کی مناسبت سے انبیا صحابہ یا اولیاء اللہ کے واقعات یاد ہوں تو انھیں بیان کرو۔ عوام میں مقصد درحقیقت تفسیر کا بیان نہیں ہوتا، تذکیر مقصود ہوتی ہے۔ اس پر زیادہ دھیان رہے۔

اعجاز احمد اعظمی

……

[۱۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ ہمشیرہ کی نسبت کے سلسلے میں واقعی فکرمندی کی بات ہے۔ حالات کچھ ایسے ہوگئے ہیں اور ہوتے جارہے ہیں کہ لڑکیوں کا نکاح سنگین مسئلہ بنتا جارہا ہے۔ عزیمت تو یہی ہے کہ آدمی دین وشریعت پر ڈٹ جائے اور سرِ مو اس سے تجاوز نہ کرے۔ لیکن ہم لوگ اپنی عام زندگی میں اسے نہیں نباہ پاتے تو ایسے سنگین مسائل میں ہم سے کیا ہو سکے گا؟ ورنہ میرا جی تو یہی

چاہتا ہے کہ ایسے تمام مطالبات کو محض اللہ کے واسطے ٹھکرا دیا جائے۔ اللہ تعالی نے کوئی جوڑا لکھا ہوگا وہ مل جائے گا۔ مگر غلط مطالبات کی جانب سرے سے بالکل التفات نہیں کرنا چاہیے۔ کاش کہ ہم میں اتنی عزیمت ہوتی۔ بہر کیف میں یُسر اور سہولت کی دعا کرتا ہوں۔

...... کی فکر میں نہ پڑو، اسے نصیحت کر چکے، اب دعا کرو۔ اور اگر اپنے اصرار پر قایم رہے تو "واھجرھم ھجراً جمیلاً" پر عمل کرو۔ آخر کہاں تک دنیا والوں کی دنیاداری کے سامنے اپنی دین داری کو دبایا جائے۔ اللہ تعالی حامی و ناصر ہیں۔

گجرات کے لیے جو تم نے طریقۂ عمل اختیار کیا ہے، بہت مناسب ہے۔ ابھی چند ہفتے قبل یہی باتیں میں نے مولوی سلیمان (دمکوی) کو لکھ کر بھیجی ہیں۔ کسی وطن اور کسی خطے میں پیدا ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ اپنے شاگردوں سے محبت رکھنی چاہیے۔ اور اگر ہم نے انھیں حقیر جانا تو وہ بھی ہمیں حقیر جانیں گے۔ پھر افادہ و استفادہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ بس اسی طرح سے کام کرتے رہو۔ پتہ نہیں تمھارے یہاں تنخواہ وغیرہ کتنی ہے؟ مجھے اپنے یہاں تمھاری ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ ہمارے یہاں تو شاید گیارہ سو سے کچھ اوپر تنخواہ ہوگی۔ ایک مدرس مدرسہ چھوڑنا چاہتے ہیں۔ اس جگہ کے لیے کوئی قابلِ اعتماد استاذ ذہن میں نہیں آ رہا ہے۔ تم سوچ لو، اگر پسند کرو تو میرے پاس آ جاؤ۔

میں الحمدللہ خیریت سے ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۴؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

....

[۱۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ مجھے واقعی ضرورت تھی۔ ایک مدرس اپنی خانگی ضروریات کی بنا پر گھر چلے گئے۔ اللہ تعالی نے پھر بندوبست فرما دیا۔ قریب ہی کے ایک عزیز مولوی سفیان احمد سلمہ جو بیری ڈیہہ کے رہنے والے ہیں، سعودیہ سے واپس آ گئے، انھیں کو لگا لیا۔ ماشاء اللہ باصلاحیت ہیں، کام

چل گیا۔ تم جہاں ہو اطمینان سے ہو تو بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مطمئن و خوش حال رکھیں۔

آج کل تو لمبی رات ہوتی ہے، تہجد کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے، خواہ دو ہی رکعت ہو، ضرور پڑھ لینی چاہیے۔ عجیب برکت کی چیز ہے۔ یہ طبعی کسل ہے اور اس میں تھوڑا سا ایمانی کسل بھی شامل ہو گیا ہے، اس لیے محرومی ہوتی ہے۔ کسل کو دور رکھنا چاہیے۔ کوئی بیماری ہو تو عذر ہے مگر جب تک کوئی معتد بہ بیماری اور کمزوری نہیں ہے تو اتنی بڑی سعادت کو کھونا نہیں چاہیے۔ آدمی جیتا ہے اللہ کو راضی کرنے کے لیے، پھر اس سے اچھا کیا موقع ہوگا کہ حق تعالیٰ کے پسندیدہ وقت میں آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس کی تدبیر بس یہی ہے کہ آنکھ کھلتے ہی بستر چھوڑ دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ

……………………………………

[۱۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پرسوں تمھارا خط ملا۔ کتاب ابھی نہیں آئی تھی، اس کا انتظار کر رہا تھا کہ کتاب آجائے، اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تو خط لکھوں۔ الحمد للہ ابھی ابھی پارسل ملا۔ جزاک اللہ خیر الجزاء، فالحمد للہ علی ذالک۔

ابھی پڑھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ اکابر کی تقریظیں، دعائیں، تمھارا آغاز سخن اور انتساب پڑھا۔ دل کو خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تمھیں خوش رکھیں اور زیادہ سے زیادہ دین کا کام لیں۔

میری دلی مراد یہی ہے کہ تم لوگ خود مخلص دین دار بنو اور دین کی خدمت میں لگے رہو۔ اس کے آثار دیکھتا ہوں تو کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ بھیونڈی سے واپسی کے بعد دل میں بار بار تقاضا ہوا کہ چند کلمات لکھ کر تمھارے پاس بھیج دوں لیکن اس وقت بیماریوں کا تسلسل رہا۔ ابتداءً دو ماہ تک سر میں درد اتنی شدت کا تھا کہ چند سطریں بھی نہیں لکھ سکا۔ اس سے

فراغت ہوئی تو چھوٹے ہوئے اسباق کو منزل تک پہنچانے کا مسئلہ تھا۔ اسباق پورے ہوئے تو پھر بمبئی اور کلکتہ کے سفر نے گرفتار کیا۔ غرض علالت و بے چارگی اور رہ نوردی و آوارہ گردی میں مبتلا رہا اور چند سطریں بھی نہیں لکھ سکا۔ اس میں مزید سستی اس سے بھی پیدا ہوئی اور لکھنے کی زیادہ تحریک نہیں ہو سکی کہ تمھاری طرف سے تقاضا کم ہوا۔

بہر حال اس کا افسوس نہیں ہے کہ میری تحریر کیوں نہیں اس میں آئی؟ لیکن مجھے اس کا خیال ضرور تھا کہ چوں کہ تمھاری اس کوشش کے مطالعہ اور اس کی اصلاح و ترمیم میں میں نے خاصی محنت کی تھی، اس لیے بطور شکر گزاری کے چند کلمے ضرور لکھو گے۔ وہی تحریر تمھاری ایک طرح سے میری تقریظ بن جائے گی، مگر اس کے متعلق تم نے کچھ نہیں لکھا۔ چوں کہ سابق خیال پہلے سے دل میں موجود تھا، اس لیے قدرے ملال کا احساس ہوا۔ یہ بات میں لکھنی نہیں چاہتا تھا، کیوں کہ اس میں میرے نفس کا دخل ہو رہا ہے۔ لیکن تمھاری سعادت مندی کے خلاف ہے، اس لیے اپنے اوپر نفس پروری کا الزام قبول کر کے تمھاری سعادت کے لیے لکھ دیا۔ ورنہ مجھے شکایت کا حق ہرگز نہیں ہے۔ کتاب کا انتساب تم نے میرے نام کیا ہے، وہی میری حیثیت سے زاید ہے۔ اس کے بعد کس مطالبہ کا مجھے استحقاق رہتا ہے۔

کرایہ کے مسائل کا اضافہ ضرور کرنا چاہیے۔ مطالعہ کرنے کے بعد اگر اور کچھ ضرورت کی چیزیں ذہن میں آئیں تو ان شاء اللہ لکھوں گا۔

باقی سب خیریت ہے۔

آغازِ سخن میں تم نے ''نوک قلم کے ٹھوکر کھانے'' کو لکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ نوک پر ٹھوکر نہیں لگتی۔ ''قلم کے مسافر نے ٹھوکر'' لکھتے یا ''رہوارِ قلم نے'' یا صرف ''قلم نے ٹھوکر'' لکھتے۔

تقریظ لکھ دی ہے، دیکھ لو۔ اگر مناسب سمجھو تو دوسرے ایڈیشن میں اسے شائع کر دو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

……

[۱۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے خط کے جواب میں میں نے خط لکھا تھا، ساتھ ہی 'احکامِ مسافر' کے لیے ایک تحریر لکھ کر بھیجی تھی۔ تم کو یہ دونوں چیزیں موصول ہوئیں یا نہیں؟

میں نے اس سال پاکستان جانے کی ٹھانی تھی لیکن اللہ کو ابھی منظور نہیں ہوا۔ آج دلی سے مدرسہ واپس جا رہا ہوں۔ حافظ عبدالقادر صاحب سلمہ کو پہچانتے ہوگے۔ انھوں نے الٰہ آباد میں پڑھا بھی ہے، پھر پڑھایا بھی ہے۔ میری بہت خدمت کی ہے۔ مجھے ان سے اور انھیں مجھ سے بے حد تعلق ومحبت ہے۔ انھوں نے مدرسہ کی مالیات کے لیے اس وقت گجرات کا رخ کیا ہے۔ نہ جانے اس باب میں گجرات کا کیا مزاج ہے؟ اور کیا حال ہے؟ مدرسہ میں حفظ کی تعلیم مسجد میں ہورہی ہے، یہ کسی طرح مناسب نہیں۔ اس سال طے کیا ہے کہ اس کا الگ نظم کرنا ہے۔ چنانچہ دارالقرآن کی علاحدہ عمارت کا کام شروع ہو چکا ہے، کچھ کام باقی ہے۔ اگر اس سلسلے میں تم کسی نوع کی مدد کر سکو تو بڑا کام ہو جائے۔ کسی نوع سے مراد یہ ہے کہ کوئی صاحبِ خیر تمھارے متعلقین میں سے ہوں تو ان کو ترغیب دلا دو یا کسی کو ٹیلی فون پر کہہ دو یا کم از کم حافظ عبدالقادر صاحب کو کچھ اصحابِ خیر کے نام اور پتے اور ان کی دینی اور مالی حیثیت بتا دو۔ یہ اپنے طور پر بات کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ دلوں میں بات ڈالنے والے ہیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۱۷ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

……

[۱۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں یکم ربیع الاول سے ۱۷ربیع الاول تک دلی میں تھا۔ اسی دوران تم دلی آئے ہوگے، کیا پتہ تھا؟ میں کراچی جانے کے ارادہ سے نکلا تھا مگر ویزا میں ایسی اڑچنیں پیدا ہوگئیں کہ باوجود اتنے دن تک وہاں رہ جانے کے، دور نہ ہوسکیں۔ مجبوراً واپس آگیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ سفارت خانہ میں ویزا آگیا ہے۔ دو تین ماہ کے بعد ان شاء اللہ قصد کروں گا۔

تمھارے خط کو پاکر بہت خوشی ہوئی کہ میری معروضات نے معرضِ قبول پایا۔ فی

الحقیقت احسان شناسی ایک جوہرِ عظیم ہے۔ تاہم مجھے اس کا کوئی تصور نہیں ہے کہ میرا بھی کسی پر کوئی احسان ہو سکتا ہے۔ تم لوگوں میں صلاحیت تھی، میرے پاس رہ کر ظاہر ہو گئی۔ لیکن چوں کہ صحبت کا حق ہوتا ہے، اس لیے اس کا لحاظ رکھنا فطرتِ سلیمہ کا خاصہ ہے۔ اس میں جب کسی طرف سے تقصیر محسوس ہوتی ہے تو الجھن کا باعث بنتی ہے۔

عنوانات مناسب ہیں۔ چوں کہ تم موضوع بنا کر اس میں محنت کر رہے ہو، اس لیے تمھارے اوپر جو باتیں کھلیں گی، میں اس سے محروم ہوں۔ اس لیے کیا مشورہ دوں؟ بس اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میرے لوگوں سے حق تعالیٰ کام لے رہے ہیں۔ اس بات سے میرا رواں رواں بارگاہ حق میں سر بسجود ہے۔ میں یہی چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائیں۔

ہاں جو بات جہاں سے لینا اس کا حوالہ ضرور دینا۔ خواہ بظاہر وہ کتنی ہی معمولی کتاب یا معمولی مصنف محسوس ہو۔ کیوں کہ جہاں سے اخذ کرو گے، اس کا احسان تم پر ہوگا۔ اور احسان شناسی یہ ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۰؍ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

……………………………………

[۱۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ حج کے سفر میں خیریت سے رہا۔ اور واقعی تمھارے گمان کے مطابق تمھارے لیے بہت دعائیں کیں، بھولا نہیں تھا۔ اور اپنے خاص لوگوں کو کیوں کر بھول سکتا ہوں۔ بس اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

تم نے نسیان کی شکایت کی ہے، یہ حافظہ کی کمزوری ہے۔ کچھ مقویِ حفظ دوائیں استعمال میں رہنی چاہئیں، اس سے اعتدال باقی رہے گا۔ ویسے بھولنا انسان کی فطرت ہے۔ جس چیز کو یاد رکھنا ہو، اس کا ذرا اہتمام ہو جائے تو یاد رہے گی۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۴؍ صفر ۱۴۱۸ھ

……………………………………

[۱۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حج سے بخیر وعافیت واپسی ہوگئی۔ اللہ کا شکر ہے۔

۱- ایک مرتبہ حضرت مدظلہ سے ملاقات ہوئی، نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں میں ہم سب کو شریک فرمائیں۔

۲- ماشاء اللہ اچھا کام کیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں۔ رجسٹری پہنچ جائے تو ان شاء اللہ دیکھ لوں گا۔

۳- تمھاری سعادت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھاری محنت وکاوش کے طفیل مجھے بھی کسی کام کا بنادے۔

۴- بہت اچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے قبول فرمائیں۔ تم نے کتاب ساتھ لے کر طواف کیا ہے، میں نے تم لوگوں کو ساتھ میں رکھ کر طواف بھی کیا تھا اور خدا کے حضور میں پیش بھی کیا تھا کہ ان بچوں کو قبول فرمالیجیے۔ پھر روضہ اطہر کے مکین امین ﷺ کی بارگاہِ عالم پناہ میں بھی پیش کیا تھا کہ 'حضرت! ان پر نظر عنایت فرمادیجیے۔' تمھاری بات سے مجھے یہ بات یاد آئی۔ یاد نہیں کہ تم سے اس کا تذکرہ کیا تھا یا نہیں؟ میری تصنیف تم لوگ ہو۔ متعدد لوگ، بلکہ وہ سب جنھوں نے مجھ سے پڑھا ہے۔ میں برابر سب کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اس کا عاجل فایدہ مجھے یہ مل رہا ہے کہ میرے سبھی طلبہ ماشاء اللہ مجھ کو دل سے چاہتے ہیں۔ آخرت میں بھی ان شاء اللہ فایدہ ہوگا۔

مگر ہاں اپنے اس عمل کو نمایش کا ذریعہ مت بنالینا، نہ سب سے کہتے پھرنا اور نہ اس کو تحریر میں لانا۔

۵- اللہ تعالیٰ ولدِ مولود کو صاحبِ ارشادِ حق بنائے۔ میں سب کے حق میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۳ر صفر ۱۴۲۱ھ

❑❑❑

مولانا مفتی محمد انعام صاحب غازی پوری

[ا]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ کے بعد تمھارا خط ملا۔ خوشی ہوئی، انتظار تھا۔ مستقبل کے مسئلہ پر انسان سوچتا ضرور ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختیاری نہیں ہے، قطعاً غیر اختیاری ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سوچ کو اپنے اختیار سے اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں جب غیر اختیاری طور پر اس قسم کا خیال آئے تو بارگاہِ الٰہی میں دعا والتجا کرنی چاہیے۔ مسبب الاسباب وہی ہیں۔ مستقبل ان کے اختیار وتصرف میں ہے، ہمارا اس پر کوئی بس نہیں ہے۔ جب بھی دل کے کسی گوشے میں تشویش کی کسک پیدا ہو، اسے ارحم الراحمین کی جانب رجوع کر دینا چاہیے۔ ان شاء اللہ اس راہ سے کوئی بہتر سبیل پیدا ہوگی۔ ہاں آدمی اپنے ارادے کے ہاتھوں کچھ مجبور بھی ہے۔ یعنی مستقبل کے سلسلے میں کوئی ارادہ کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ مولویت کی تکمیل کے لیے افتا کی مشق بے حد ضروری ہے۔ اگر تکمیل ادب کو مفید سمجھو تو اسے کرنے میں میرا خیال ہے کہ فایدہ ہے، مگر افتا ضروری ہے۔ اس کے بغیر فقہ کے بہت سے ابواب سے مولوی کورا رہ جاتا ہے۔ بہر کیف ابھی ایک سال اور لگانے کا ارادہ رکھو، اگر گھر والے مانع ہوں گے تو دیکھا جائے گا۔

باقی سب خیریت ہے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۵؍ربیع الاول ۱۴۰۵

……

[۲]

برادر عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ اللہ کرے مدرسہ میں ہر طرح خیر وفلاح رہے اور صبر واستقامت کے ساتھ کام کرنے کی توفیق ہوتی رہے۔ اب اشکال والی بات سنو:

آیت کے ترجمہ میں واقعی غلطی ہوئی ہے۔ ”لــــولا“ حرفِ تحضیض ہے، اس کی اصلاح کردی ہے۔ اس کے بعد کے ایڈیشن میں ان شاء اللہ صحیح ترجمہ چھپے گا۔ آیت کی عبارۃ النص تو واقعی علماے سو کی مذمت میں ہے۔ لیکن اس کے اشارے سے یہ بات نکلتی ہے کہ علما کا منصب یہ ہے کہ وہ گناہ کی بات سے لوگوں کو روکیں۔ اس منصب کی وجہ سے علما کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ یہ ان کی خصوصی ذمہ داری ہے۔ اور ذمہ داریوں کی وجہ سے افضلیت آیا کرتی ہے اور آدمی جب اس ذمہ داری کو نہیں نباہتا ہے تو اس کی مذمت کی جاتی ہے۔

امید ہے کہ اب اشکال رفع ہو گیا ہو۔ میں دعا کرتا ہوں اور تم سے بھی اسی کا متدعی ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۸؍ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اوائلِ رجب میں جو خط تم نے لکھا تھا، مجھے ملا۔ لیکن اب یاد نہیں ہے اس کا جواب لکھ سکا تھا یا نہیں؟ اُس وقت مشغولیت بہت تھی اور ۹؍ رجب کو میں بمبئی چلا گیا تھا۔ وہاں سے مدرسہ واپسی دو ہفتہ کے بعد ہوئی تھی۔ اب نہ یہ یاد ہے کہ جواب لکھا تھا کہ نہیں؟ اور نہ یہ یاد ہے کہ سوال کیا تھا؟ دوبارہ لکھو تو کچھ لکھوں۔

مدرسہ کی ضرورت تو عموماً ہر جگہ ہے، لیکن مدرسہ چلانا ایک مشکل کام ہے۔ بڑی دشواریاں، بڑی ذلتیں، بڑی رکاوٹیں اور حوصلہ شکن گھاٹیاں ہیں۔ لیکن جب تم نے اس مشکل کام کا

آغاز کردیا ہے تو دو بات کا ہمیشہ اہتمام کرنا۔ ایک استقلال، دوسرے تحمل۔ اس میں مرضی کے خلاف باتیں زیادہ ہوں گی۔ عموماً جو کچھ تم چاہو گے، تمھارے کارکنان اس کے مطابق کام نہیں کرپائیں گے۔ ایسے وقت میں اشتعال بہت ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اشتعال سخت مہلک ہے۔ ہمیشہ ٹھنڈے بنے رہو، نہ دل سے شکایت کرو نہ زبان سے۔ جتنا تعاون دوسرے لوگ کردیں، شکرگزار رہو۔ اور جو نہ کرسکیں انھیں معذور سمجھو۔ اللہ تعالیٰ خوب توفیق عطا فرمائیں۔

اعجاز احمد اعظمی
مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڑھ

❑❑❑

مولانا کلام الدین اعظمی صاحب

[۱]

عزیزی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے داخلہ کی خوشی پہلے ہی حاصل ہو چکی تھی۔ تمھارے خط سے دوسری مسرت یہ ہوئی کہ سیف الدین کا داخلہ مظاہر علوم میں ہو گیا۔ **فالحمد للہ**

دار العلوم کے بھرے ماحول میں تعلقات کم سے کم رکھنا، زیادہ توجہ سبق تکرار اور مطالعہ پر رہنی چاہیے۔ تمھاری طبیعت بحثی ہے، اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ ضروری اور غیر ضروری کام میں ہمیشہ امتیاز رکھو۔ میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ تم لوگوں کو عالمِ باعمل بنائیں۔ آمین

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۷؍ شوال ۱۴۰۷ھ

……………………………………

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط بہت عرصہ کے بعد آیا، طبیعت خوش ہوئی، دعا کرنے کی توفیق ہوئی، محبت تازہ ہوئی۔ خط کی تاخیر سے میری ناراضگی یا ناگواری کا اندیشہ نہ کرو، جب جی چاہے دیر ہو یا بلا دیر، خط لکھ دیا کرو۔ خط کی تاخیر سے صرف اتنا ہوتا ہے کہ یاد میں ذہول پیدا ہو جاتا ہے، لیکن بحمد للہ ناگواری نہیں ہوتی۔ خط کے آنے سے تعلق اور محبت میں تجدید ہو جاتی ہے، حالات کا علم ہونے سے دعا گوئی کی توفیق ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ تمھیں علمی اور عملی کمالات سے نوازیں۔

کسی دینی درس گاہ میں رہنے اور کتابوں کی استعداد پیدا کرنے کا حاصل یہی ہے کہ

آدمی کمالِ علم اور حسنِ عمل سے آراستہ ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی اور مخلوقِ خدا کے نزدیک بھی جس قدر مرتبہ علم سے بڑھتا ہے کسی اور چیز سے نہیں بڑھتا ہے۔ عمل تو علم کی فرع اور اس کے تابع ہے، علمِ صحیح کا تقاضا عملِ صحیح ہے، اور جس میں عملِ صحیح نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ علمِ صحیح سے محروم ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ ''حتی المقدور میں بھی محنت سے پڑھ رہا ہوں۔'' بس ٹھیک ہے یونہی چلتے رہو اور حق تعالیٰ سے لو لگا کر دعا کرتے رہو کہ وہ کسی لائق بنا دیں۔ دنیا بنانے والے، دنیا کمانے والے بہت ہیں، لیکن دین سے دلی تعلق رکھنے والے کم سے کمتر ہیں، جب کہ دنیا کے تمام تر تعلقات میں یہی تعلق قوی ترین اور مفید ترین ہے۔ سوچو تو سہی! دنیا کا خواہ کوئی تعلق ہو، اس کی عمر کتنی ہے؟ بس تا حیات! بلکہ اکثر تعلقات تو زندگی ہی میں ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جاتے ہیں، تو ایسے عارضی ناپائیدار تعلق کی کیا حقیقت؟ اس کے برخلاف دین کا تعلق جس میں آدمی سچا ہے تو دنیا میں بھی اپنا رنگ دکھا کر رہتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اس کا رشتہ منقطع نہیں ہوتا، بلکہ اور قوی ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان دنیا کی مصنوعی آرایش اور مصنوعی نقشوں میں الجھ کر اپنا بیش قیمت سرمایہ کھو دیتا ہے۔

تو میاں! میں تم لوگوں سے دین کا تعلق چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک علم حاصل کرنے کا حاصل یہی ہے۔ خدا کرے تم اس مقصد میں کامیاب و بامراد ہو کر میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنو۔

اب طبیعت کسی قدر ٹھیک ہے، دعا کرو کہ مکمل صحت ہو جائے۔ یہ سلسلہ ذرا طویل ہو گیا ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱ر صفر ۱۴۰۷ھ

……………………………………

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حکیم تو تم نے اچھا منتخب کیا ہے مگر وہ بہت گراں ہیں۔ خدا کرے کہ تم کو صحت کامل

ہو جائے۔

میں بھی ۲۶/جولائی کو دیوبند پہنچ رہا ہوں ان شاء اللہ۔ خدا کرے بعافیت ملاقات ہو۔

ماموں ۲۱/کو دہلی کے لیے روانہ ہوں گے، ۲۶/کو جہاز ہے۔ انھیں کے ساتھ سفر ہوگا۔ مولوی انعام الحق سیتامڑھی کو اس کی اطلاع کرو، اسے انتظار ہوگا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶/ذوقعدہ ۱۴۰۷ھ

……

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ اچھا ہوں۔ خدا کرے امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہو۔ گھر کی حالت سے رنج ہوا، حق تعالیٰ سب کو صحت عطا فرمائیں۔

کل گھر جا رہا ہوں، ان شاء اللہ تمھارے یہاں بھی جاؤں گا۔ آج کل معاشی اعتبار سے پوری برادری پریشان ہے۔ حق تعالیٰ کی آزمایش ہے، ذرا اِس سے آنکھ کھلتی ہے، تضرع بڑھتا ہے۔ اس سے پہلے خوب نوازا تھا، اب ذرا سی کڑی کر دی ہے۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کمزوروں سے اس آزمایش کو اٹھا لیں۔

باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت عرصہ کے بعد تمھارا خط ملا۔ یہ تو میں نے سنا تھا کہ تم رمضان میں نہ آؤ گے مگر اس کی وجہ نہ معلوم ہو سکی تھی، اب تمھارے خط سے اس کی وجہ دریافت ہوئی۔ تم کو یہ بات مجھے پہلے ہی لکھنی

چاہیے تھی، خیراب سہی۔ میں حق تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ تمھیں بارِ قرض سے سبک دوش فرمائے۔

میں ان شاء اللہ ۲۱/ مارچ کو دیوبند آرہا ہوں، بوقتِ ملاقات ہی فیصلہ ہوگا کہ کیا کرنا چاہیے؟ آج کل اسباق بند ہو چکے ہیں اور اسفار کھل گئے ہیں۔ اس سال خلافِ قصد سفر بہت ہوئے اور ابھی کئی ایک سامنے ہیں۔ دوسرا خط ابوذر کلکتوی کو دیدو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲/ رجب ۱۴۰۹ھ

……………………………

[٦]

عزیزم! رزقکم اللہ علماً نافعاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط سفرِ حج سے ایک روز قبل ملا تھا۔ ساتھ والا لفافہ بیگ میں رکھ لیا تھا کہ بمبئی پہنچ کر جواب لکھوں گا، مگر وہاں ایک تو وقت کم تھا، دوسرے ملنے جلنے والوں کا ہجوم ہمہ دم ساتھ رہا، اس لیے ارادہ شرمندۂ عمل نہ ہوسکا۔ وہ لفافہ ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ گیا اور تمھاری یاد تازہ کرتا رہا۔ وہاں پہنچ کر قلم یکسر ہاتھ سے رکھ دیا، کوئی خط کسی کو نہ لکھ سکا۔ صرف ایک خط چند سطروں پر مشتمل مولوی ظفر سلمہ کے اصرار پر گھر لکھ دیا تھا اور بس۔

وہاں سارا علم، ساری خبر اور ساری دانش وبینش رخصت ہوگئی تھی۔ بحمد للہ حج وزیارت کے سارے مراحل نہایت خیر وعافیت سے اور غایت سہولت کے ساتھ طے ہوئے۔ اس سال ایامِ حج میں موسم انتہائی گرم رہا، بکثرت اموات ہوئیں، مگر حق تعالی کا بے انتہا فضل وکرم رہا کہ یہ گرمی میرے لیے بالکل آسان اور قابلِ تحمل رہی۔ حق تعالی سے دعا کرو کہ دوران حج جو غلطیاں ہوئی ہیں انھیں معاف کردیں اور حج کو قبول فرمالیں۔ ان کی شانِ عالی کے مطابق کب کوئی کام ہوسکتا ہے؟ بس وہ معاف فرمادیں تو بڑا کرم ہو۔

اپنی خود فراموشی اور غفلت کی وجہ سے میں ابتدائے سفر میں سخت خوف زدہ رہا کہ تمام دوستوں اور متعلقین کے لیے دعاؤں کا وعدہ کرتا چلا جارہا ہوں، خدا جانے وہاں دعا کی توفیق ہوگی

یا نہیں؟ لیکن سبحان اللہ قربان جاؤں اس رحمتِ پروردگار کے کہ اس نے تقریباً بیشتر مقاماتِ مقدسہ اور مواقعِ مقبولیت پر اکثر و بیشتر احباب کی یاد دل میں پیدا فرمادی اور دعاؤں کی توفیق عطا فرمائی۔ قبول و رد کا تو انھیں اختیار ہے لیکن دعائیں تو دلِ ناتواں نے خوب کیں۔ خوش ہوں کہ تمھارے لیے بھی خوب دعائیں کی ہیں، اب تم جانو اور خدا جانے۔ کیسے کہوں کہ قبول نہ ہوئی ہوگی، یہ گمانِ بد سخت بے ادبی ہے۔ ان شاء اللہ وقت پر ظہور ہوتا رہے گا۔

حق تعالیٰ نے تمھیں اچھا موقع عنایت فرمایا ہے، کتابوں میں خوب محنت کرو۔ پہلے پوری بات سمجھ لیا کرو۔ اپنے سے بڑے اساتذہ سے پوچھنے میں ذرا تکلف سے کام نہ لینا۔ کثرتِ سوال علم کا ایک عظیم دروازہ ہے۔ طلبہ کے ساتھ بہت حسنِ اخلاق اور محبت و شفقت کا برتاؤ کرنا۔ یہی قوم ہمارے لیے باعثِ نجات ہے۔ جس قدر ان کی خاطر داری کروگے برکت پاؤگے۔ ان میں اچھے برے سب ہوتے ہیں، اچھوں کی حوصلہ افزائی کرو، بروں سے درگزر کرو۔ میرا طریقہ تم دیکھ چکے ہو، حتی الوسع اسی کا اتباع کرو۔ طلبہ کے باب میں یہی طریقہ اقرب الی السنۃ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”الدین النصیحۃ“ دین تو فقط خیر خواہی ہے۔ ہر شخص کی خیر خواہی کا جذبہ دل میں رہے، خواہ مہتمم ہوں یا مدرسین ہوں یا طلبہ ہوں، کسی کی بدخواہی دل میں نہ پھٹکنے دو۔ یہ بہت ضروری ہے۔

خط میں اپنی کارکردگی کی جو تفصیلات تم نے لکھی ہیں، ان سے طبیعت بہت خوش ہوئی۔ ماشاء اللہ سمجھ داری سے کام کر رہے ہو۔ حق تعالیٰ سے ہمیشہ توفیقِ خیر کی دعا کرتے رہو اور مجھ کو بھی اپنے سے غافل نہ سمجھو، ان شاء اللہ برابر دعا کرتا رہوں گا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۹ محرم ۱۴۱۰ھ

……………………………

[۷]

عزیزم! **عافاک اللہ**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

واقعی بہت عرصہ کے بعد خط لکھا۔ ایک لفافہ تمھارا میرے پاس پڑا ہوا ہے، ایک دن

سوچ رہا تھا کہ تمھیں لکھوں لیکن اول تو فرصت نہیں رہتی، دوسرے کوئی بات ذہن میں نہ تھی سوائے خیریت دریافت کرنے کے، اس لیے نہ لکھا۔ جب خط ملتا ہے تب داعیہ شدید ہوتا ہے اور پھر فرصت بھی نکال ہی لیتا ہوں۔ خیر تم نے دیر سے تو لکھا لیکن اتنی تفصیل سے لکھا کہ کئی خطوں کی تلافی کردی۔

درس و تدریس کی تفصیل معلوم کر کے نہایت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالی برکات سے نوازیں، علمی اور عملی ہر اعتبار سے ترقی بخشیں۔ البتہ طبیعت کے خراب رہنے سے تشویش ہوئی۔ حق تعالی صحتِ کاملہ عاجلہ عطا فرمائیں۔

جب سے سفرِ حج سے واپس آیا، میری طبیعت بھی مسلسل خراب رہی۔ قبض دایمی بن گیا تھا، تولید ریاح کی وہ کثرت کی الامان والحفیظ! دوا کا تسلسل تو کبھی قایم ہوا نہیں، لیکن یونہی کچھ نہ کچھ دوائیں چلتی رہیں۔ پھر سر میں اور گردن میں شدید درد رہنے لگا جو ڈیڑھ ماہ تک متواتر رہا، کسی طور اس میں افاقہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار یونہی جی میں آیا کہ صبح کو چہل قدمی کرنی چاہیے، شاید کچھ نفع ہو۔ کئی مرتبہ میں نے چہل قدمی کا عمل شروع کیا، لیکن دو ہفتہ اور کبھی ایک ماہ کے بعد جب کوئی نفع نہیں دیکھا تو محض وقت کا ضیاع محسوس کر کے ترک کر دیا۔ اب جب چہل قدمی کا تصور آیا تو پھر وہی ضیاعِ وقت کا خیال آیا۔ سوچا کہ اس کے ساتھ کوئی کار آمد عمل شامل کرنا چاہیے، تلاوتِ قرآن یا تسبیح خوانی۔ تلاوتِ قرآن کا تو اس حالت میں مجھے یارا نہیں، پس ایک تسبیح متعین کر لی جو حضرت مولانا عبدالواحد صاحب مدظلہ نے تلقین فرمائی تھی، مگر طویل ہونے کی وجہ سے اس کی پابندی نہیں کر پاتا تھا۔ اب اس کو اس کام کے ساتھ متعلق کر دیا اور دو ماہ سے زیادہ ہوئے کہ قریب قریب مانی ہالٹ تک کم و بیش جاتا ہوں اور آتا ہوں۔ ایک ڈیڑھ ماہ تک تو احساس نہیں ہوا مگر اب دیکھ رہا ہوں کہ تکلیفیں آہستہ آہستہ رخصت ہو رہی ہیں، تولیدِ ریاح میں بہت تقلیل ہو گئی ہے، سر میں درد بھی اب کبھی کبھی برائے نام ہوتا ہے۔ الحمد للہ بہت آرام ہے، قبض بالکل ختم ہو گیا ہے۔

اس ساری رام کہانی کا حاصل یہ ہے کہ تم بھی یہ عمل کر کے دیکھو، شاید فایدہ ہو۔ اللہ تعالی تمھیں صحت عطا فرمائیں۔

اب مشورہ کی بات سنو!

سعودیہ وغیرہ جانے کے متعلق تم میرا خیال جانتے ہی ہو۔ آدمی ہاتھ دھو کے دنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور دین بالکل پسِ پشت چلا جاتا ہے۔ اور جن سے مجھے محبت ہے، میں ان کے بارے میں یہ ہرگز نہیں سوچ سکتا کہ متاعِ دنیا ان کا مقصدِ نظر اور مطمحِ زندگی بن جائے۔ اس لیے یہیں رہ کر لنگڑا لولا دین سہی اور اندھی کانی دنیا سہی، اسی پر قناعت کرنا چاہیے۔ اور سفرِ حج میں جا کر ہندوستانی اور پاکستانی بھائیوں سے مل کر اس خیال میں اور شدت پیدا ہوگئی ہے، تاہم لوگوں کے معاشی احوال اور پریشانیاں دیکھتا ہوں تو اجازت دینے کو جی چاہتا ہے لیکن اوپر کے جی سے۔ معاش کا حل یہاں بھی نکل آئے گا، دین کا مسئلہ وہاں جا کر لاینحل ہو جاتا ہے۔

تم تدریس کے کام میں لگ گئے ہو، اس میں کامیابی کی راہ تلاش کرو۔ ان شاء اللہ حق تعالیٰ تمام مشکلات کو حل فرمادیں گے۔

جہاں تک نکاح مسئلہ ہے تو اب اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر گھر والے کہتے ہیں تو اس کام کو انجام دے ڈالنا چاہیے۔ اس کا اثر صحت پر بھی اور ایمان پر بھی اچھا ہوگا۔

اس سے خوشی ہوئی کہ تمھارے مہتمم صاحب مجھے جانتے ہیں۔ تم انھیں میرا سلام کہہ دو اور میری طرف سے دعا کی درخواست بھی کردو۔

میں الحمد للہ خیریت سے ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۵/ جمادی الاخری ۱۴۱۰ھ

……

[۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پہلا خط تمھارا ملا تھا مگر دیر میں، بقرعید کے قریب ملا۔ اس خط کے مضمون سے میں نے یہ سمجھا کہ تم بقرعید پر گھر آؤ گے، اسی خیال سے میں نے خط نہیں لکھا۔ بعد میں مولوی منظور احمد سلمہ نے بتایا کہ تم اس باب میں مشورہ کے طالب تھے، جب کہ خط میں طلبِ مشورہ کی بات اگر تھی تو زبانی تھی۔ یعنی یہ کہ بقرعید پر آکر جیسا مشورہ ہوگا، اس پر عمل ہوگا۔ پھر میں نے خط لکھنے کا ارادہ تو

کیا مگر بقرعید بعد چند ہی روز میں کلکتہ چلا گیا، پھر سارا خیال ختم ہوگیا، ذہن سے بات نکل گئی، پھر یاد بھی آیا تو دیر ہونے کی وجہ سے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

اب بھی مشورہ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ خود استخارہ کرتے رہو، جیسی بات دل نشیں ہو ویسا ہی کرو۔ ہاں اس قدر میری رائے ہے کہ مغربی یوپی سے بہتر مشرقی یوپی ہی رہے گا۔ تمھارے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۵؍محرم ۱۴۱۱ھ

……

[۹]

عزیزم! عافاک اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج تمھارے گھر پہنچا۔ تمھارے ابا نے مجھ سے پوچھا کہ ’آپ کے پاس خط آیا ہے؟‘ معلوم ہوا کہ یہاں بھی عرصہ سے تمھارا خط نہیں آیا ہے، یہاں لوگ پریشان ہیں۔ ملک کے حالات جو کچھ ہیں، جانتے ہی ہو۔ ایسے حالات میں تمھیں جلد جلد اپنے حالات سے مطلع کرتے رہنا چاہیے، تاکہ پریشانی نہ ہو۔ اور معلوم نہیں تم نے کیوں چپ سادھ لی ہے؟ یا یہ کہ خط لکھتے ہو، یہاں ملتا نہیں؟ خدا معلوم کیا بات ہے؟ یہ خط اگر بخیریت تمھیں مل جائے تو فوراً اپنے گھر خط لکھ کر مطلع کرو۔

میری طبیعت ہفتہ بھر سے خراب تھی، اب کسی قدر بہتر ہے۔

تمھاری والدہ اور دادا کو زیادہ پریشانی ہے، ان کی تسلی کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۷؍رجب ۱۴۱۱ھ

……

[۱۰]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت عرصہ کے بعد تم سے نصف ملاقات ہوئی۔ آج کل مدرسہ دینیہ (غازی پور) کا کیا رنگ ہے؟ اس کی مجھے تفصیلی اطلاع نہیں ہے۔ اگر عربی کے درجات باقی رہیں تو کیا مضائقہ ہے کہ وہیں پڑھایا جائے۔ میری ہمیشہ یہ رائے رہی ہے کہ کہیں کام پر لگ جانے کے بعد از خود بغیر کسی مجبوری کے وہاں سے الگ نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں اگر دین یا دنیا کا شدید ضرر ہو تو مضائقہ نہیں۔ "الصبر مفتاح الفرج" عجلت اور جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ فی الحال وہ جگہ ترک کرنے کا ارادہ نہ کرو، کیوں کہ تم سے کوئی بدمزگی وہاں نہیں ہوئی ہے، اور اگر کوئی خاص بات ہو تو زبانی بتانا۔

اگر کتابیں ہوتی رہیں گی تو استعداد پختہ ہوگی۔ تم کو یہی کوشش کرنی ہے کہ پڑھی ہوئی کتابوں پر اچھا عبور ہو جائے۔ طلبہ ہوں تو بس پڑھانے سے کام ہے۔

الحمد للہ خیریت سے ہوں، تمھارے لیے دعا گو ہوں کہ صحت و تندرستی کے ساتھ علم و عمل کی توفیق ملتی رہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸/ رجب ۱۴۱۲ھ

……

[۱۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں گھر پر رمضان کے اخیر میں تمھارا انتظار کر رہا تھا۔ تمھاری والدہ بھی پریشان تھیں، کہہ رہی تھیں کہ عید تک آجانا چاہیے مگر تم نہیں آئے۔ دلی جا کر معلوم ہوا کہ تم ابھی جلدی ہی گھر واپس ہوئے ہو۔ مدرسہ کی صورت حال سے دکھ تو ہونا ہی چاہیے لیکن تمھارے مہتمم کے رویے سے مجھے بہت ایذا پہنچی ہے۔ شعبان میں قاری شبیر احمد صاحب کے یہاں گیا تھا، وہاں ایک خط ان کا دیکھا جو انھوں نے حاجی نثار بمبئی والے کے نام لکھا تھا۔ میں ادھر کتنے عرصے سے مدرسہ دینیہ (غازی پور) سے غیر متعلق ہوں، اور دل سے کبھی مدرسہ کی بدخواہی نہیں کی ہے۔ خود تمھارے تقرر پر میں

نے کوئی اظہارِ کبیدگی یا ناراضگی نہیں کی۔ اس کے باوجود مدرسہ میں جو کچھ کمی یا خرابی واقع ہوئی ہے، وہ سب انھوں نے براہ راست میرے اعمال نامہ میں ڈال دیا ہے۔ ان کے خیال میں مدرسہ دینیہ کے اندر اب بھی حکومت میری ہی چل رہی ہے۔ اس شخص نے مجھے بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے سمجھیں، بہت ایذا پہنچی۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۹/ ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ

……

[۱۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط اور اس کے ساتھ کتابوں کا کارتون عبد الحفیظ سلمہ سے موصول ہوا، جزاک اللہ۔ ابھی کارتون کھولنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ میرا سفر شروع ہوگیا۔ اس وقت ضلع دیوگھر کے ایک گاؤں 'مُورَنے' میں ہوں اور یہیں سے خط لکھ رہا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان کے علم میں جو چیز تمھارے لیے بہتر اور خیر ہو، اس کا راستہ سہل ہوجائے، اس میں برکت ہو۔

قرض کے ادا ہونے کی خبر سے طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنا فضل وکرم قایم رکھیں۔ مکان کی تعمیر بھی جب چھڑ جائے گی تو ان شاء اللہ غیب سے اس کی تکمیل کا سامان ہوجائے گا۔ البتہ معاملات صاف کراکے تعمیر کا کام چھیڑنا، بعد میں کوئی نزاع نہ ہو۔

تمھاری صحت کے لیے دعا گو ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۳/ شوال ۱۴۱۴ھ

……

[۱۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد آباد کی دونوں جگہیں نامناسب ہیں لیکن قریب ہونے کی وجہ سے ترجیح دی جاسکتی

ہے۔ پورہ معروف میں مدرسہ معروفیہ اور اشاعت العلوم دونوں میں جگہ خالی ہے، مدرس کی ضرورت ہے۔ اگر جی چاہے تو وہاں بات کرلو۔ محمد آباد اتنا تو نہیں لیکن قریب ہی ہے۔

میں تہِ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قرض کے بار سے سبک دوش فرمادیں اور والد صاحب کو دل سے راضی کردیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۰/ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ

……

[۱۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارا خط ملا اور مفتی عبد الرحمان صاحب کا بھیجا ہوا دو ہزار کا عطیہ موصول ہوا۔ الحمد للہ وجزاك اللہ وجزاہ اللہ خیراً۔

مفتی صاحب کا ایک خط بھی ملا تھا مگر ۱۰/شوال کے بعد سے اتنی ذہنی مصروفیت رہی کہ فرصتِ جواب نہ مل سکی۔ جس دن تمہارا خط ملا اسی روز مجھے بمبئی کے لیے نکلنا تھا۔ چنانچہ شام کو روانہ ہوگیا۔ لفافہ ساتھ میں رکھ لیا۔ یہ خط بھیونڈی سے لکھ رہا ہوں، ابھی بمبئی نہیں پہنچا ہوں۔ آج جانے کا ارادہ ہے۔ مولانا محی الدین صاحب کو خط لکھ رہا ہوں۔ میری واپسی ان شاء اللہ ۲۰/مارچ تک ہوگی۔ اگر گنجائش ہو تو اس کے بعد آکر شیخو پور میں ملو۔

میں الحمد للہ خیریت سے ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳/ذوقعدہ ۱۴۱۷ھ

……

[۱۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ٹیلی فون سے تمھارے احوال تو معلوم ہوتے ہی رہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ولد کو

ولدِ صالح بنائے، برکت والی عمر عطا فرمائے، ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

مدرسہ والوں نے تمھارے ذمہ مشکوۃ شریف کی تدریس لگائی ہے، یہ بہت خوشی کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نسبت حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ بس اتنا ہے کہ صرف علم کے طور پر نہ پڑھنا بلکہ اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے نسبت حاصل ہو جائے، آپ ﷺ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے، جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا ہے اس پر عمل کی توفیق ہو جائے۔

میری بقرعید تو باہر گزر رہی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ میرے لیے بھی دعا کرو کہ یہ زندگی حق تعالی نے دی ہے تو کچھ کام بھی لے لیں۔

صحت کے لیے میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالی کی مصلحت ہے، کسی کو بیمار رکھ کر نوازتے ہیں کسی کو تندرستی دے کر! کام کرتے رہو بیماری آتی جاتی رہے گی۔ کچھ ذکر وغیرہ کا بھی معمول رکھو، حتی الامکان معاصی سے پرہیز کرتے رہو۔ ہو جائے تو توبہ میں تاخیر نہ کرو۔ اس سے دل میں برکت رہے گی۔ معاصی سے نور بجھ جاتا ہے۔

تمھارے یہاں جس قسم کے لوگ پہنچ گئے ہیں ان کی صحبت سے بچتے ہی رہو۔ حضرت تھانوی کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ برابر رکھو، تھوڑا تھوڑا روز! اس سے ان شاء اللہ بصیرت حاصل ہوگی۔

باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۵/ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ

* * *

مولانا عبدالجبار صاحب مظفر پور

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط جس روز ملا اسی روز تم سے فون پر بات ہوئی۔ تمھارے احوال خاصے پریشان کن رہے، لیکن اللہ کا شکر ادا کرو، یہ بندہ کی تربیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے، پھر جب صابر وشاکر پاتا ہے تو بلند درجات عطا فرماتا ہے۔ تاہم اللہ سے ہمیشہ عافیت کا سوال کرنا چاہیے۔ یہ دعا اللہ کو پسند ہے، اس میں اظہارِ عبدیت بھی ہے اور سوالِ راحت بھی، اللہ کی رضا بھی ہے اور اپنا فایدہ بھی ہے۔

یہ دعا اپنے گھر والوں کو یہاں تک کہ بچیوں کو بھی یاد کرادو، اس میں دینی اور دنیوی ہر طرح کے فوائد حاصل ہوں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اس دعا کو صبح وشام تین تین مرتبہ سب پڑھ لیا کریں۔ میں دل وجان سے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲؍ جمادی الاخری ۱۴۱۹ھ

□□□

مولانا محمد ہاشم صاحب کھور مدن پور مدھوبنی

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جس روز تمھارا خط ملا، میں اسی روز سفر کے لیے پا بہ رکاب تھا۔ خط رکھ لیا کہ سفر ہی میں جواب لکھ دوں گا مگر میں لوٹ بھی آیا اور جواب کی نوبت نہیں آئی۔

آپریشن تو بحمد للہ کامیاب رہا، البتہ سامنے کے تین دانت اس کی نذر ہو گئے۔ اب اصل مرض کا بحمد للہ خاتمہ ہو گیا، مگر ایک نیا عارضہ لاحق ہو گیا ہے کہ تقریباً ایک ماہ سے سر میں مسلسل درد رہتا ہے، کسی وقت تھمتا نہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے کبھی افاقہ ہوا تو پھر فوراً ہو جاتا ہے۔ پڑھانے سے اور بڑھتا ہے۔ مدرسہ میں رہ کر سبق نہ ہو، یہ گوارا نہیں۔ یہ سوچ کر ایک ہفتہ کے لیے دیوبند، سہارن پور اور دلی چلا گیا، لیکن درد کا حال وہی رہا۔ اب آ گیا ہوں اور درد سمیت پڑھا رہا ہوں۔ اللہ سے شفائے مطلق کی دعا کرو۔

حضرت ماسٹر (محمد قاسم) صاحب مدظلہ کا بھی خط آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ تمھاری صحت پر کوئی خاص خوشگوار اثر نہیں ہوا۔ اللہ تعالی رحم فرمائیں۔

سابقہ حالات کو برقرار رکھنے کے لیے دو باتوں کا اہتمام نہیں التزام کرو اور اس میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرو۔ ایک تو نماز باجماعت مع تکبیر اولی کی شدت سے پابندی کرو، اگر کبھی فوت ہو جائے تو اپنے اوپر کچھ مالی کفارہ مسلط کر لو۔ مثلاً ایک وقت اگر فوت ہو جائے تو ایک دن کی تنخواہ کا پانچواں حصہ صدقہ کرو، اور دس رکعت نفل پڑھو۔ ایک تو یہ ہے اور دوسرے مغرب کے بعد یا فجر کے بعد ذکر کی پابندی کرو۔ کم از کم پانچ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کا ذکر..........

....

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے جانے کے بعد طبیعت تمھاری طرف لگی رہی کہ نہ جانے کس طرح پہنچے

ہو گئے؟ تمھارے خط کے بعد اطمینان ہوا۔ تمھاری رائے بالکل صحیح ہے۔ میرے ذہن میں پہلے سے یہ بات موجود تھی جس کا میں نے اظہار بھی کیا تھا کہ والدین بالخصوص والدہ کی دل جوئی اور خدمت اہم ہے۔ اللہ کرے تمھارے والدین مکرمین دل سے تمھاری خدمت سے راضی و مطمئن رہیں۔ والدہ کی خوب خدمت کرو۔

رمضان کے بخوبی گزرنے سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالی بابرکت بنائیں۔ عزیزم مولوی عاصم سلمہ کو سلام کہو اور ان سے بھی کہو کہ نفس کی خواہ کتنی ہی قربانی دینی پڑے مگر والدین اور گھر والوں کو خوش اور راضی رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اپنی خواہش اور نفس کی چاہت کو پورا کرنا انسان کو کہیں کا نہیں رکھتا۔ یہ وہ مینڈھا ہے جس کی قربانی کرنا مطلوب ہے۔ والدین کو راضی رکھنا بہت آسان ہے، ان کے دل میں محبت تو ہوتی ہے، ذرا سی ادائیگیِ حق سے بہت خوش ہو جاتے ہیں۔ اتنی قیمتی اور آسان چیز کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔

'جھگڑوا' کے حادثہ سے طبیعت کو بہت قلق ہوا اور بے حد صدمہ ہوا۔ اللہ تعالی تلافیِ مافات کریں اور نعم البدل عطا فرمائیں۔

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ میری طبیعت کا عجیب حال ہے۔ دوستوں...... گناہوں سے مجھے تکدر نہیں ہوتا۔ سوچتا ہوں کہ توبہ ہوگی اور معاملہ ختم ہو جائے گا۔ مگر بعض ایسی چیزیں جن کے گناہ ہونے کا مجھے جزم نہیں، مگر ان سے زندگی کا دھارا مڑ جانے کا غالب خطرہ ہوتا ہے، اس سے صدمہ اور تکدر ہوتا ہے۔ اسی میں سے ایک چیز وہ بھی ہے جس میں تم مبتلا ہوئے ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمھاری ملازمت ناجائز ہے، اس کی تنخواہ حرام ہے، لیکن تجربہ ہے کہ اس میں انسانی طبیعت کا رخ دین سے مڑ کر دنیا کی طرف ہو جاتا ہے۔ دین باقی رہتا ہے مگر ضمناً اور تبعاً۔ اصالتاً دنیاداری ہو جاتی ہیں۔ اور میرے لیے اپنے دوستوں کے متعلق یہ بات بہت ناگوار ہے کہ وہ دنیا کے ہو کر رہ جائیں۔ مجھے یہ منظور ہے کہ تم لوگ غریب رہو، فاقہ مست رہو، مگر یہ منظور نہیں کہ دنیادار بن جاؤ۔ اور چوں کہ میں اپنے اوپر تجربہ کر چکا ہوں کہ خالص دین داری اختیار کر کے کوئی شخص دنیا کے اعتبار

سے بھی پریشان نہیں رہتا، اس لیے مجھے اس باب میں کسی کا کوئی عذر قبول نہیں ہے۔ پھر اس کی معافی تم لوگ اسی میں رہتے ہوئے مانگتے ہو، اس کا آخر کیا جواز ہے؟ معافی کے لیے شرطِ اول یہ ہے کہ آدمی اس بات سے نکل جائے جس کی وجہ سے ناگواری پیدا ہوئی ہے۔ اس لیے معافی وغیرہ کی بات تو مت لکھو، البتہ خط لکھنے کی اجازت ہے۔ اس موضوع کو آئندہ نہ چھیڑو، اپنی ضرورت کی باتیں لکھو۔ خیریت لکھو، اگر کچھ پوچھنا ہو تو پوچھو، مگر معافی وغیرہ کا ذکر مت کرو۔ میرے حق میں کوئی جرم بھی نہیں ہے کہ اس کی معافی کا مجھے کوئی اختیار ہو۔ دین داری اگر باقی رہے............

....

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ یہاں سے جانے سے متعلق تمھارے جو احساسات ہیں وہ درست ہیں، اور یہ بھی درست ہے کہ یہ سب چکر.......... یہ بات مجھے پہلے سے معلوم تھی، یہاں سے تمھارے جانے سے پہلے ہی۔ لیکن جب تم نے اس وقت ظاہر نہیں کیا تو میں بھی خاموش رہا۔ اور تمھارا اس بات کو ظاہر نہ کرنا یا تو تمھاری کمزوری کی وجہ سے تھا یا یہ کہ خود تمھارے دل میں یہ خواہش موجود تھی۔ خواہ کوئی بات ہو، میں اسے اب بھلا رہا تھا بلکہ بھلا چکا تھا۔ تم کو یاد ہوگا میں نے کبھی لکھا تھا کہ خط میں معافی وغیرہ کا کوئی سوال اور تذکرہ نہ کرو، صرف خیریت اور حالات وغیرہ لکھا کرو۔ اس کی مصلحت یہی تھی کہ امتدادِ زمانہ سے اس معاملہ کا اثر دل سے مدھم ہو جائے گا۔ تم آئے تھے، اس کو نہ چھیڑے ہوتے تو کچھ نہ ہوتا، مگر تم نے اسے چھیڑ کر پرانی یاد تازہ کر دی۔ تم نے اس کی تلافی پوچھی، میں نے بتا دی۔ بات یہ ہے کہ بورڈ کے مدرسہ میں جانا فی نفسہ غلط ہے ہی! لیکن تم نے اس کو مجھ سے چھپا کر مدرسہ چھوڑنے کی دوسری وجہ بتائی، جب کہ میں اسے جانتا تھا کہ تم بات کو بدل کر پیش کر رہے ہو۔ یہ صورتاً فریب تھا، اس لیے مجھے تکلیف زیادہ ہوئی۔ اور اس کے مٹانے میں مجھے زیادہ محنت کرنی پڑی۔ ورنہ اگر تم ابتدا ہی سے سچی بات کہے ہوتے تو اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ یہی کمزوری جب ایمان کے باب میں ہوتی ہے تو اسے نفاق کہا جاتا ہے۔ اب اس کی واقعی تلافی تو یہی ہے کہ اس کام ہی کو ترک کر دیا جائے جس کو اختیار کر کے آدمی موجبِ تکلیف بنا ہے، لیکن میں اس کا مکلّف تمھیں نہیں بناتا۔ کیوں کہ اگر اس کے بعد من جانب اللہ کوئی آزمایش آ گئی تو الزام

میرے اوپر آئے گا۔ دوسرے یہ کہ تم اتنے مضبوط نہیں ہو کہ اس کو برداشت کر سکو۔ تیسرے یہ کہ یہ ایک ذوقی اور اجتہادی مسئلہ ہے، دوسرے علما کا ذوق اور اجتہاد اس کے خلاف ہے۔ اس لیے اس کا پابند میں دوسروں کو نہیں بنا سکتا لیکن چوں کہ مجھے پسند نہیں، اس لیے جب تک آدمی اس گندگی میں پڑا ہوا ہے، میری نگاہ میں وہ جم نہیں سکتا۔

اپنے خط میں تم نے ایک تعجب خیز بات میری طرف منسوب کی ہے جو اب تک خود مجھے معلوم نہ تھی۔ تمھارے بتانے سے میں نے اسے اپنے اندر تلاش کیا، تب بھی نہیں ملی۔ اب میں حیران ہوں کہ تم نے اسے کیوں کر معلوم کر لیا؟ تم نے لکھا ہے کہ ''شیخوپور بحالی کی تمنا تو فضول ہے، کیوں کہ آپ کے یہاں جو پڑھاتا ہے، وہ جب کسی وجہ سے کام چھوڑ دیتا ہے تو آپ اسے قریب نہیں کرتے۔'' مجھے اس پر بہت حیرت ہوئی۔ 'قریب نہیں کرتے' کا کیا مطلب ہے؟ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پھر میرے یہاں پڑھانا چاہتا ہے تو میں اسے صرف اس وجہ سے قبول نہیں کرتا کہ وہ میرے یہاں سے پڑھانا چھوڑ کر چلا گیا ہے، تو یہ بات غلط ہے۔ کیوں کہ اب تک کسی جانے والے نے میرے یہاں دوبارہ پڑھانے کی خواہش ہی نہیں کی ہے۔ ہاں مولوی ابرار (بھیروی) کی خواہش تھی، لیکن میں نے بہت پہلے سے یہ بات طے کر رکھی ہے کہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو اپنے ماتحت نہیں رکھوں گا۔ مولوی ابرار چوں کہ بعد میں میرے بہنوئی ہوئے، اس لیے میں انھیں نہیں لا سکا۔ مولوی شمشاد احمد صاحب نے خواہش کی تھی مگر اس وقت میرے یہاں جگہ نہ تھی، اور جب جگہ ہوئی تو وہ سعودی عرب جا چکے تھے۔ ان کے علاوہ مجھے یاد نہیں ہے کہ کسی نے خواہش کی ہو۔ مولوی عبدالرحیم صاحب کو بے شک میں نے بلایا اور ان کے انتظار میں عرصہ تک جگہ خالی رکھی، مگر وہ نہیں آ سکے تو دوسرے کو رکھا۔ کوئی آنا تو چاہے اور میرے یہاں گنجایش بھی ہو! مولوی ابرار ہوں یا مولوی عبدالرحیم، یہ دونوں تو باقاعدہ مدرس بھی نہ تھے، زیر تربیت تھے۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اگر کسی نے ترک کی راہ غلط طور پر اختیار کی تو اس کی سابقہ قدر و قیمت میرے دل میں واپس نہیں آ سکی، جب تک کہ اس کی تلافی اس نے نہیں کر لی۔ تلافی کے بعد بحمد للہ سابقہ قدر و قیمت عود کر آتی ہے۔ مولوی ابوالخیر سلمہ (کلکتہ) یہاں سے گئے، جس انداز سے وہ گئے، وہ انداز صحیح نہ تھا، مگر انھوں نے اس کی تلافی کر لی۔ یعنی انھوں نے ایک ایسے مدرسہ میں

معلّمی اختیار کی جس میں ضرورت تھی، اور اس سلسلے میں انھوں نے خود رائی نہیں کی تو اب ان کی قدر و قیمت میرے دل میں پہلے سے زیادہ ہے۔

میں اپنے دوستوں کے بارے میں یہ کبھی نہیں چاہتا کہ وہ میرے ہی ساتھ رہیں، بلکہ میری اصل خواہش یہ رہتی ہے کہ وہ کسی مدرسہ میں رہ کر بالاستقلال خدمت کریں اور ضروری امور میں مجھ سے مشورہ لیتے رہیں، اس طرح ان کی شخصیت کو ابھرنے کا موقع ملے گا۔ اسی لیے کوئی شخص جب یہاں سے کسی دوسری مناسب جگہ جانا چاہتا ہے تو مجھے اجازت دینے میں دریغ نہیں ہوتا۔

بہرکیف! تم نے میری طرف جو بات مطلقاً منسوب کردی ہے، وہ تمھاری بدگمانی ہے، واقعہ نہیں ہے۔ اور اگر تمھارے پاس اس بات کی کوئی دلیل ہو جو سوچنے کے باوجود مجھے یاد نہیں آرہی ہے، تو تم بتاؤ۔ میں اس عیب کی اصلاح ان شاء اللہ کرلوں گا۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۸؍ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر ہوں۔ خط ملا، اللہ جانے کیوں کر اس کا جواب رہ گیا، جب کہ میں خیال کر رہا تھا کہ جواب لکھ چکا ہوں۔

ایک چلہ پر قلبی اطمینان کا مرتب ہونا موعود نہیں ہے، اس کا تعلق تو کثرتِ ذکر سے ہے اور دوامِ ذکر سے ہے۔ ویسے قلبی اطمینان کا راستہ یہی ہے۔ اب اس وظیفہ کو اسی وقت میں دواماً سو مرتبہ پڑھو، اور اس کے پڑھنے کے بعد وہی پانچوں دعائیں کیا کرو جس کی تعلیم دی تھی۔

تہجد کا اہتمام و التزام رکھو، اگر فوت ہو جائے تو طلوعِ شمس کے بعد اتنی رکعتیں پڑھ لیا کرو، جتنی معہود ہیں۔ حضرت ماسٹر (محمد قاسم) صاحب مدظلہ کے خط کی روشنی میں ایک خط میں نے لکھا تھا، اس کے سلسلے میں تم نے کچھ لکھا نہیں؟

دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ علم و عمل میں ترقی عطا فرمائیں اور اپنی رضا نصیب فرمائیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۴/ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

……………………………………

[٦]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب علموں کے توسط سے خطوط ملے تھے، ان میں سے ایک کا جواب لکھا تھا یا شاید دونوں کا لکھا تھا، ڈاک کے سپرد بھی کیا تھا، اللہ جانے کیا ہوا؟

رات میں بیدار ہونا جتنا بھی دشوار ہو لیکن اس کی مشق کرو۔ سویرے سوؤ اور سویرے اٹھو۔ میں دعا کرتا ہوں تم بھی دعا کر کے سویا کرو۔

تلاوت اور ذکر اور دعا الحاح وزاری کی پابندی کرو، اور دل کو تمام تفکرات سے خالی کر کے صرف اللہ کے دھیان سے دل کو معمور رکھو۔ اللہ تعالیٰ تم کو ہمیشہ خیریت وعافیت سے رکھیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۱/جمادی الاخری ۱۴۲۲ھ

……………………………………

[۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کا شکر ہے کہ تم بخیریت وعافیت پہنچ گئے۔ حضرت (ماسٹر محمد قاسم صاحب) کے بارے میں پرسوں مفتی عبدالشکور سلمہ کا فون آیا تھا۔ میں یہ سوچ کر سست پڑا رہا کہ حضرت شاید بمبئی چلے گئے ہوں، مگر اب معلوم ہوا کہ زخموں کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے شفائے کلی عطا فرمائیں۔ آمین

ہاں اپنے بارے میں یہی خیال رکھنا چاہیے۔ ہم لوگوں کی تو عبادات بھی بحکمِ معصیت ہی ہیں، لیکن یہ بھی سوچو کہ اللہ تعالیٰ ستار العیوب بھی ہیں، غفار الذنوب بھی ہیں۔ پس گناہوں سے توبہ واستغفار کا تسلسل قایم رہنا چاہیے۔ دل میں اگر برے خیالات آتے ہیں تو ان پر التفات

نہ کرو اور بالقصد طبیعت کو اللہ کی طرف متوجہ کرلیا کرو۔ اگر اس میں تکلف ہو تو اپنے شیخ کا تصور کرو، خیالاتِ واہمہ ان شاء اللہ دفع ہو جائیں گے۔ نگاہ کو بالقصد نیچا رکھا کرو، کسی کے چہرہ پر نگاہ غور سے نہ اٹکاؤ۔ عموماً چہرہ دیکھو ہی مت۔ فضول نظری سے بالارادہ بچنے کا اہتمام کرو، اور اللہ سے دعا کرتے رہو۔ ذکر میں دل جمعی کا انتظار نہیں۔ جب ذکر کے لیے بیٹھو تو بالقصد طبیعت کو حاضر کرو، اس کے بعد ذکر شروع کرو اور یہ تصور کرو کہ عرشِ الٰہی کے سامنے بیٹھے ہو، حق تعالیٰ دیکھ رہے ہیں اور تم ان کا نام محبت سے لے رہے ہو۔

شب میں بیدار ہونے کے لیے گھڑی کا استعمال رکھو۔ عبادات کے لیے اسباب کا اختیار کرنا بھی عبادت ہے۔ ہم کمزور بندے ہیں، اللہ تعالیٰ گھڑی ہی کے واسطے سے اٹھا دیں تو ان کا بڑا کرم ہے۔

تعویذ میں یہی معمول بہتر ہے کہ جو سمجھ میں آئے لکھ کر دیدیا کرو، مگر یہ اہتمام رہے کہ مریض کو دیکھنے یا اس پر دم کرنے اس کے گھر نہ جاؤ۔ گھر والا کام پانی پر دم کرکے یا تعویذ لکھ کر چلاؤ۔ صحت دینا اللہ کا کام ہے۔ ہمارا واسطہ کچھ ضروری نہیں ہے۔ بھروسہ خدا پر رکھو۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۸؍رجب ۱۴۲۲ھ

……

[۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر ہوں۔ رمضان بھی بظاہر خیر وعافیت سے گزرا، اللہ کو ناپسند نہ ہو تو باطناً بھی ٹھیک ہی کہلائے گا۔

یہ خبر صحیح تھی، میں واقعی بہت بیمار تھا، سفر کے لائق نہیں تھا۔ مگر حضرت (ماسٹر محمد قاسم صاحب) کا حکم لے کر حافظ آفتاب شیخو پور پہنچ گئے، مجبوراً لیکن برضا ورغبت جانا ضروری ہوا۔ وہاں جاکر بھی زیادہ بیمار ہی رہا اور صبح کو ایسا سویا کہ اکثر لوگوں سے ملاقات نہ ہوئی۔

الحمد للہ، اللہ سلامت باکرامت رکھے، قرۃِ عین بنائے۔ اس کا نام عبدالہادی رکھو اور

تاریخی نام فیوض مسرور ہادی رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ظاہری و باطنی استقامت نصیب فرمائیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۸/شوال ۱۴۲۲ھ

……

[۹]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بچہ کی بیماری کی اطلاع مجھے ملی تھی۔ نور اللہ بھائی نے بتایا تھا، لیکن یہ نہیں معلوم ہوسکا تھا کہ کس کا بچہ بیمار ہے؟ میں تھا بھی نہیں، سفر میں تھا۔ ایک دن سعد اللہ نے بتایا، اس کے دوسرے دن تمھارا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ بچے کو عافیت کے ساتھ رکھیں۔ آمین

کاہلی اور سستی کو رخصت کرو اور اس کی شکایت مت کرو۔ جو معمول بناؤ اس کو پابندی کے ساتھ نباہو، ورنہ زندگی گزر جائے اور کاہلی پیچھا نہ چھوڑے گی۔ ہمت سے کام لو۔

معمولات ترک نہیں ہونا چاہیے، اوقات بدل جائیں، مختصر ہو جائے، یہ تو ٹھیک ہے، مگر بالکل ترک ہو جائے، ایسا نہیں [ہونا] چاہیے۔

آنکھ کھلنے کے بعد شیطان بدن کو دبا دیتا ہے، اسی وقت فوراً اٹھ جاؤ اور وضو کرلو تو وہ ہٹ جاتا ہے۔ یہاں تم لوگ ہار جاتے ہو۔ یہی شکایت ابھی سعد اللہ بھی کر رہا تھا۔ دعا کرتا ہوں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۷/ذوقعدہ ۱۴۲۲ھ

……

[۱۰]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱- الحمد للہ بخیر ہوں۔ تمھارے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ بعافیت سلامت باکرامت رکھیں۔

۲- مغرب بعد چھوٹ جائے تو رات میں کسی اور وقت پورا کرلیا کرو۔ دل سے خدا کی طرف ہمہ وقت متوجہ رہو اور خیال کرو کہ دل سے اللہ اللہ کی صدا آرہی ہے، کان کو ادھر ہی متوجہ رکھو۔

۳- یہ پختہ ارادہ ان شاء اللہ دوام کا باعث بنے گا۔ سورہ کہف کی آخری آیات ”ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات“ سے آخر تک پڑھ کر سوؤ، اور جب آنکھ کھلے، دو چار رکعت اٹھ کر پڑھ لیا کرو، چاہے پھر سو جانا پڑے۔ میں دعا کرتا ہوں۔

۴- اللہ کا بڑا کرم ہے کہ باطن گندہ نظر آتا ہے۔ جب تک گندہ اور ناکارہ دکھائی دے، اس وقت تک خیر ہے۔

۵- یہ کیفیت نہ رحمانی ہے نہ شیطانی ہے۔ اس کا تعلق انسان کے ذہن سے ہے اور اس کی فراست سے ہے۔ انسان کا ذہن ایک آئینہ ہے، اس پر بعض مرتبہ کچھ چیزیں چمک جاتی ہیں اور ایک مبہم سا ادراک ہو جاتا ہے۔ اس پر دھیان دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۶- اللہ کا انعام ہے کہ لوگوں میں حسنِ ظن پیدا کر دیا ہے۔ تم اپنے باطن کو دیکھتے رہو، لوگ تمھارے ظاہر کو دیکھتے رہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرو اور خدا کی جناب میں روتے رہو۔ یہی حال ہم لوگوں کا بھی ہے۔ تن اُجلا، من میلا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے بھی دعا کرو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۴ محرم ۱۴۲۳ھ

……

[۱۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ اس خط کے بعد ایک طالب علم نے تمھارا ایک خط دیا تھا، معلوم نہیں اسی کا تذکرہ کر رہے ہو یا کسی اور کا؟

ایک بات مجھے کھٹکتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ماسٹر (محمد قاسم) صاحب مدظلہ کو تم خوش نہیں رکھ پاتے۔ ان کے خطوط سے کبھی کبھی اس کا اشارہ ملتا ہے۔ ایک تو والد دوسرے بزرگ ہستی، ان

کی کبیدگی بہت مسائل پیدا کرتی ہے۔ تم اپنے نفس کے تقاضوں سے بالاتر ہوکر انھیں راضی اور مطمئن کرنے کی کوشش کرو۔ ان کی اور والدہ کی خدمت و دل جوئی فرض ہے۔ اس راہ میں اگر کوئی رکاوٹ آتی ہے تو اس کی وجہ سے خدمت منقطع نہ کرو، بلکہ رکاوٹ کو جھیل جاؤ۔ یہ بات بہت دنوں سے محسوس کر رہا ہوں اور کہنا چاہتا تھا، مگر کچھ سوچ کر خاموش رہ جاتا تھا۔ اب زبانِ قلم پر لایا ہوں، اس پر غور کرو اور اس سلسلے میں کچھ کہنا ہو تو لکھو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۴؍ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

……………………………………

[۱۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بیماری اور نسیان کا حملہ زوروں پر ہے، بالکل بھول گیا تھا کہ تمھارا خط آیا ہے۔ آج اچانک نگاہ پڑی تو شرمندگی ہوئی۔

اب کیا حال ہے؟ میں کل خاموشی سے نور اللہ بھائی کے یہاں (دربھنگہ) آنے والا ہوں۔ اگر خط دو چار روز میں مل جائے تو تم وہیں آجاؤ۔ میں کم از کم ایک ڈیڑھ ہفتہ ان شاء اللہ رہوں گا۔ نور اللہ بھائی سے معلوم کر لینا۔ دعا کرتا ہوں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲؍جمادی الاول ۱۴۲۵ھ۔ بروز دوشنبہ

……………………………………

[۱۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمت وعزیمت سے کام لو، کمزوری اور بزدلی کے ساتھ کیا حاصل ہوگا؟

اب سنو! تہجد پڑھو، فجر کی سنت وفرض کے درمیان تسبیح پڑھو، استغفار پڑھو۔ فجر کے بعد دوسو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو۔ درود شریف سو مرتبہ پڑھو۔ مغرب کی نماز کے بعد پاس انفاس آدھ

گھنٹہ کرو ذکر جہر کے بعد۔ عشا کی نماز کے بعد تھوڑی دیر ذکر قلبی کرو۔

چار ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرو۔ اس طرح کی تسبیح کا دانہ پکڑو تو کہو اللہ اللہ اللہ اور چھوڑو تو کہو اللہ اللہ اللہ۔ اس طرح پانچ تسبیح پڑھو اور ایک ماہ بعد ایک تسبیح بڑھاؤ، پھر ایک ماہ بعد ایک اور بڑھاؤ۔ اس طرح دس تسبیح تک پہنچاؤ۔ اور وقتاً فوقتاً اطلاع دیتے رہو۔ پاس انفاس اور ذکرِ قلبی کا طریقہ معلوم نہ ہو تو فون سے معلوم کرلو۔

سب مقاصد حسنہ کے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۳؍صفر ۱۴۲۷ھ

❑❑❑

مولانا مفتی عطاء اللہ صاحب کوپا گنج

[۱]

برادرعزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ خط پڑھ کر میں خود الجھن میں مبتلا ہو گیا کہ اس کا جواب کیا لکھوں؟ لایعنی خیالات اور بے معنی وسوسوں کا علاج اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ آدمی ذرا اپنے ارادے کو مضبوط کرے اور موڈ ہو یا نہ ہو، جی چاہے یا نہ چاہے، محنت ہو یا سہولت، ہر صورت میں اپنے کو کام میں لگائے۔ طبیعت کی روش ایسی ہوتی ہے کہ اگر اس کی مرضی کے مطابق ڈھیل دیدی جائے تو یہ محض سہولت پسندی کی عادی بن کر رہ جائے گی، اس سے کوئی کام نہ ہو سکے گا۔ آرام پسندی، سست روی اس کی فطرت بن جائے گی۔ اور اگر اسے مشکل کاموں اور مرضی کے خلاف امور کا پابند بنایا جائے تو ابتداءً تو ضرور دشواری ہوگی، مگر رفتہ رفتہ اسی پر نشاط حاصل ہو جائے گا۔ اس لیے میرے خیال میں اس کا حل صرف یہی ہے کہ جب موڈ نہ ہو تو اس وقت اُور انہاک سے طبیعت کو کام پر مجبور کرو۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جب موڈ نہیں ہوتا تو تم کام سے معطل ہو جاتے ہو اور لایعنی کاموں میں مبتلا ہو کر خود کو ضائع کرتے ہو۔ اگر میرا اندازہ صحیح ہے تو یہ طریقہ چھوڑ دو۔ بے کاری ہمیشہ بے کاری کو پیدا کرتی ہے اور رفتہ رفتہ آدمی نکما ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اگر میرا اندازہ غلط ہے...... اور خدا کرے کہ غلط ہو...... تو پھر جس وقت موڈ نہیں ہوتا اور بات سمجھ میں نہیں آتی، اس وقت کاغذ اور قلم لے کر بیٹھو اور جو کچھ سمجھ میں آئے، اسے لکھ لو۔ لکھنے سے طبیعت پر زور پڑے گا تو پھر بات جلد سمجھ میں آئے گی۔

نیز ایک کام اور کرو کہ خود کو کسی وقت پڑھنے سے فارغ نہ رکھو۔ کتابوں کا مطالعہ بکثرت کرو، اتنا کہ پڑھنے کا ذوق بن جائے۔ جب تک یہ ذوق نہیں بنے گا ان الجھنوں سے نجات نہ ہوگی۔ اور اس کا واحد علاج وہی ہے جو میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ خود اپنی قوتِ ارادی سے کام لیا جائے۔

میں تمھارے لیے دعا کرتا ہوں کہ تمھاری یہ مشکل حل ہو۔ اس خط کے ملنے کے بعد دو ایک روز کا وقفہ کر کے مجھے پھر خط لکھو۔ تسلسل کے ساتھ کم از کم دس خط لکھو۔ اس میں موڈ کا انتظار نہ کرنا بلکہ بلا موڈ ہی کے جیسا حال ہو لکھو۔ میں متوجہ ہوں۔ خدا کرے طبیعت پر قابو ہو جائے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۱؍ جمادی الاخری ۱۴۰۹ھ

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماشاء اللہ تم نے میری بات کی تعمیل کی، اللہ تمھیں خوش رکھے۔ خط لکھنا محبت اور تعلق کی دلیل ہے، اس سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ مشہور ہے کہ خط نصف ملاقات ہے، مگر مجھے تو پوری ملاقات کا لطف حاصل ہوتا ہے۔ تمھارے حق میں بار بار دعا کر چکا ہوں، پہلے بھی اور اب بھی۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائیں۔

خیالات کے سلسلے میں جو شکایت تم نے کی ہے اس میں ابتلاے عام ہے۔ کم پڑھے لکھے لوگ ایسے ہوں گے جن میں یہ روگ نہ ہو، کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شروع میں اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ ذہن تو ایسی چیز ہے جو کسی وقت فارغ نہیں رہتا، ہمہ وقت کسی نہ کسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے۔ اور جب خیالات سے ذہن پر بار نہیں پڑتا اور کسی قدر لذت محسوس ہوتی ہے تو ان پر زیادہ تیز چلتا ہے اور آدمی کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ پھر اسی پر اس کو پختگی حاصل ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر محل اور بے محل ہر آن دوڑتا ہی رہتا ہے۔ اور بعد میں جب احساس ہوتا ہے تو معاملہ قابو کے باہر ہو چکا ہوتا ہے۔ اب تو تدبیر یہی ہے کہ آہستہ آہستہ اس پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ ذہنی خیالات کی رو کو تیز نہ ہونے دو، حتی الامکان اسے روکو، لیکن روکنے میں بھی زیادہ کاوش نہیں کرنی چاہیے۔ بس جب ذہن کسی ایک خیال کی طرف دوڑنے لگے تو فوراً اس کو کسی اور کام کی طرف متوجہ کرو، خیالات میں مستغرق نہ ہونے دو۔ اس کے استغراق کو منتشر کرتے رہو، یہاں تک کہ کچھ دنوں میں یہ رَو کمزور پڑ جائے۔ نیز یہ سوچو کہ اگر آئندہ کا

معاملہ ہے تو اس کے متعلق خیالی پلاؤ پکانا بے کار ہے۔ جو کچھ حق تعالی نے مقدر کر رکھا ہے، وہی ہوگا تو پہلے سے اسے سوچنا کیا؟ اور اگر ماضی کے متعلق ہے تو جو کچھ ہو چکا اب اس کا کوئی تدارک ممکن نہیں، لہٰذا اس پر بھی سر کھپانا بے کار ہے۔ اس طرح کی باتوں سے خیالات کا استغراق ختم ہو جائے گا۔ اور اس دوران زیادہ سے زیادہ اپنے دل و دماغ کو علمی کاموں میں لگاؤ، تاکہ ایک طرف سے ذہن کو فراغت ہو تو دوسری طرف مشغولیت ہو جائے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ذہن بالکل خالی ہو جائے۔

یہ کہ کچھ کچھ لکھنے کا کام اپنے ذمہ لیے رہو۔ اگر کچھ مضمون سمجھ میں نہ آئے تو جو کچھ پڑھانا رہتا ہے، اس کا مطالعہ ہی لکھ لیا کرو۔ ویسے اصلاحی، علمی، فقہی مضامین بہت ہیں جن پر لکھا جا سکتا ہے۔ ایسے مضامین جو چھپنے کے لائق ہوں ’ریاض الجنہ‘، ’دارالعلوم‘ دیوبند، ’البدر‘ کاکوری وغیرہ پرچوں میں بھیج دیا کرو۔ حاصل یہ ہے کہ ذہن کو علمی کاموں میں الجھائے رکھو، اسی طرح ان شاء اللہ قابو مل جائے گا۔

میں ان شاء اللہ اس وقت تک برابر دعا کرتا رہوں گا جب تک کہ خیال کی آوارگی سے تمھیں کسی قدر نجات نہ مل جائے۔ البتہ اپنی حالت کی اطلاع دیتے رہو۔

ہاں لکھنے کی ایک آسان صورت اور ہے۔ بہت سی کتابیں علمی ضخیم ضخیم ہوتی ہیں، انھیں کون پڑھے؟ تم ان کے مضامین کا خلاصہ کر دیا کرو۔ اس سے بہت فایدہ ہوگا، سوچنے کی نئی راہیں کھلیں گی، نئے نئے علم حاصل ہوا کریں گے اور معلومات مستحضر رہیں گی۔

کئی باتیں میں نے بتا ڈالیں، ان میں سے جو تمھارے لیے آسان ہو، وہ کرتے رہو اور مجھے اس کی اطلاع کرو کہ کون سا کام تم نے شروع کر دیا ہے، تاکہ اس میں مزید کوئی بات سمجھ میں آئے تو میں اسے لکھوں۔ علم میں کمال پیدا کرو، خواہ تدریس کی راہ سے ہو، خواہ تقریر کی راہ سے ہو، خواہ قلم کی راہ سے ہو۔ میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ میرے لیے بھی دعا کرو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۴؍ جمادی الاخری ۱۴۰۹ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج تمھارا خط ملا، پڑھنا شروع کیا اور پڑھتا چلا گیا۔ طبیعت بہت متاثر ہوئی بلکہ مجھے تو وجد آ گیا، کئی مرتبہ پڑھ چکا ہوں لیکن سیری نہیں ہوتی۔ مجھے ایسے ہی افراد کی جستجو رہتی ہے جو کتاب اور علم کے ایسے دیوانے ہوں۔ تم نے یہ باتیں زمانۂ طالب علمی میں نہیں بتائیں اور میں بھی بعض خاص حالات کے باعث اس وقت تحقیق نہ کر سکا۔ آگے کی داستان سننے کا مشتاق ہوں۔ تمھارا یہ خط محفوظ رکھوں گا۔ اسی سے ملتی جلتی میری داستان ہے، لیکن مجھے کبھی اس طرح کا صدمہ پڑھنے کے سلسلے میں برداشت نہیں کرنا پڑا، جیسا تم نے آخر میں لکھا ہے۔ یوں تو کبھی حوصلہ افزائی بھی نہیں ہوئی، لیکن حوصلہ شکنی بھی کبھی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ میں پڑھتا بہت تھا، لیکن اتنا ہی اپنے اساتذہ سے شرماتا بھی تھا۔ اس لیے نہ ان کے سامنے کبھی اپنی تحریر پیش کی اور نہ ہی اپنی معلومات بیان کرنے کی کبھی ہمت ہوئی۔ اس لیے وہ سمجھ ہی نہ سکے کہ یہ کیا پڑھتا ہے؟ اور کیا کرتا ہے؟ اور میں اپنی دھن میں لگا رہا۔ طلبہ سے البتہ کسر نکالتا تھا، مگر ان میں سے اکثر مجھ سے مرعوب تھے، اس لیے علمی سلسلہ میں کبھی کوئی حوصلہ شکن بات نہیں ہوئی۔ اور تم سے یہ چوک ہو گئی کہ تم نے اپنا مطالعہ ان لوگوں کے سامنے رکھنا شروع کر دیا جو تصور ہی نہیں کر سکتے تھے کہ اس دور میں کوئی طالب علم اتنا پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ مجھے خوب تجربہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی میدان میں آگے بڑھتا ہے تو اکابر کو دیکھا نہیں جاتا۔ اور جب دلایل کی قوت سے وہ ہار جاتے ہیں تو جسمانی طاقت کو اس کا بدل بنانے لگتے ہیں۔ اب یہ تمنا تو فضول ہے کہ تم اپنے اسی دور میں مجھے مل گئے ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا، لیکن اب بھی وقت گیا نہیں ہے، حوصلہ پھر سے بلند کرو۔ ماشاء اللہ بہت پڑھ چکے ہو، اور شوق بیدار رہے گا تو ابھی بہت پڑھو گے، مگر اب لکھنے کی طرح ڈالو۔ معیاری مضامین لکھو، پرچوں میں شائع کراؤ۔ کام سے کام پیدا ہوگا۔ لکھنے کا سلیقہ تمھیں اب سیکھنا نہیں ہے، صرف پختگی حاصل کرنی ہے۔ خود لکھو، کچھ ایسے طلبہ مل جائیں جنھیں کسی درجہ میں ذوق ہو تو انھیں آگے بڑھاؤ۔ تحقیقی، علمی، ادبی، تاریخی جس موضوع سے مناسبت ہو، لکھو۔ جہاں کچھ مضامین شائع ہوئے اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے پھر ان شاء اللہ دنیا جگہ دیتی چلی جائے گی۔ مردانِ کار کے لیے جگہ تنگ نہیں ہے، لیکن ایک خاص طرح کی پژمردگی بلکہ مردنی جو تم پر چھائی ہوئی محسوس ہوتی ہے، اب

اسے جھاڑ کر الگ کر دو۔ تم شبلی یا سلیمان بن جاؤ گے تو کچھ لوگوں کو پریشانی ضرور ہوگی، لیکن امت کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہمیشہ رہے گی جو وقت کے تقاضوں کے مطابق دین کی ترجمانی کر سکیں۔ ورنہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف و محمد کے بعد کسی فقیہ کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن آج بھی جب کہ ہزاروں علما صف در صف گزر چکے ہیں، علمِ فقہ اب بھی رجالِ کار کا منتظر ہے۔ کسی بھی فن کا حرف آخر ابھی نہیں لکھا گیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر دیکھو کتنی کتابیں، رسالے، مضامین، تاثرات اور ناول لکھے گئے، لیکن دیکھتا ہوں کہ اب بھی کام کے کئی گوشے نظر آتے ہیں، جن پر اگر کام شروع کر دیا جائے تو وہ پھیل کر میدان بن جائیں گے۔

بس میاں! سفر از سرِ نو شروع کرو اور اندیشۂ سود و زیاں کو ایک طرف رکھ دو۔ اس سے پہلے والے خط میں جو شاید اس خط کے لکھنے کے وقت تمھیں ملا نہیں ہے، میں نے لکھنے ہی پر غالباً زور دیا ہے۔ کتابیں جمع کرتے رہو۔ اب مطالعہ میں سطحی اور معمولی کتابیں نہ رکھنا، معیاری کتابیں بالخصوص امہات الکتب زیر نظر رکھو، ان میں فواید زیادہ ہیں۔

اب میں تمھارے احوال کی دوسری قسط کا منتظر ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
یکم رجب ۱۴۰۹ھ

……………………………………

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا ایک خط پہلے مل چکا ہے۔ فرصت نہ ملی کہ جواب لکھتا کہ اب دوسرا خط ملا۔ مختصر جواب لکھ رہا ہوں۔ وقت آج کل کم مل پا رہا ہے، ذرا فرصت ہوئی تو مفصل لکھوں گا۔

خواب کچھ مضر نہیں ہے، کسی نقصان کی جانب بظاہر اشارہ معلوم ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کا نعم البدل بھی ان شاء اللہ ملے گا۔

اگر تم سے ہو سکے تو علماے کوپا گنج پر کام کر ڈالو۔ تمھارے یہاں بہت سے علما اور اطبا گزرے ہیں، ان کے خاندان موجود ہیں، تم تحقیق کر کے ان کے حالات مرتب کر ڈالو۔ یہ کام

تاریخی نوعیت کا ہے، ذرا محنت کرنی پڑے گی۔ تذکرہ علمائے اعظم گڑھ دیکھ لو، اس سے رہنمائی ملے گی۔

مولانا مناظر احسن گیلانی کا فرمان ’فتوحاتِ مکیہ‘ اور ’فصوص الحکم‘ ہی کی حد تک صحیح ہے اور خود مولانا کا طرزِ عمل انھیں دو کتابوں تک منحصر تھا، کیوں کہ یہ بہت سنگلاخ کتابیں ہیں۔ اگر ہر کتاب کے ساتھ یہی طرزِ عمل اپنایا جائے تو ذہن سطحی ہو کر رہ جائے گا، تعمق نہ پیدا ہوگا۔ اس لیے کتاب کے مضامین کو کوشش کر کے سمجھنا چاہیے۔ طبیعت کو محنت اور جد وجہد کا خوگر بنانا چاہیے۔ تحقیق کے لیے ایسا ہونا بہت ضروری ہے۔

باقی الحمد للہ سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۲؍رجب ۱۴۰۹ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جن دو خطوں کا تم نے حوالہ دیا ہے، وہ دونوں دو دن کے وقفہ سے مجھے دستیاب ہوئے تھے۔ چوں کہ آج کل مسلسل اسفار ہو رہے ہیں، اس لیے جواب میں تاخیر ہو جاتی ہے، لیکن جواب دیتا ضرور ہوں۔ چنانچہ ان دونوں خطوں کا جواب یکجائی طور پر لکھ کر بھیج چکا ہوں، اگر نہیں ملا ہے تو ڈاک کی بدنظمی کے باعث ہوگا۔ تم جوابی لفافہ پر اپنا پتہ خود لکھ دیا کرو اور پن کوڈ بھی ضرور لکھو۔ تجربہ یہ ہوا کہ پن کوڈ لکھنے سے خط پہنچنے میں سہولت ہوتی ہے۔

ابھی چند روز ہوئے میں مئو گیا تھا، موقع نہ ملا تھا کہ تمھیں اطلاع کرتا۔ پھر کل جانا ہے، اب بھی اطلاع کا موقع نہیں ہے۔ آج کل مشغولیت بہت ہے، سفر کی بہتات ہے، اسی میں سارا وقت نکل جاتا ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرمالیں تو کچھ بات ہو، ورنہ ساری دوڑ دھوپ لاحاصل اور اکارت ہے۔

تعبیر میں نے لکھی تھی کہ کسی نقصان کی طرف اشارہ ہے، مگر ان شاء اللہ اس کا نعم البدل

ملے گا، کچھ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔

الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ ناراضگی کا وسوسہ دل میں نہ لاؤ، میں اپنے دوستوں سے ناراض نہیں ہوا کرتا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۸؍رجب ۱۴۰۹ھ

……………………………

[٦]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے شکایتی خط کا جواب لکھ چکا ہوں، ابھی تمھارا یہ خط ملا۔ بالکل پابہ رکاب ہوں، نہ جانے کب لوٹوں؟ اس لیے فوراً چند سطریں لکھ رہا ہوں۔

'مشاہیرِ کوپا گنج' میرے علم میں نہ تھی، اسے چھوڑو۔ جس موضوع پر تم نے لکھنے کے لیے کہا ہے، وہ ٹھیک ہے۔ قلم اٹھاؤ اور لکھ ڈالو۔ موضوع اچھا ہے، ان شاء اللہ مفید کام ہوگا۔

جماعت میں کتنے دنوں کے لیے جاؤ گے؟ اس کے بجائے یہی کام کرتے تو اچھا تھا۔ خیر جیسی مصلحت ہو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳۰؍رجب ۱۴۰۹ھ

……………………………

[۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حج کے شوق میں جو تم نے اپنی کیفیت لکھی ہے، اس میں میں مدتوں سرشار رہا ہوں۔ اللہ نے بڑا فضل فرمایا کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے وہاں رسائی آسان فرمادی۔ میں دل سے دعا گو ہوں کہ تم کو بھی اپنے دربارِ گُہر بار میں بلالیں اور فضل وکرم سے نواز دیں۔

۲- حکم تو آخری مرحلہ ہے، اسے نتیجہ سے تعبیر کرسکتے ہو۔ اسے اثر بھی کہتے ہیں۔ علت وہ ہے جو براہِ راست کسی حکم کو وجود میں لائے۔ اور سبب وہ ہے جو بالواسطہ کسی حکم کے وجود میں دخیل

ہو۔ حکم اور سبب کے درمیان جو واسطہ ہے، وہی علت ہے۔ مثالیں اس پر منطبق کرلو۔

۳- یہ ترکیب بے ضرر ہے، اگر جی چاہے تو کرڈالو۔ مجھے تو توفیق ہوئی نہیں، تمھیں کرڈالو تو تجربہ ہوجائے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۹ر محرم ۱۴۱۰ھ

……

[۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دو ہفتے ہوئے کہ تمھارا خط اور ترجمہ کی کاپی ملی۔ اس وقت ایک مضمون کی تیاری میں منہمک تھا، اس لیے خط اور ترجمہ رکھ دیا کہ اطمینان سے دیکھوں گا۔ مگر ابھی تک اطمینان میسر نہ ہوا، اس لیے اطلاع کے لیے یہ کارڈ بھیج رہا ہوں۔ مضمون ان شاء اللہ جلد ہی کسی فرصت میں دیکھ لوں گا۔

خط کے سلسلے میں اتنی بات گوش گزار کردوں کہ یہ دنیا ہے، اس میں حالات کبھی انسان کے خواہش اور ارادے کے مطابق ہوجائیں تو ہوجائیں، ورنہ اکثر اوقات خلاف ہی رہتے ہیں اور امتحان اور ابتلا کا معنی بھی اسی میں ظاہر ہوتا ہے۔ پس اسی میں ہاتھ پیر مارتے رہنا چاہیے۔ یہ توقع چھوڑ دینی چاہیے کہ بالکلیہ سکون میسر آجائے۔ زندگی کا ایک مقصد قرار دے کر اسی رخ پر سفر جاری رہنا چاہیے۔ نرم وگرم حالات آتے جاتے رہیں گے۔ جو کچھ ہوچکا اس پر افسوس کے بجائے حال کی درستگی کی فکر زیادہ ضروری ہے اور مستقبل کے اندیشے بے محل ہیں۔ روزی آسمان سے اترتی ہے، آسمان والے سے مانگتے رہنا چاہیے۔ وہی دیں گے، اسباب ان کی مٹھی میں ہیں۔ یہ سب باتیں تم جانتے ہو۔ علم کے لیے نہیں تذکیر کے لیے لکھ رہا ہوں۔ اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالی اپنی شان کے مطابق نوازیں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۴۱۰/۵/۸ھ

□□□

مولانا مفتی ولی اللہ مجید قاسمی صاحب

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل تمھارا خط ملا۔ بحمد للہ داخلہ مل گیا، اسے سعادت سمجھو اور ذرا مستقل مزاجی کے ساتھ تعلیم میں محنت کرو۔ حق تعالی نے تمھیں ذہانت و ذکاوت کی دولت بخشی ہے، اس کو ضائع مت کردینا، بلکہ اچھی طرح سے کام میں لانا، ان شاء اللہ علمِ نافع حاصل ہوگا۔

ایک خوشی کی خبر یہ ہے کہ میرے حج کی منظوری آچکی ہے۔ ان شاء اللہ ۲۴/ جون کو بمبئی کے لیے روانگی ہوگی۔ وہیں سے ۳/ جولائی کو پرواز ہے۔ حق تعالی سے دعا کرو کہ عزت وآبرو کے ساتھ دربار میں حاضری کی سعادت میسر ہو جائے۔ وہاں پہنچ کر ان شاء اللہ تمھارے لیے دعا کروں گا۔

عزیزم صباح الدین اور شاہنواز کو سلام و دعا کہو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۹/ شوال ۱۴۰۹ھ

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت عرصہ کے بعد تمھارا خط ملا، خوشی ہوئی۔ اللہ تعالی مقصود میں کامیابی عطا فرمائے۔ تم نے خواہ مخواہ...... سے بحث وتکرار کی ...... مدرسے کے اربابِ انتظام تو اپنی خوش اخلاقی کے باعث خود ہی اپنی قبر کھود رہے ہیں۔ تم لوگوں کو چاہیے کہ ان سے کفِ لسان کرو، کچھ فایدہ نہیں۔ بہر حال

وہ جانے اور اس کا کام۔ تم اپنے مدعا کی طلب و جستجو میں سرگرم رہو۔ مقصود حصولِ علم ہے جس میں رسوخ ہو۔ باقی کون کس کا دشمن ہے؟ کس کو کس سے عناد ہے؟ یہ زاید از کار بحثیں ہیں، انھیں چھوڑ دو۔ اگر حق تعالیٰ نے علم و کمال عطا فرمایا ہے تو جو آج آمادہ بدشمنی ہیں وہ کل خوشامد کرتے پھریں گے اِمّا عاجلاً او آجلاً۔ بس ایک انہماک سا انہماک ہو، ایک دھن سی دھن ہو، کتاب ہو اور تم ہو، علم ہو اور اس کی لگن ہو۔ کیا یہ بات مشغولیتِ قلب اور ذہن کے لیے کافی نہیں ہے۔ اہتمام کرو اس بات کا کہ ہر ایک کتاب کما حقہ سمجھ میں آتی رہے۔ خواہ وہ فقہ کی ہو، خواہ عقاید کی ہو یا فلسفہ و منطق کی۔ اور اس کے ساتھ اپنے اعمال و اخلاق کی نگرانی کرتے رہو۔ اعمال میں سب سے اہم نماز اور اس کا اہتمام ہے۔ جماعت کی پوری پابندی ہونی چاہیے۔ اور اخلاق کی بنیاد تواضع و خاکساری اور ترکِ غضب پر ہے۔ اور یہ باتیں حاصل ہوں تو فوز و فلاح اور تمھارے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ اور اگر خدانخواستہ ان سے محرومی ہے تو پھر حقیقتاً محرومی ہے۔ میری خوشی اس میں نہیں کہ تم لوگ میری موافقت میں کسی کی مخالفت کرو۔ میری ساری مسرت اس میں ہے کہ تم لوگ ایسے بن جاؤ کہ اللہ اور رسول خوش ہو جائیں۔ اس کے علاوہ سب ہیچ در ہیچ ہے۔ اپنی تراش و خراش میں لگے رہو، ہر وقت اپنے اوپر تنقیدی نگاہ رکھو اور جو قابلِ اصلاح بات محسوس ہو ہمت کر کے اس کی اصلاح کر ڈالو۔ بن جاؤ اور سنور جاؤ۔ کل کو بارگاہِ خداوندی میں پیشی ہے، وہ قبول کر لیں، ان کی پسند میں آجاؤ، بس پوری زندگی سُوارت ہے۔

الحمد للہ خیریت سے ہوں اور تمھارے لیے دعا گو ہوں۔ عزیز الحق سلمہ کو دعا و سلام کہہ دو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۹/ ذو قعدہ ۱۴۱۰ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کار سازِ ما بفکرِ کارِ ما
فکر در کارِ ما آزارِ ما

تم نے یہ کیا گرانی مول لی؟ کیا مستقبل تمھارے اختیار میں ہے کہ اس میں غلطاں و پیچاں رہتے ہو؟ عقل کی بات یہ ہے کہ جو چیز ہمارے تصرف میں نہیں ہے، اس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ آج جس وقت میں تم ہو، آج سے پہلے یہ مستقبل تھا، حق تعالی اس کو حال بنا کر تمھارے سامنے لایا اور بخیر و عافیت لایا۔ ایسے ہی آج تم جسے اپنے وہم سے مستقبل سمجھ رہے ہو، اعتماد رکھو کہ اسے بھی اللہ تعالی بخیریت حال بنا کر تمھارے سامنے لائیں گے۔ یہ خدا کے ساتھ بدگمانی کا شاخسانہ ہے کہ تم اندیشہ کر رہے کہ کل کیا ہوگا؟ عزیزم! دونوں طرف کے کل کی بات چھوڑ دو، جو جا چکا وہ تمھارے ہاتھ سے نکل چکا، اور جو نہیں آیا وہ بھی اختیار سے باہر ہے۔ صرف حال تمھارے حصے میں ہے، اس میں حق تعالی کی بندگی، طاعت و مناجات، اور جد و جہد کرو۔ باقی سب خدا کے حوالے کردو، زندگی پر سکون رہے گی، موت خوشگوار آئے گی۔ سنتے ہو!

ماضی و مستقبل ست پردۂ خدا

اس چکر میں پڑو گے تو خدا سے غافل ہو جاؤ گے، اور خدا کو نظر میں رکھو گے تو ماضی و مستقبل نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ پھر نہ ماضی کا غم رہے گا اور نہ مستقبل کا اندیشہ۔ وہ جو پڑھا ہے: "ان الذین قالو ربنا الله" اس میں اسی حقیقت کو اللہ تعالی نے ظاہر فرمایا ہے۔ مستقبل کی الجھن میں حال کو برباد نہ کرو، حال جتنا طاقت ور اور صاف ستھرا ہوگا، مستقبل اتنا ہی روشن اور بارونق آئے گا۔ سمجھتے ہو!

الجھن اسے ہو جو خدا نہ رکھتا ہو، جو اپنے آپ کا خود ہی سہارا ہو۔ مومن تو اپنا یقین خدا پر رکھتا ہے، اسے اگر کسی الجھن کا سامنا ہوتا ہے تو اسے خدا کے حوالے کر کے اپنے کام میں لگ جاتا ہے۔

میں دل و جان سے تمھارے لیے دعا گو ہوں کہ حق تعالی ان بکھیڑوں سے نجات دے کر اپنی طاعت و بندگی کی حلاوت نصیب کرے اور حیاتِ طیبہ عطا کریں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸؍صفر ۱۴۱۲ھ

……

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اطمینان وسکون کا سارا سرمایہ اعتماد علی اللہ میں مستور ہے۔ جس قدر آدمی کو خدا پر اعتماد ہوگا اسی کے بقدر وہ مطمئن ہوگا۔ دنیا کی ہر چیز متغیر ہے اور تغیر کے ساتھ اطمینان کا ہونا معلوم! صرف ایک خدا کی ذات ہے جو تغیرات وتاثرات سے پاک ہے۔ جس نے اپنا دامنِ قلب ان کے ساتھ وابستہ کرلیا، وہ تغیرات سے مامون ہوگیا۔ پھر اسے اطمینان وسکون کی دولت حاصل ہوجاتی ہے:

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں

کوشش کرو کہ یہ حاصل ہوجائے۔

طالب علموں کا نہ ختم ہونے والا سیلاب جو دوکان پر ٹوٹ پڑا تھا، اس میں تم تو شامل نہ تھے۔ دیکھو ایسی جگہ تمھارا وجود نہ پایا جائے تو بہتر ہے۔ یہ فتنے اندھے بہرے ہوتے ہیں، ان میں حق ناحق کی کوئی شناخت نہیں ہوتی، صرف بے جا عصبیت کام کرتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپنا دامن ان فتنوں میں آلودہ نہ ہونے دیا جائے۔ تمھارا کام علم حاصل کرنا ہے، اسے حاصل کرو اور ہڑبونگ سے خود کو بچائے رکھو، حتی کہ اس کا تذکرہ بھی زبان وقلم سے نہ کرو، ورنہ یہ فتنے خواہ مخواہ بھی چمٹ جاتے ہیں۔

امتحان کی تیاری میں اہتمام سے لگو۔ خدا تعالی اعلی نمبروں سے کامیاب کرے اور علمِ نافع وعملِ صالح کی توفیق بخش کر تم کو خود تمھارے لیے اور امتِ مسلمہ کے لیے مفید وکارآمد بنائے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۵؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ کثرتِ عبادت والا مضمون بالکل پہلے شمارہ سے شائع ہورہا ہے۔ اب تک صرف ایک شمارہ میں نہیں شائع ہوسکا ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی کثرتِ عبادت کا انکار ہی اس

مضمون کا محرک بنا ہے۔ امام صاحب کے متعلق تفصیلی بات پہلے ہی آچکی ہے، لیکن اس میں شاید حقوقِ زوجیت کی ادائیگی سے تعرض نہیں کیا گیا، کیوں کہ کثرتِ عبادت اور حقوقِ زوجیت کی ادائیگی میں کوئی منافات نہیں (اور اس کے لیے رات ضروری نہیں) یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔ اس میں اشکال نہیں ہونا چاہیے۔

میں نے جہانا گنج میں ہدایت کردی ہے کہ ابتدا سے اب تک کے شمارے تمھارے پاس بھیج دیے جائیں۔ تم وہاں یاددہانی کا ایک خط میرے حوالے سے لکھ دو۔ پرچہ کی پسندیدگی سے مسرت ہوئی، بالخصوص اس سے کہ مولانا رضوان صاحب اور مولانا خالد سیف اللہ (رحمانی) صاحب کی نظر سے بھی گزرتا ہے۔ مولوی حمزہ کے مضمون کا لب ولہجہ اتنا سخت تو نہیں ہے جتنا تمھارا احساس ہے۔ کسی جوابی مضمون میں اتنی سختی تو آہی جاتی ہے۔ آخر تجدد کا جواب کیا ہوگا؟

باقی سب خیریت ہے۔ اگر مناسب سمجھو تو ہر دو بزرگوں کو سلام عرض کردو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۴؍ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ

……

[۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والد محترم کے انتقال کی خبر سے دل بہت متاثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائیں۔ ان کی نیکی، ان کی شرافت، ان کا تقوی تو میں جانتا ہوں۔ یوں بھی حضرت شاہ صاحب (مولانا وصی اللہ) نور اللہ مرقدہ کی صحبت میں اخلاص کے ساتھ جو رہا، اس کی نورانیت نمایاں رہتی ہے۔ یہ سیدھے سادھے بے نفس و بے ریا لوگ جنھیں نہ کبھی جاہ ومنصب کا خیال آیا اور نہ کسی مقام ومرتبہ کا، یہ محض اللہ کے لیے اللہ کی بندگی کرتے تھے۔ ان کا کل مطمحِ نظر رضائے خداوندی کا حصول تھا۔ ان لوگوں نے جس قدر حضرت اقدس کا فیض اٹھایا ہے، بہت سے اہل علم بھی اتنا فیض نہ پاسکے۔

مجھے ان سے بہت محبت تھی، وہ جب بھی ملے یہی احساس ہوا کہ ان سے بہت پرانی

ملاقات ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ اب یہ نیکی وتقوی بیٹوں میں منتقل ہونا چاہیے۔ صرف دولتِ ظاہری کی وراثت پر اکتفا نہیں ہونا چاہیے، دولتِ باطنی میں حصہ لینا چاہیے۔ ایک نیک شخص چلا جاتا ہے تو اس کی نیکی بھی چلی جاتی ہے۔ لیکن اگر اولاد کو خیال واہتمام ہوتا ہے تو اس کی نیکی کو باقی رکھ لیتے ہیں۔ تم کو ان کی برکت سے علم حاصل ہوا، علمی مشاغل میں لگے ہو، لیکن یہ ایک اور چیز اس میں منقسم (منضم) کرنے کی ضرورت ہے جو مومن کا حصۂ مشترک بھی ہے اور اولاد کی میراث بھی ہے، دونوں اعتبار سے اسے حاصل کرو۔ حصۂ مشترک ہونے کے اعتبار سے تو پہلے سے فریضہ تھا، وراثت ہونے کی وجہ سے اب اس کا حصول واجب ہوا ہے۔

مولوی ہو، صبر تو آ ہی جائے گا، بلکہ آچکا ہے۔ لیکن ان کا ذکر، ان کی یاد دل میں قایم رہے گی۔ اس یاد کو ان کے لیے بھی اور اپنے لیے بھی مفید بناؤ۔ ان کے لیے تو دعاے مغفرت اور ایصال ثواب کر کے اور اپنے لیے اس طرح جس کا اوپر ذکر ہوا۔

میں الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ موقع ملے تو مولانا خالد سیف اللہ اور مولانا محمد رضوان صاحب کو سلام عرض کر دو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۵ ربیع الآخر ۱۴۱۷

□□□

مولانا محبوب عالم صاحب فیض آبادی

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابتدا میں چند تمہیدات بطور مقدمہ کے سن لو:

۱- تحالُف کے لغوی معنی دو آدمیوں کا باہم ایک دوسرے کے خلاف قسم کھانا ہے، لیکن اصطلاحِ فقہ میں بعینہ یہی معنی مراد نہیں ہے۔ تحالف باصطلاحِ فقہا درحقیقت ایک معاملہ ہے جس میں قاضی فریقین پر قسم عاید کرتا ہے، خواہ دونوں کو قسم کھانی پڑے یا نہ۔ یا دونوں میں سے کوئی قسم سے مکر جائے۔ ایسا نہیں کہ جب دونوں قسم کھائیں تب تو تحالف ہے اور اگر کسی کو قسم نہ کھانی پڑے یا وہ قسم کھانے سے انکار کردے تو تحالف نہیں۔ اور تحالف کی علت متعین ہے، وہ یہ کہ فریقین میں سے کسی کے پاس بیّنہ نہ ہو اور دونوں مِن وجہٍ مدعی اور مِن وجہٍ منکر ہوں۔ اور دونوں میں سے کوئی اپنے دعوے سے دستبردار ہونے پر تیار نہ ہو۔ ایسی صورت میں قاضی دونوں پر قسم عاید کرے گا۔ مشتری سے ابتدا کرے گا۔ اگر دونوں قسم کھالیتے ہیں تو جو معاملہ دونوں کے درمیان ہوا تھا قاضی اسے رد کردے گا اور بدلین کو واپس کرادے گا۔ اور اگر کسی نے قسم کھانے سے انکار کردیا تو اس کے ذمہ دوسرے کا دعوا پڑ جائے گا۔ یہ پورا معاملہ تحالف کہلاتا ہے، اسے یاد رکھو۔

۲- تحالف بعد القبض خلافِ قیاس ہے۔ نص سے ثابت ہونے کی وجہ سے ایمہ اس کے قایل ہوئے ہیں۔ اور جو چیز خلافِ قیاس نص سے ثابت ہو وہ موردِ نص پر محدود ہوتی ہے۔ تحالف کے سلسلے میں جو نص وارد ہے اس میں ”والسعلۃ قائمۃ“ کا لفظ آیا ہے۔ پس جہاں سامان ہلاک ہو چکا ہو، وہ غیر موردِ نص ہے، اس کو موردِ نص پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اس میں تحالف کا عمل نہیں ہونا چاہیے۔ اور جہاں تحالف کا حکم ہے، اس کی علت اوپر بیان ہو چکی۔ یعنی طرفین کا مِن وجہٍ مدعی ہونا اور مِن وجہٍ منکر ہونا۔

۳- تحالف کے بعد فسخِ بیع اور ترادِ بدلین تحالف کا فایدہ اور اس کا نتیجہ ہے۔

۴- صاحبِ ہدایہ کے طرزِ استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخین کے نزدیک تحالف کا معتبر فایدہ صرف فسخِ بیع اور ترادِ بدلین ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ فایدہ صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب مبیع موجود ہو۔ اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک صرف فسخ اور تراد ہی فایدہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ تحالف کی ممکنہ صورتوں میں سے صرف ایک صورت کا فایدہ ہے۔ یعنی جب دونوں قسم کھالیں۔ اور تحالف کی دو اور صورتیں ہیں یعنی "نکول من البائع او المشتری" ان کا بھی فایدہ معتبر ہونا چاہیے۔ اور وہ فایدہ ہے دوسرے کے دعوا کا لازم ہوجانا۔

غرض امام صاحب صرف تحالف بالفعل کے فایدہ کو معتبر قرار دیتے ہیں اور امام محمد تحالف کی ہر صورت کے فایدہ کو معتبر مانتے ہیں۔

۵- فقہا عموماً کسی حکم کے اثبات میں اس کی علت اور اس کے فایدے دونوں سے تعرض کرتے ہیں۔ کیوں کہ اگر علت موجود نہ ہو تو حکم کا وجود ہی نہ ہوگا اور اگر حکم کا فایدہ نہ ہو تو وہ لغو ہے۔

اس تمہید کے بعد امام صاحب کے دعوا اور دلیل پر غور کرو۔ صورت یہ ہے کہ سامان ہلاک ہوگیا ہے، اور ظاہر ہے کہ قبضہ کے بعد ہلاک ہوا ہے۔ کیوں کہ قبضہ سے پہلے ہلاک ہونے کی صورت میں مذکورہ نزاع کا تصور ہی نہیں۔ مشتری مثلاً دعوا کرتا ہے کہ بیع ایک ہزار پر ہوئی اور بائع اس کا انکار کرتا ہے۔ وہ دو ہزار کا مدعی ہے اور مشتری اس کا انکار کرتا ہے۔ دونوں مِن وجہٍ مدعی ہیں اور مِن وجہٍ منکر ہیں۔ پس تحالف کی علت موجود ہے۔

رہا یہ سوال کہ یہ صورت غیر موردِ نص ہے تو صاحبِ ہدایہ نے اس سے تعرض نہیں کیا ہے۔ میرے خیال میں امام محمد نے اس مسئلہ میں حنفیہ کے ایک عام اصول پر عمل کیا ہے۔ وہ یہ کہ نصوص کے عدمِ وجدان سے حکم معدوم نہیں ہوتا۔ پس ان کے نزدیک یہ قید احترازی نہیں ہے، اتفاقی ہے۔ واللہ اعلم۔ غرض ہلاکِ مبیع کی صورت میں علتِ تحالف موجود ہے۔

اب فایدے کا سوال رہ جاتا ہے تو بلاشبہ تحالف بالفعل کی تقدیر پر تراد و فسخ کا جو فایدہ حاصل ہوتا ہے، وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ لیکن نکول کی صورتوں کا فایدہ یعنی دوسرے کے دعوا کا لازم ہونا، وہ تو متصور ہے۔ اس لیے قاضی دونوں کو حلف لینے کا حکم دے گا۔ اب فرض کرو دونوں

نے قسم کھالی تو ”اذا تعارضا تساقطا“ کے اصول پر دونوں کا دعوا ساقط ہو جائے گا اور گویا قاضی بیع کو فسخ قرار دے کر بجائے ثمن کے قیمت کی ادائیگی کا فیصلہ کر دے گا۔

بیع کو فسخ قرار دینا میں نے مجازاً کہا ہے، ورنہ مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد بیع فسخ نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر مشتری نے نکول کیا تو بائع کا دعوا اس کے ذمے پڑے گا اور زیادتیِ ثمن اس کو لازم ہوگی۔ اور اگر بائع نے نکول کیا تو مشتری کا دعوا اس کے گلے پڑے گا اور کم قیمت پر اسے تیار ہونا پڑے گا۔

اس تقریر کے بعد صاحبِ ہدایہ کی عبارت پر غور کرو اور خواہ نہایہ کا مطلب لو یا صاحبِ کفایہ یا صاحبِ عنایہ کا، سب اپنی جگہ صحیح ہو جائے گا۔ اور صاحبِ نتائج الافکار...... جن کو غلطی سے تم نے ابن الہمام سمجھ لیا ہے۔ تفصیل آگے دیکھو...... کے تمام اعتراضات ختم ہو جائیں گے، غور کر لو۔

اشارتاً میں دو باتیں لکھے دیتا ہوں انھیں پر قیاس کر لو۔ صاحبِ نہایہ نے ”دفع“ کے معنی ”دفع الیہ“ یعنی اِعطا مراد لیا ہے۔ یعنی اگر مشتری نکول کرے تو اسے زیادتیِ ثمن لازم ہوگی۔ اس پر خود صاحبِ نہایہ نے کسی کا اعتراض نقل کیا ہے اور صاحبِ نتائج الافکار نے اسے مسلم رکھا ہے کہ یہ بات تو صرف تحلیفِ مشتری سے بشرطیکہ وہ نکول کرے، حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر تحلیفِ بائع کی کیا ضرورت ہے؟ اس اعتراض کا جو جواب صاحبِ نہایہ نے دیا ہے، وہ معقول نہیں ہے۔ معقول جواب یہ ہے کہ معترض نے تحالف کا مطلب تحالف بالفعل لیا ہے۔ اس لیے یہ اعتراض پڑا۔ یہاں لغوی معنی مراد نہیں ہے کہ دونوں کی تحلیف بالفعل ضروری ہو، اصطلاحی معنی مراد ہے۔ یہ معاملہ تحالف کا ہے، ورنہ تو مشتری کے نکول کے بعد بائع کی تحلیف کا مسئلہ ہی ختم ہو جاتا ہے، خواہ سامان موجود ہو یا ہلاک ہو گیا ہو۔ اب تو اس کا دعوا مشتری کے ذمہ آ چکا، لیکن تب بھی یہ معاملہ تحالف ہی کہلائے گا، ورنہ یہی اعتراض اس صورت میں بھی پڑے گا جب کہ سامان موجود ہو۔ اس میں بھی کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ سامان موجود ہونے کی صورت میں جب مشتری نے قسم سے نکول کیا تو اب بائع کی تحلیف کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے، پس اسے بھی تحالف نہ کہنا چاہیے۔ اصل میں یہ غلطی اصطلاح کو لغوی معنی میں لینے سے پیدا ہوئی ہے۔

۲- صاحبِ عنایہ نے ’دفع‘ بمعنی ’تراد‘ لیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشتری کی حلف کے بعد اگر

بائع نے نکول کیا تو زیادتِ ثمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔ اس پر بھی سابق اعتراض کیا کہ اس منعِ زیادتی کے لیے تو تنہا مشتری کی حلف کافی ہے۔ بائع کی تحلیف اور اس کے نکول کی کیا ضرورت؟ ہم کہیں گے کہ بائع چوں کہ منکر ہے، اس لیے اس کی تحلیف کی ضرورت ہے اور اس کے نکول سے مشتری کا دعوا ثابت ہو جائے گا۔ یہاں بھی معترض سے وہی غلطی ہو رہی ہے کہ اصطلاح کو لغت میں دیکھنے لگا۔

اس کے بعد صاحبِ عنایہ نے کہا کہ اگر بائع نے نکول نہیں کیا بلکہ اس نے بھی قسم کھالی تو اس سے اس کی زیادتِ مدعاۃ ساقط ہو جائے گی۔ اس پر صاحبِ نتائج الافکار نے اپنی دانست میں نہایت سنگین اعتراض وارد کیا ہے۔ وہ یہ کہ صاحبِ عنایہ کے قولِ سابق سے معلوم ہوتا ہے کہ حلفِ مشتری کے بعد نکولِ بائع سے زیادتِ ثمن ساقط ہو جائے گی، اور قولِ لاحق سے معلوم ہوتا ہے کہ حلفِ مشتری کے بعد حلفِ بائع سے بھی زیادتِ ثمن ساقط ہو جائے گی۔ گویا بائع کا نکول اور اس کی حلف باعتبار حکم کے متحد ہے۔ وهو ظاهر الفساد

لیکن سچ پوچھو تو یہ سوال قلتِ تامل کا نتیجہ ہے۔ صاحبِ عنایہ کی سابق عبارت میں جس زیادتِ ثمن کا تذکرہ ہے گو کہ اس کو انھوں نے "التی یدعیها البائع علیه" کہا ہے، مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مطلق زیادتی ہے۔ اور بعد والی عبارت میں جب کہ بائع بھی قسم کھالیتا ہے جو "زیادۃ مدعاۃ" ساقط ہوتی ہے وہ زیادۃ مقید بکونہا مدعاۃ ہے۔ پس دونوں حکماً متحد نہیں ہیں۔

اور یہیں سے صاحبِ نتائج الافکار کا یہ اشکال بھی ختم ہو جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سامانِ مملوکہ کی قیمت بائع کے ثمنِ مدعا کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو بائع کی قسم کے بعد بھی زیادتی کہاں ساقط ہوئی کہ صاحبِ عنایہ نے یہ دعوا کر دیا کہ "اندفعت الزیادۃ المدعاۃ"۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ دونوں کی قسم کے بعد فیصلہ قیمت پر ہوگا۔ بائع کا ثمنِ مدعا ختم ہو گیا پس اس کی زیادتِ مدعاۃ بھی ختم ہو گئی۔ اور اتنا ہی مقصود ہے۔

اور جب بائع نے نکول کیا تھا، اس صورت میں قیمت پر فیصلہ نہیں ہوا تھا، مشتری کے ثمنِ مدعا پر ہوا تھا۔ اس صورت میں ہر قسم کی زیادتی خواہ وہ زیادتی مدعاۃ ہو یا زیادتی قیمت علی الاطلاق ہو، ساقط ہو گئی۔ اسی بنا پر میں نے کہا تھا کہ پہلی جگہ بھی اگرچہ "التی یدعیها البائع علیه" کی قید

ہے، مگر وہ زیادتی علی الاطلاق ہے۔ یہ قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے، مگر دوسری جگہ جو مدعاۃ آیا ہے، وہ قید احترازی ہے۔ اس میں صرف بائع کی دعوا کردہ زیادتی ساقط ہوگی، قیمت میں اگر زیادتی ہوگی تو وہ ساقط نہ ہوگی۔ اگر قیمت کی جہت سے زیادتی ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ اس تقریر کے بعد بعض الفضلا نے جو بالنکول کو زیادۃ الثمن کے ساتھ متعلق کر دیا ہے، اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خوب غور کر لو، کوئی اشکال باقی ہو تو پھر لکھو۔

علامہ ابن الہمام فتح القدیر چھ جلد تک لکھ سکے تھے، اس کے بعد کی جلدیں ایک دوسرے صاحب شمس الدین احمد...... المعروف بہ قاضی زادہ کی ہیں۔ ان صاحب کو صاحبِ ہدایہ اور دوسرے شراح پر اعتراض کا بہت شوق ہے۔ کتاب تو انھوں نے حل نہیں کی، اعتراضات میں الجھا دیتے ہیں۔ اللہ تعالی ہم سب پر رحم فرمائے۔

لو صاحب! ایک ہی مجلس میں پورا خط لکھا گیا۔ اس وقت رات کے ٹھیک بارہ بجے ہیں۔ تمھاری خاطر اتنا جاگ گیا، ورنہ دس بجے کے بعد جاگنے کا تحمل نہیں ہے۔ سو دوستوں کو سلام کہو۔ اس خط کی رسید فوراً بھیجو، دیر نہ کرنا۔ مجھے انتظار رہے گا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۹/ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱- یہ حدیث کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ’اگر دورانِ نماز باپ بلائے تو نماز توڑ کر چلا جائے لیکن اگر والدہ آواز لگائے تو نماز نہ توڑے، بلکہ نماز کے بعد جواب دے۔‘

اس حدیث کا کوئی حوالہ صاحبِ کتاب نے دیا ہے یا نہیں؟ مجھے تو اس کے برعکس ایک حدیث مرسل عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۴۱۲ میں ملی: رواہ ابن ابی شیبہ عن حفص بن غیاث عن ابن ابی ذئب عن محمد بن المنکدر عن النبی ﷺ قال: اذا دعتك امك فی الصلوة فاجبها وان دعاك ابوك فلا تجبه“۔ اس حدیث کے راوی سب معتبر و مستند ہیں، گو کہ فقہا کا اس پر عمل نہیں

ہے۔ فقہا نے فرض اور نفل میں تفریق کی ہے۔ فرض نماز تو ماں باپ کسی کے لیے نہ توڑے، البتہ مختصر کردے۔ اور نفل بھی اگر خاتمہ پر ہو تو توڑنے کی اجازت نہیں، ورنہ توڑ دینا بہتر ہے۔ اس میں دونوں کا مرتبہ برابر ہے۔ تفصیلات عمدۃ القاری میں دیکھ لو۔ اس باب میں دلیل بنی اسرائیل کے ایک عابد جریج کی حکایت ہے جو بخاری شریف میں 'باب العمل فی الصلوۃ' اور 'کتاب الانبیا' اور 'کتاب المظالم والغضب' میں اور مسلم شریف میں 'کتاب البر والصله' میں ہے۔ وہاں دیکھ لو۔

۲- مرد و عورت کے درمیان محرمیت کا رشتہ معلوم کرنے کے لیے قرآن کریم کی آیت "حرمت علیکم امهاتکم" کافی ہے۔ اس میں غور کرو تو حرمت کے لیے جزئیت کا ضابطہ ملے گا۔ یہی جزئیت دادیہال میں بھی ہے، نانیہال میں بھی ہے اور سسرال میں بھی ہے۔ اپنی بیوی کی ماں اسی جزئیت کے ضابطہ سے حرام ہے، لیکن ساس کی سوکن سے جزئیت کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے وہ نامحرم ہے۔ البتہ سوتیلی بیٹی اور سوتیلی ماں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ اصول و فروع کی زوجات بھی جزئیت میں شریک ہیں۔ اور اصول وفروع میں باپ، دادا، نانا وغیرہ اور بیٹا، پوتا، نواسا وغیرہ ہیں۔ ان کی زوجات سے نکاح جائز نہیں ہے۔ لیکن ماموں، چچا، بھانجا، بھتیجا اور ایسے ہی خسر یہ لوگ اصول وفروع میں داخل نہیں ہیں، اس لیے ان کی زوجات محرم نہیں ہیں۔

تیسرے سوال میں رقیہ زید کی بھانجی ہے، اس کا شوہر زید کی بیوی کے لیے محرم نہیں ہے۔ اس لیے وہ اس کے ساتھ حج کا سفر نہیں کرسکتی۔

۳- غسل میت کے بارے میں جو عبارت تم نے بحر (الرائق) سے نقل کی وہ صحیح ہے۔ بدائع میں ہے: ومنها ان لا یکون العمل المستاجر له فرضاً لا واجباً علی الاجیر قبل الاجارة، فان کان فرضاً اوواجباً علیه قبل الاجارة لم تصح الاجارة، لان من اتی بعمل یستحق علیه لا یستحق الاجرة کمن قضی دیناً علیه۔" (ج۴، ص۴۴) اس اصول کے لحاظ سے دیکھو کہ اگر غسل دینے والے بہت سے موجود ہوں تو علی سبیل الکفایہ غسلِ میت سب پر واجب ہے، لیکن تعیین کے ساتھ کسی ایک پر واجب نہیں۔ اس لیے کسی ایک کو اگر اجرت پر متعین کیا جائے تو درست ہے۔ لیکن اس میں ایک نظریہ اور ہے: وہ یہ کہ جو چیز واجب علی الکفایہ ہوتی ہے، اسے جو کوئی شخص ادا کرتا ہے تو وہ اپنا واجب ہی ادا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے جس نے اجرت پر میت کو غسل دیا وہ اپنا ہی واجب ادا

کررہا ہے، لہٰذا وہ اجرت کا مستحق نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ بات عین قرینِ صواب معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ صاحبِ بدائع نے اسی اصل پر لکھا ہے کہ: "ولا یجوز الاستجار علی غسل المیت ذکرہ فی الفتاوی، لانہ واجب، ویجوز علی حفر القبور۔ واما علی حمل الجنازۃ فذکر فی بعض الفتاوی انہ جائز علی الاطلاق، وفی بعضھا انہ ان کان یوجد غیرھم یجوز، وان کان لا یوجد غیرھم لا یجوز، لان الحمل علیھم واجب۔" (ج۴، ص۴۵) لیکن بحر والی بات اِس دور میں لوگوں کے لیے زیادہ سہل ہے، تاہم دلیل کی قوت کے لحاظ سے صاحبِ بدائع کا قول بڑھا ہوا ہے۔ واللہ اعلم

۴- فتوی دینا بہت احتیاط کا کام ہے، اس کے لیے اصطلاحی عالم ہونا تو ضروری نہیں ہے لیکن اصول وفروع پر نگاہ ہونا ضروری ہے۔ محض اردو کی کتابوں سے فتوی دینا سخت غلطی ہے۔ مجھے اس کا تجربہ ہے۔

۵- یہ تو صحیح ہے کہ انقلابِ ماہیت اور تبدلِ حقیقت سے شے کا حکم بدل جاتا ہے۔ چنانچہ جو نجس ہے، جل کر راکھ ہو جائے تو پاک ہے۔ مردار نمک میں پڑ کر نمک ہو جائے تو پاک ہے۔ لیکن صابن جس میں چربی سور کی ملی ہوئی ہے، کیا صابن میں اس کے ملنے کی وجہ سے اس کی ماہیت میں تبدیلی آجاتی ہے؟ یہی سوال مسئلہ کا اصل مبنیٰ ہے۔ فتاوی رحیمیہ میرے پاس نہیں ہے اور نہ میں نے اسے پڑھا ہے۔ لیکن اگر اس میں یہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسے تم نے لکھا ہے تو میرے ناقص خیال میں غلط ہے۔ صابن، چربی یا تیل جو بھی شامل کیا جاتا ہے، اس کی ماہیت بعینہ باقی رہتی ہے۔ البتہ خلط کی وجہ سے اس کا امتیاز اور تشخص ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن تشخص ختم ہونے سے ماہیت میں تبدیلی نہیں آتی۔ پانی میں پیشاب کا ایک قطرہ شامل ہو جائے تو وہ اپنے تشخص کو کھو دیتا ہے، مگر پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ کپڑے پر پیشاب لگ کر سوکھ جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ پاک ہو گیا؟ بس یہی حال چربی کا بھی ہے۔ وہ صابن، منجن، بسکٹ میں بعینہ شامل ہوتی ہے۔ صرف اس کا تشخص فنا ہوتا ہے ماہیت نہیں بدلتی۔ پس اس کے ناپاک ہونے میں شبہ نہیں۔ البتہ یہ تحقیق ہونی چاہیے کہ آیا اس میں نجاست شامل ہے یا نہیں؟ اس لیے میرے خیال میں پاکستانی رسالہ کی بات صحیح ہے۔ واللہ اعلم

۶- چور کو پکڑنے کے لیے تعویذ یا اس کے لیے حاضرات یا خواب میں نظر آنے کی ترکیبیں

جائز نہیں ہیں۔ چوری کے انسداد کے لیے شرعی تدبیریں اختیار کرنی چاہئیں۔ وہ یہ کہ طلبہ کو نصیحت کی جائے، فہمایش کی جائے، ان کے دلوں میں غیر کے مال کے چرانے کی قباحت بیٹھائی جائے۔ چوری ہونے کے بعد اس کے پکڑنے کی ظاہری تدابیر اختیار کی جائیں۔ معلوم ہونے پر ان کے ساتھ قانونی رویہ اختیار کیا جائے، لیکن یہ دردِ سر منتظمین کے ذمہ ہے۔ اگر تمھارے خاص لوگوں کی چیزیں چوری ہوتی ہوں تو انھیں کہہ دو کہ وہ اپنا مال چور کے لیے حلال کر دیں۔ دل میں نیت کر لیں کسی پر ظاہر نہ کریں، پھر ان شاء اللہ وہ چوری سے محفوظ رہیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی چیز بظاہر گم ہوتی معلوم ہو تو اسے اپنی ملکیت سے خارج تصور کریں۔ اس کی واپسی کا ارادہ نہ کریں۔ ان شاء اللہ بالکل چوری نہ ہوگی۔ کیوں کہ چور کی قسمت میں حلال مال نہیں ہے، اور یہ مال اس کے لیے حلال ہو چکا ہے۔

۷- اگر شافعی مسلک میں زیادہ احتیاط ہے تو کچھ حرج نہیں۔ مثلاً مسِ مرأۃ یا مسِ ذکر سے ان کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس بنیاد پر وضو کر لیتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر صرف سہولت اور نفس پروری کے لیے ایسا کرے تو جائز نہیں ہے۔ عالم جو دلایل سے کما حقہ واقف ہے، وہ اگر کسی مسئلہ میں دلیل کی قوت کی بنا پر دوسرے مسلک پر عمل کرے تو درست ہے۔ مسئلہ میں تفصیل ہے زبانی کبھی بتاؤں گا۔

۸- 'الجہاد' اچھی کتاب ہے۔ 'پردہ' اپنے مقصد کے لحاظ سے اچھی کتاب ہے، مگر اس میں عورتوں اور ان کے حسن بازاری اور بے حیائی کے کاموں کی اتنی تفصیل ہے کہ فحش ناول ہو کر رہ گئی ہے۔ شریعت کی نگاہ میں ان تفصیلات کا شرح وبسط کے ساتھ بیان کرنا نازیبا ہے۔ 'سود' میں بہت سی کچی پکی باتیں لکھ گئے ہیں۔ چوں کہ وہ فقیہ نہیں ہیں، اس لیے اس میں غلطیاں ہیں، جن کا ادراک علمِ فقہ کا رسوخ چاہتا ہے۔ نیز ان کے طرز بیان کے جادو کا اتار بھی جانتا ہو۔ میرے خیال میں اس کے مقابلہ میں مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا تقی صاحب کے رسائل جو جواہر الفقہ میں ہیں زیادہ مفید ہیں۔ ان سے فقاہت میں ترقی بھی ہوتی ہے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۹/ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ

□□□

مولانا ضیاء الحق صاحب خیرآبادی

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی تو چاہتا ہے کہ رابطہ کے جلسہ میں شرکت کروں مگر موقع نہ تھا۔ اس سال گرمی بہت پڑی، اسی میں کئی جگہ جانا پڑا، لُو کا اثر ہوگیا اور مسلسل پندرہ بیس روز سے طبیعت خراب چل رہی ہے۔ ہر روز بخار ہوجایا کرتا ہے۔ کل رات میں شدید بخار ہوا، پوری رات بے چینی میں گزری۔ صبح ڈاکٹر فیاض احمد صاحب کو بڑہل گنج سے بلوایا۔ انھوں نے دوائیں تجویز کیں، ان کے استعمال سے آج بحمدللہ بخار نہیں آیا۔ طبیعت اچھی ہے مگر کمزوری بہت ہوگئی ہے۔

ادھر حاجی (عبدالرحمان) صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی۔ دو ایک مرتبہ ٹیلی فون سے رابطہ قایم ہوا۔ شاید کتابیں آنے کے بعد تکلیف کریں۔

مولوی طیب سے 'بطواف کعبہ رفتم' واپس لے لو۔ اب اس کے بس کی بات نہیں معلوم ہوتی۔ طبیعت اس سے سرد ہوگئی۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۷ر صفر ۱۴۱۸ھ

خط میں ڈاک کے حوالے نہ کرسکا تھا کہ کل میری طبیعت بہت خراب ہوگئی۔ دوپہر میں قاری شبیر احمد صاحب تشریف لائے۔ اطلاع پانے پر حاجی (عبدالرحمان) صاحب خیرآباد سے تشریف لائے۔ آج ظہر کے وقت گئے۔

اعجاز احمد اعظمی
۱۹ر صفر ۱۴۱۸ھ

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا زین العابدین صاحب مدظلہ کا تبصرۂ قلمی مل گیا، تمھارے ملاحظہ کے لیے بھیج رہا ہوں۔ اس پر کچھ معروضات میں نے لکھ دی ہیں۔ اپنا خط بھی یہاں نقل کیے دیتا ہوں:

"حضرت والا کا رقم کردہ تبصرہ سفرنامہ پر ملا۔ آپ کی اس عنایت پر بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس مہمل تحریر کو پڑھا اور صرف پڑھا ہی نہیں، اس کے سلسلے میں اس حقیر شاگرد کو اس کی فروگزاشتوں پر مطلع فرمایا۔ حضرت! میں اپنی کسی تحریر کو اس لایق نہیں سمجھتا کہ اسے اپنے بڑوں کے سامنے پیش کر سکوں۔ بہت شرم آتی ہے۔ مجھے نہ لکھنے کا ڈھنگ ہے اور نہ میری فہم ہی رسا ہے۔ اسی لیے میں اپنی کوئی تحریر حضرات اساتذہ کی خدمت میں پیش نہیں کرتا، اور بڑی ہمت کر کے پیش کر دیتا ہوں تو مسلسل ڈرتا رہتا ہوں۔ یہ کتاب شاید حاجی بابو نے آپ تک پہنچا دی ہے۔ اور میں سمجھتا تھا کہ یہ سفرنامہ چھپنے کے قابل ہے ہی نہیں، اسی لیے عرصے تک یونہی ناتمام پڑا رہا۔ پھر کسی طرح چھپ گیا تو اب شرماتا ہوں۔ بزرگوں کی دعائیں ہو جائیں تو شاید بدنامی سے بچ جاؤں ورنہ "من صنف فقد استهدف" کا مصداق تو میں نے اپنے آپ کو بنا ہی لیا۔

حضرت والا نے جو ارشادات فرمائے ہیں اس سلسلے میں بندے کے اعذار ملاحظہ فرمالیں۔ قابلِ قبول ہوں تو زہے سعادت، ورنہ قابلِ رد تو ہونا ہی چاہیے۔

مسجدِ نبوی کے مسقّف حصے بہت ہیں اور اس میں صحن بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ جس چھت پر گنبدِ اندلس ہے وہاں تک میری رسائی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بہت پیچھے داہنی طرف ایک مسقّف حصے میں میری پہنچ ہوئی تھی، وہاں سے وہ گنبد صاف نظر آ رہا تھا۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی ملاقات اور تعارف کی بات میرے ذہن میں تھی لیکن مجھے وہم تھا کہ یہ کوئی مستند چیز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں جناب والا کی تحقیق اگر کچھ ہو تو اس کے علم کا امیدوار رہوں۔" والسلام

کتابیں سب میرے پاس ختم ہو گئیں ہیں۔ کلکتہ جاؤں گا تو وہاں لوگ طلب کریں گے۔ مولوی منظور الحق وہاں جائیں گے تو ان کے ہاتھوں کم از کم پچاس تو ضرور بھیج دینا۔ اگر یہ

وزن زیادہ ہوتو پچیس ہی بھیج دو، بشرطیکہ ان کی واپسی ۱۱/دسمبر سے پہلے ہو۔

قاری نسیم الحق کا پتے لکھے دیتا ہوں، اس پتے پر کتاب کے تین نسخے رجسٹری کردو۔ اس کا خرچ منظور الحق کے ہاتھوں بھیج رہا ہوں۔ ایک پر مولانا قاری ولی اللہ صاحب مدظلہ، دوسرے پر الحاج محمد رضوان اللہ صاحب اور تیسرے پر قاری نسیم الحق کا نام لکھ دو، اور انھیں میرے حوالے سے لکھ دو کہ دونوں حضرات کو کتابیں پہنچادیں۔

اور اگر ۱۱/دسمبر سے پہلے منظور الحق کی واپسی نہ ہوسکے تو دس نسخے کلکتہ وی، پی کردو۔ اتنی رقم کی وی پی کرو جو صرفہ ڈاک پر آئے، اور پچیس تیس کتابیں اپنے ساتھ لیتے آنا یا منظور الحق کو دیدینا۔ میرے خیال میں یہی آخری صورت اختیار کرو۔ میں مولوی شرافت کو خط لکھے دیتا ہوں، وہ وی، پی پارسل چھڑالیں گے۔ مکتبہ نعیمیہ (دیوبند) والوں سے کہہ دو کہ یہ اتنا کام کردیں۔

میں الحمدللہ بخیر وعافیت ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۲۸/رجب ۱۴۱۸ھ ۲۹/نومبر ۱۹۹۶ء

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط پرسوں ہفتہ کو ملا، بہت مسرت ہوئی۔ دعائیں تو کرتا ہی رہتا ہوں، روزانہ پابندی سے کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قبولیت کا ظہور فرمائیں۔ یکسوئی کے ساتھ محنت میں سرگرم رہو۔

تمھارا خواب واقعی عجیب ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ حالات مسلمانوں کے موافق ہونے والے ہیں۔ حق کا اجالا پھیلنے والا ہے۔ تم بھی ضیاء الحق ہو وہ بھی ضیاء الحق ہیں۔ خدا کرے حق کی یہ ضیائیں عام ہوں۔ یا اللہ! ایسا ہی ہو۔

’بدائع الصنائع‘ لے لو۔ جس روز تمھارا خط آیا ہے، اسی روز خط ملنے سے ذرا قبل میں نے نعیمیہ والے کو فون کیا تھا۔ مبارک پور کے ایک صاحب جن کو کتابوں کا بہت شوق ہے، دائرۃ

المعارف الاسلامیہ لینا چاہتے ہیں۔ قیمت معلوم کی ۱۴۰۰۰/روپے بتائے۔ صاحبِ مکتبہ سے معلوم کرلو کہ کس قدر رعایت وہ کرسکتے ہیں۔ انھیں بہت شوق ہے اور قیمت سن کر ان کا حوصلہ بیٹھ گیا ہے۔

کتاب پر مقدمہ تم خود لکھ لو، زیادہ سے زیادہ یہ کہ مجھے دِکھالو۔ ادھر ایک ہفتہ سے شدید زکام میں مبتلا ہوں۔ کئی روز سے اسباق بند ہیں۔ کل درسِ قرآن میں دس منٹ کے بعد سر چکرا گیا، مجبوراً موقوف کرنا پڑا۔ صرف زکام ہے مگر ضعف ہوگیا ہے۔ اب کچھ افاقہ کی صورت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۰/ جمادی الاخری ۱۴۱۹ھ

……………………………………

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۸/ ذی الحجہ کو منیٰ شریف میں تمام طلبہ اور احباب کی تحریریں تفصیلاً پڑھیں اور خوب رویا۔ تمھاری تحریر سب سے آخر میں پڑھی۔ دل بہت امنڈا، آنکھیں بہت برسیں۔ کاش آنسوؤں کے یہ قطرے خدا کے یہاں قبول ہوجائیں۔ وہ ذات بہت کریم اور مہربان ہے، امید لگائے بیٹھا ہوں، دامنِ اعمال پر نگاہ جاتی تو دل بیٹھنے لگتا ہے اور رحمتِ الٰہی پر نظر اٹھتی ہے تو امیدوں کی روشنی بہت دور تک دکھائی دیتی ہے۔ یاد کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔

کل ان شاء اللہ عرفات میں بھی ان سب پرزوں کو اپنے لیے وسیلۂ نجات بناؤں گا۔

اعجاز احمد اعظمی
۸/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ
منیٰ شریف

……………………………………

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انسان کمزوریوں میں گھرا ہوا ہے۔ کبھی لقمہ کی بے احتیاطی اور کبھی کلام کی بے احتیاطی

کی وجہ سے شہوات کا ہجوم ہوتا ہے۔ استغفار کی کثرت اور احتیاطِ کلام وطعام سے یہ کیفیت ان شاء اللہ زایل ہوجائے گی۔ نظر پر پابندی مضبوط ارادے کے ذریعہ لگاؤ، بلکہ خیالات پر بھی پابندی لگاؤ۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی ناپسندیدہ خیال آئے تو فوراً اپنے کو کسی علمی ودینی خیال میں لگالو۔

مغرب کی نماز کے بعد کم از کم دوسو مرتبہ سراً " لا الــه الا اللــه " کا وِرد باستحضارِ قلب کرو اور ہر آٹھ دس مرتبہ کے بعد " محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم " کہو۔

صبح کو نماز سے پہلے یا نماز کے بعد زبان بند کرکے محض سانس سے 'اللہ' کہو۔ وہ اس طرح کی سانس کھینچو تو 'اللہ' اور باہر لکالو تو "ہ" تصور کے ساتھ کہو۔ اور اس کی شروعات دس منٹ سے کرو اور بعد میں کچھ کچھ بڑھاتے رہو۔ تین ماہ متواتر کرنے کے بعد اس کی اطلاع کرو۔ مغرب بعد کا ذکر بھی جب نشاط ہو تو دوسو سے آگے بڑھاؤ اور پانچ سو تک پہنچاؤ۔ اور تین ماہ کی مداومت کے بعد اس کی بھی اطلاع کرو۔

میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس بحرانی کیفیت کو حلاوتِ ذکرِ الٰہی کی کیفیت سے بدل دیں۔ میرے سفر کے دوران روزانہ میرے لیے سہولت وعافیت کی دعا کرتے رہو۔ تلاوت......اب تو فرصت ہے......دو سے تین پارے تک رکھو۔ کمی بیشی ہو تو اتنے ہی میں۔ اللہ تعالیٰ دوام کی توفیق بخشیں۔

اعجاز احمد اعظمی

۱۵؍رجب ۱۴۲۷ھ

……

[۶]

عزیزم! السلام علیکم

میرا دل حیران ہے کہ میں کیوں کر تمھیں یہ اطلاع سناؤں کہ حاجی صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

رات سوا بجے فیض الحق نے خیرآباد سے ٹیلی فون کیا کہ ابھی آیا ہوں اور منظور الحق کا ٹیلی فون آیا ہے کہ فوراً آجاؤ، کوئی بات ہوگئی ہے۔ ڈھائی بجے کے قریب حافظ عبدالحی صاحب کا فون

آیا کہ انتقال ہو گیا۔ ساڑھے چار بجے کے قریب منظور الحق کا فون گھر سے آیا کہ سب لوگ گھر آ گئے۔ زبانی سنانے میں ضبط کا بندھن ٹوٹ جاتا، اس لیے لکھ رہا ہوں۔ اللہ کے نام پر صبر کرو، دل مضبوط رکھو، حالاں کہ میں خود اپنے دل میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ نماز پڑھ کر تم گھر چلے جاؤ، میں بھی ان شاء اللہ آؤں گا۔ دل و دماغ سخت متاثر ہیں، اسی وقت سے جاگ رہا ہوں۔

اللہ تعالی مغفرت فرمائیں اور تم لوگوں کو اور مجھ کو بھی صبر کی توفیق بخشیں۔ آمین

اعجاز احمد

یکم رمضان ۱۴۲۰ھ

❑❑❑

مولانا ابرارالحق قاسمی صاحب چھپرا مئو

[۱]

عزیزم! بارک اللہ فی سفرکم وعمرتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حق تعالیٰ کا ہزار ہا ہزار شکر ہے کہ اس پاک و بے نیاز ذات والا صفات نے اپنے بیتِ عتیق اور اپنے نبیِ برحق کے عتبہ عالیہ کی زیارت وحاضری کے لیے سفر کی توفیق ارزانی فرمائی۔ اس پر جتنا شکر ادا کرو کم ہے۔ اس توفیق کی بخشش کو محض ان کا فضل وعطیہ سمجھو۔ نہ کوئی فخر ہے نہ ناز! محض ان کی مہربانی!

اس سفر کے جو مسائل ہیں انھیں کتابوں میں بغور پڑھ لو، تاکہ صحت کے ساتھ عمل ہو سکے۔ ظاہری اعمال کی صحت کے ساتھ باطن اور قلب پر دھیان رکھنا ضروری ہے۔ قلب اور باطن کو ایمان واعتقاد، خوف وخشیت، حسنِ ظن کے جذبات اور ادب واحترام کے دھیان سے معمور رکھو۔ اس سفر میں ہمہ وقت ایمان کی پختگی کا استحضار رہنا چاہیے۔ ہر قدم پر یہ دھیان رہے کہ حق تعالیٰ مجھے اور میری تمام حرکات وسکنات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جس طرح آدمی اپنے بڑے بزرگ کی نگاہ میں ہوتا ہے تو ادب واحترام کی تمام نزاکتوں کو ملحوظ رکھتا ہے، اسی طرح تم ہمیشہ اپنے ظاہر وباطن سے حق تعالیٰ کے حضور میں مودب رہو۔ دل ونگاہ کی ہر وقت نگرانی رکھو کہ اِدھر اُدھر بھکنے نہ پائیں۔ دل میں یادِ الٰہی کو بسائے رکھو۔

حرمین شریفین پہنچ کر ادب واحترام کے التزامات کو دل سے کبھی اوجھل نہ ہونے دینا۔ غیر اللہ کی یاد جو تمھیں اللہ کی یاد سے غافل کردے اس سے بہت بچنا۔ ہو سکے تو تمام خالی اوقات کو ذکرِ لسانی سے بھی معمور رکھنا، خواہ وہ لاالٰہ الااللہ ہو یا سبحان اللہ الحمد للہ ہو۔ احرام باندھنے کے بعد لبیک کی کثرت مطلوب ہے۔ کلام بس بقدرِ ضرورت ہو، خاموشی کا غلبہ ہو، ذکرِ

قلبی کا مشغلہ ہو۔ مدینہ شریف کی حاضری ہو تو درود شریف کی کثرت ہو، اور ہر وقت اپنے گناہوں اور غلطیوں پر ندامت ہو۔ اور اللہ سے یہ بھی دعا کرو کہ اس مقدس سرزمین میں جو خاصانِ خدا ہوں، ان تک رسائی ہو، ان کی معرفت نصیب ہو۔ اپنی عاجزی اور بے بسی کا ہمہ وقت استحضارِ تام رہے۔ انسان کو اپنی عبودیت کا استحضار رہے، یہی اصل عبادت و معرفت ہے۔

اور کیا بتاؤں؟ کتابوں میں آداب و احکام پڑھ لو اور اللہ کے حضور دعا کرتے رہو۔ اس گنہگار کو بھی یاد رکھو۔ میرے لیے حق تعالیٰ سے عافیت اور مغفرت کی دعا بکثرت کرتے رہنا اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بصد ادب و احترام سلام عرض کرنے کے بعد اسی دعا کی درخواست کر دینا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۹؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

❑❑❑

مولانا مفتی شمیم احمد صاحب دملوی

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی ہاں تحریری حاضری کو فخر تو سمجھتے ہو، لیکن جب غائب ہوتے ہو تو پھر زندگی وموت کا پتہ نہیں رہتا۔ میرا مطلب ہے کہ بہت جلد نہ سہی لیکن خط لکھتے رہنا چاہیے۔ مہینہ دو مہینہ ہی میں لکھو مگر لکھو ضرور۔ ویسے دورہ کا سال ہے، موقع کم ملے گا۔

زیادہ تر مطالعۂ کتب میں مشغول رہو۔ درس کا کوئی وقت خالی ہو تو کتب خانہ میں جا کر کتابیں دیکھو، کام کی باتوں کا نوٹ تیار کرو، خصوصیت کے ساتھ فیض الباری شرح بخاری کا مقدمہ اور اس کی تمہیدات ضرور پڑھو، اس میں بڑا علم ہے۔ نوٹ تیار کرنے میں کوتاہی نہ کرنا۔ کوئی اہم اور خاص بحث ہو تو اسے لفظ بلفظ نقل کر کے اس کا ترجمہ اردو میں کرلیا کرو۔ اردو شرحوں پر زیادہ توجہ مت کرنا، عربی شروح وحواشی کا مطالعہ کرنا۔

اللہ کرے کہ علم واستعداد پیدا ہو جائے۔ مولوی نظر کلیم سے سلام کہہ دینا۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۳/ ذوقعدہ ۱۴۱۲ھ

……

[۲]

عزیزی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

غیر حاضری کی معافی کی ضرورت نہیں ہے، بس گاہے گاہے لکھتے رہا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ بالکل ہی بھولے ہوئے معلوم ہو۔

ہاں بمبئی گیا تھا مگر وہاں سے کوئی پروگرام دیوبند آنے کا نہ تھا۔ نہ جانے یہ خبر کیسے اڑ گئی؟

خیر میرے لیے یہ نیک فال ہے کہ اس جگہ بار بار میرے پہنچنے کی خبر پہنچتی رہتی ہے۔

مطالعہ کے بعد کتاب کا مذاکرہ بھی ہونا چاہیے، صرف مطالعہ کافی نہیں ہے۔ ایک مرتبہ کسی بات کے پڑھنے سے وہ حافظہ میں محفوظ نہیں ہوتی، اسے بار بار دہرانا چاہیے۔ خود دہرائے، دوسروں سے بیان کرے۔ اس کے بغیر ہم جیسے حافظہ والوں کے لیے بات کا یاد رہنا مشکل ہے۔ پھر جس چیز کا اہتمام اور اس سے دلچسپی ہوتی ہے، وہ زیادہ یاد رہتی ہے۔ اس لیے جو کچھ پڑھو، خوب دلچسپی سے پڑھو۔ ترکیب تو یہی ہے، البتہ اس پر عمل کرنے کے لیے بڑے صبر و استقلال کی ضرورت ہے۔ کیا تم کرلو گے؟

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

……

[۳]

عزیزی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ تمھارے یہاں کے لوگوں کو مجھ سے محبت ہے اس لیے پوچھتے رہتے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ میرا اچھا خاصا وقت انھیں لوگوں کے درمیان گزرتا تھا، اب صورت دیکھنے کو ترس رہا ہوں۔ خیر! دیکھو خدا کب پھر ملاتا ہے۔ مولوی رفیع الدین صاحب سے تو عرصہ کے بعد ملاقات ہوگئی تھی اور محبت تازہ ہوگئی تھی۔

تمھاری غفلت کا کیا حال ہے؟ اس کی طرف توجہ کررہے ہو یا نہیں؟ اس کا دور کرنا بہت ضروری ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۲؍محرم ۱۴۱۴ھ

……

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر ہوں۔ تمھارے خط سے مسرت ہوئی کہ تم اصلاحِ حال کے لیے فکر مند رہتے

ہو۔ آدمی کی کامیابی کی سب سے بڑی کلید یہی ہے کہ وہ اپنے قلبی و باطنی اور دینی و تعلیمی احوال پر مطمئن ہو کر بیٹھ نہ جائے، بلکہ ہمیشہ اس اُدھیڑ بُن میں لگا رہے کہ اس میں کیا نقص ہے؟ اور اس کو دور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اور پھر طریقہ معلوم کر کے اس پر عمل درآمد بھی شروع کر دے۔ صرف علم اور احساسِ نقص کافی نہیں ہے۔ جو بھی کمزوری محسوس ہو، اسے ہمت سے دفع کرو۔ ہمت بڑی چیز ہے۔ تمھارے لیے دعاے خیر کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۴؍ صفر ۱۴۱۴ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت عرصہ کے بعد یاد کیا، خیر یاد تو کیا۔ اسی پر اللہ کا اور تمھارا شکر گزار ہوں۔

تمھارے یہاں کے مدرسے کے متعلق خبریں کبھی کبھی ملتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے آباد اور جاری رکھیں۔ جس طرح سے بن پڑے چلاتے رہو اور کچھ لڑکوں کو تیار کر کے بڑے مدارس میں بھیجتے رہو، تاکہ علمِ دین کا سلسلہ جو شروع ہوا ہے، وہ قایم رہے۔

میں الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ اس سال پھر حج میں جانے کا ارادہ ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سب انتظام درست فرما دیں اور آسان فرما دیں، نیز یہ کہ اپنے فضل و کرم سے قبول فرما لیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

……

[۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ تمھاری منطق عجیب ہے۔ میری خیریت تم کو اِدھر اُدھر سے مل جاتی ہے، اس لیے تمھیں خط لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، لیکن مجھے تو تمھاری خیریت نہیں ملتی، بلکہ یہ پتہ

ہی نہیں ہوتا کہ تم کہاں ہو؟ کم از کم اس ضرورت سے تو خط لکھنا چاہیے۔ یہ بات نہیں ہے، صرف طبیعت کی کاہلی ہے، جس کو تم خوبصورت لباس پہنانا چاہتے ہو۔

جو پڑھانے کا موقع مل گیا ہے، اسے قاعدہ سے پڑھاؤ۔ تمھارا پڑھانا حق تعالیٰ کو پسند آجائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے آگے کا انتظام کردیں گے۔ تم اپنی جیسی محنت کرو اور یہ مت دیکھو کہ مدرسہ کا قدم ترقی کی طرف اٹھ رہا ہے یا پستی کی طرف! یہ سب خدا کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمت کی نعمت سے نوازیں اور علم وعمل میں ترقی نصیب فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۴؍ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ

❑❑❑

مولانا امام الدین قاسمی، گری جالے دربھنگہ

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر ہوں۔ خط کے جواب میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ اسفار کی مشغولیت بھی رہی اور دوسری مصروفیات بھی مانع بنی رہیں۔

وظیفہ پورے طور پر ادا کرتے رہو، ان شاء اللہ بہت فایدہ ہوگا۔ سبق کی حاضری کا اہتمام رکھو، فضولیات سے محترز رہو، جو وقت خالی ہو، اس میں بھی اپنے آپ کو مشغول رکھو۔ اللہ تعالی کامیاب فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۳۰/ ذوقعدہ ۱۴۱۹ھ

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط لکھنے میں تاخیر ہو تو مضائقہ نہیں مگر انقطاع نہیں ہونا چاہیے۔ امتحان میں کامیابی کے لیے مسلسل دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالی کامیاب وبامراد بنائیں۔

شرح عقاید پیچیدہ کتاب ہے، استطاعت بھر محنت کرو، نتیجہ اللہ پر چھوڑو، فکر مت کرو۔

وظیفہ کی ادائیگی میں سستی نہ کرو۔ کتنا ہے ہی! ظہر کی جماعت چھوٹنے کا افسوس ہے۔ سونے سے پہلے اہتمام سے دعا کر کے سویا کرو اور کسی کو اپنے اوپر مسلط کردو کہ وہ لازماً تم کو جگا دیا کرے۔ غرض اہتمام وفکر میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۷/ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

……………………………………

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے خط کا جواب جلد ہی لکھنا چاہیے تھا لیکن دیر ہوگئی۔ مستقبل کی فکر میں اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ مستقبل اللہ کے اختیار میں ہے۔ جس پر تمھارا قابو نہیں ہے، اس کی فکر کرنا عبث ہے۔ موجودہ وقت میں جو کام ہے، اسے قاعدے سے انجام دیتے رہو، یہی چیز مستقبل کی بنیاد بنے گی۔ اللہ تعالیٰ آج کے کام کے مطابق ان شاء اللہ مستقبل کا فیصلہ فرمائیں گے، اس لیے آج کے کام کو پختہ کرو۔ کل کی فکر کرنا، اللہ کے اختیار میں دخل دینا ہے۔ صحت کے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

……………………………………

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں جب دیوبند سے واپس آیا تو اس کے دو روز کے بعد مولوی……گھر سے آئے۔ انھوں نے علاء الدین کو یہ خبر سنادی، وہ گھبرا گیا اور گھبرا کر گھر چلا گیا ہے، ابھی آیا نہیں ہے۔

والد کا اٹھ جانا اولاد کے لیے سخت حادثہ ہے۔ باپ کا سایہ جب تک سر پر رہتا ہے اولاد مطمئن رہتی ہے، لیکن حق تعالیٰ کا یہی قانون ہے کہ جو بھی آیا ہے، اسے اپنی مدت پوری کرکے بالآخر جانا ہے۔ اپنے وقت سے پہلے نہ کوئی جاتا ہے اور نہ وقت کے ایک منٹ کے بعد کوئی رہ سکتا ہے۔ بس صبر واستقلال کے ساتھ تعلیم میں لگے رہو۔ تمھارے ہر کام کا ثواب ان کی روح کو پہنچتا رہے گا۔

نسیان کے لیے ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ ”اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْنِیْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْوَھْمِ وَ اَکْرِمْنِیْ بِنُوْرِ الْفَھْمِ “ پڑھ لیا کرو۔ اور مزید اللہ سے دعا کرو۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶/صفر ۱۴۲۱ھ

□□□

مولانا محمد عابد اعظمی صاحب

[ا]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی تمھارا ایک لفافہ نظر پڑا، سوچا کہ چند سطریں تمھیں بھی تحریر کردوں۔ عامر کو ابھی ایک خط لکھا ہے۔ تمھاری اماں نے بتایا کہ تم کو بخار آرہا ہے۔ اللہ تعالی صحت عطا فرمائے۔

تم لوگ عین پندرہویں شب میں ٹرین پر ہوگے۔ یہ رات متبرک رات ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ یکسو ہوکر اس میں عبادت اور ذکر وتلاوت اور دعا میں مصروف ہوتے۔ اس تاریخ کا ٹکٹ مجھے پسند نہ تھا، مگر تم لوگوں کی عجلتِ خاطر کی وجہ سے منع نہیں کیا۔ ٹرین میں اس رات کو کارآمد بنانا، تلاوت زیادہ کرنا اور جی لگا کر دعا کرنا۔ خاص دعا یہ کرنا کہ بھیرا والے مکان کی تعمیر کا انتظام ہوجائے۔ وہ گر گیا ہے، اب اس کا بنوانا ضروری ہے۔ عامر سے بھی کہہ دو۔ اللہ تم کو سلامت باکرامت رکھے۔

پیسے جتنے دیے ہیں اتنے ہی میں کام چلاؤ۔ اور اگر دوا کی وجہ سے کچھ اور ضرورت ہو تو مفتی (محمد راشد) صاحب سے لے لینا، انھیں ادا کردوں گا ان شاء اللہ۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر ہوں، چند روز پہلے طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ ایک روز خوب بخار رہا، پیٹ میں درد اور پتلے دست خوب ہوئے۔ دوسرے روز بحمد للہ اچھا ہوگیا مگر کمزوری بہت ہوگئی ہے، ابھی تک ہے۔

فون یہاں سے بھی لگانے کی کوشش کی مگر نہیں لگا۔ حاجی عبداللہ صاحب (غازی پور) اور پپو (سلیم صاحب اعظم گڑھ) کے واسطے سے پہنچنے کی خبر معلوم ہوگئی تھی، اطمینان ہو گیا تھا۔ خط کا انتظار تھا، بحمدللہ وہ بھی مل گیا۔ تمھاری اماں اس وقت ماشاءاللہ بہت ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر فیاض احمد صاحب (بڑہل گنج) کے وہاں سے جو دوائی لائی تھی، اس سے بہت فایدہ ہوا۔

اتوار کو جس روز میری طبیعت خراب ہوئی تھی یعنی ۲۳؍محرم کو تمھارے چھوٹے نانا عبدالمنان، مجتبیٰ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ میں تو بیماری کی وجہ سے نہ جا سکا تمھاری اماں، عارف، عادل، راشد، عرفات، رابعہ، محمد احمد سب گئے تھے۔

حاجی (عبدالاحد) صاحب (معروفی) کل آئے ہیں، وہ بھی سلام و دعا کہہ رہے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں۔

آج عادل کو پیسے دیدیے ہیں۔ وہ تم دونوں کے نام الگ الگ منی آرڈر کرے گا ان شاء اللہ۔

مفتی محمد راشد صاحب سے، عامر سے سلام کہنا۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶؍محرم ۱۴۲۳ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ خیریت سے ہوں، البتہ خارش کی تکلیف بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو صحت و عافیت بخشے اور امتحان کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے اور اچھے نمبر سے کامیاب فرمائے۔

اعظم گڑھ میں کوئی فساد نہیں ہوا ہے۔ معلوم نہیں یہ اطلاع کہاں سے تم کو ملی ہے۔ الحمدللہ سب خیریت ہے۔

حاجی (عبداللہ) صاحب کو فون پر سلام کہہ دیا، وہ بدھ کو آئیں گے۔ جمعرات کو صبح ۹؍بجے طلبہ کا آخری پروگرام ہے، اس میں آئیں گے۔

گھر آنے کے لیے کتنی رقم کی ضرورت پڑے گی؟ اسے بتانا۔ اس کا الگ انتظام کر کے ان شاء اللہ بھیجوں گا۔

عامر سلمہ کو سلام و دعا کہو۔ اس کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ پہلے میں نے سوچا تھا کہ یہیں سے ٹکٹ بنوا کر بھیج دوں گا، مگر پھر خیال آیا کہ ڈبل خرچ ہوگا۔ اپنی رائے بتاؤ۔ اگر یہی مناسب ہو تو جس گاڑی سے کہو، ٹکٹ بنوا کر بھیج دوں۔

تمھاری اماں کی طبیعت کچھ نرم گرم ٹھیک ہی ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۵/ رجب ۱۴۲۳ھ

……

[۴]

فرزند عزیز! عافاک اللہ و أعاذک من الشرور والبلایا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رات کے بارہ بج رہے ہیں، میں سونے کی کوشش کر رہا تھا، مگر تمھارا صدمہ یاد آیا اور نیند آنکھوں سے اُڑ گئی ہے۔ اپنے آپ کو تسلی دے رہا ہوں، تمھارے لیے دعائیں کر رہا ہوں مگر کلیجہ ہے کہ چھلنی ہوا جا رہا ہے۔ بڑی دیر سے کشمکش میں ہوں۔ تمھارے دل کا، دل کے حال کا خیال اس قدر بے چین کیے ہوئے ہے کہ بے اختیار اٹھ کر یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔ اللہ کرے تمھارے لیے یہ حروف باعثِ تسکین و تسلی ہوں۔

میرے بیٹے! صدمہ بڑا ہے مگر یہ سوچو کہ جس پاک پروردگار نے یہ امانت تمھیں سپرد کی تھی، اب اسی نے یہ امانت جیسی سونپی تھی، ویسی ہی واپس لے لی۔ اس پر کسی طرح کے گناہ کا داغ دھبہ نہیں لگا۔ اب یہ تمھاری امانت ہے جو سب سے بڑے امانت دار کے پاس پہنچ گئی ہے۔ وہ اس امانت کو سنبھال کر رکھیں گے، اس کی پرورش کریں گے اور ایسے وقت میں تمھارے حوالے کریں گے جب سب سے زیادہ ضرورت کا وقت ہوگا۔ اس وقت یہ امانت تمھیں اس درجہ کام آئے گی جس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ تمھاری تین امانتیں وہاں محفوظ ہیں۔ حافظ مسعود صاحب کہہ رہے تھے

کہ یہ تینوں بحکمِ حدیثِ نبوی ماں اور باپ کو سیدھے جنت میں پہنچا کر رہیں گی۔‘ آج کا صدمہ بہت بڑا صدمہ، کل کی عظیم سعادت ثابت ہوگا ان شاء اللہ۔

میرے بیٹے! ہم سب کے آقا و مولیٰ رسول کریم ﷺ جو سرچشمۂ محبت و رحمت ہیں، بڑھاپے میں انھیں ایک بیٹا ملا، ۱۷ر ماہ کا ہوا، اور حق تعالیٰ نے واپس لے لیا۔ بڑھاپے کی اولاد تھی صدمہ ہونا تھا، ہوا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، دل زخمی ہوا، لیکن فرماتے ہیں: لا نقول إلا بما يرضىٰ ربنا وإنا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون۔ صدمے کا انکار نہیں مگر حق تعالیٰ کی مشیّت پر راضی رہنا حقِ بندگی ہے۔

خدا کی مہربانی تو دیکھو! بندہ اپنے بیٹے کی، اپنے ثمرۂ قلب کی اور اپنے جگر گوشے کی موت پر صبر کرتا ہے، اللہ کی حمد کرتا ہے، اس کے فیصلے پر راضی رہتا ہے تو حق تعالیٰ جنت میں ایک گھر صرف اس تقریب میں اس کے لیے تعمیر کرتے ہیں، جس کا نام "بيت الحمد" رکھتے ہیں۔ زہے نصیب کہ "بيت الحمد" نصیب ہوا۔

حضرت کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بچہ آخری وقت میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "إن لله ما اعطىٰ وله ما اخذ فلتصبر ولتحتسب" جو کچھ دیا وہ بھی اللہ کا اور جو کچھ لیا وہ بھی اللہ کا، پس صبر کرنا چاہیے اور ثواب کا امیدوار رہنا چاہیے۔ یہی بات رسول ﷺ نے اپنے ہر امتی سے فرمائی ہے۔ تم بھی انھیں کے امتی ہو، بس صبر کر لو اور اجر کی امید رکھو۔

اور سنو! حضرت نے فرمایا ہے کہ صدمہ کے وقت اس طرح رضا کا اظہار کرو اور دعا کرو، "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"۔ "اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْراً مِّنْهَا" پھر دیکھو کہ حق تعالیٰ کی جانب سے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں۔

میرے عزیز بیٹے! اللہ کی مہربانی بہت بڑی ہے، اسے ہر وقت دھیان میں رکھو۔ بلاشبہ تمھیں اس وقت بڑا بھاری خلا محسوس ہو رہا ہے۔ میں سوچتا ہوں تو تڑپ جاتا ہوں۔ مجھے تمھاری محبت بے چین کیے ہوئے ہے، مگر اس خلا کو اللہ کی محبت سے، اللہ کی یاد سے، اللہ سے امید رکھنے سے، اللہ کی مہربانی سے پُر کر لو۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، ہر تعلق کے لیے زوال ہے، سب کچھ مٹ جانے والا ہے۔ ایک اللہ کا تعلق ہے جو لازوال ہے، یہ ہمہ دم کا رفیق ہے۔ دنیا کی ہر دولت ختم

ہونے والی ہے، ایک تعلق مع اللہ ہے جس کے لیے فنا نہیں ہے۔ دل جتنا زخمی ہو چکا، ہو چکا، اب اس پر صبر و رضا کا مرہم لگا دو۔ تمھارے لیے بہت دعائیں ہوئی ہیں۔ تمھارے کمزور باپ نے بھی کی ہیں، بزرگوں سے کرائی ہیں، حضرت شیخ (مولانا عبدالواحد صاحب کراچی) نے کی ہیں، حافظ مسعود صاحب (مدینہ منورہ) اور مفتی عبدالرحمان صاحب (غازی پور) نے کی ہیں۔ اور مکہ اور مدینہ میں بہتوں نے کی ہیں۔ اللہ تمھیں صبر و سکون عطا فرمائیں۔

اس دن جب خبر ملی تو عرفات حرم میں تھا، اسے جب خبر ہوئی تو وہ رات میں قیام گاہ پر آیا ہی نہیں۔ پوری رات آغوشِ کعبہ میں رہا، طواف کرتا رہا، دعائیں کرتا رہا، فجر کی نماز کے بعد آیا۔

میرے بیٹے! تمھارے اس حادثے نے سب کو ہلا ڈالا۔ راشد سخت پریشان اور مضطرب رہا۔ اس وقت تمھارے لیے اتنی دعائیں ہوئیں کہ بس اللہ ہی جانتا ہے۔

یہ سطریں لکھ رہا ہوں اور میرا دل رحمتِ خداوندی کے دریا میں ڈوب رہا ہے، ہاتھ تھرتھرا رہا ہے، دل ہل رہا ہے۔ میں تمھیں یقین دلا رہا ہوں کہ حق تعالیٰ کی رحمت نے تمھارا احاطہ کرلیا ہے۔

آگے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ہر صدمے سے محفوظ رکھیں، اپنی لامتناہی رحمتیں عطا فرمائیں، جانے والے کا نعم البدل روزی فرمائیں اور جنت میں لے جانے کے لیے ان تینوں بچوں کو مضبوط سفارشی بنا دیں۔ تمھارے لیے بھی اور تمھاری اہلیہ کے لیے بھی یہ سطریں لکھ دی ہیں، حق تعالیٰ قلب کو خوب صبر و ضبط عطا فرمائیں۔

والسلام
سوگوار ضعیف باپ
اعجاز احمد اعظمی
۲۲/ ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ

❑❑❑

مولانا محمد عامر اعظمی صاحب

[ا]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ بہت خوشی ہوئی، یونہی خط لکھتے رہا کرو۔ یہ فون کے مقابلہ میں زیادہ مفید ہے۔ کوئی فوری ضرورت ہوتو فون کرو، ورنہ خط ہی لکھا کرو۔ اب تو تم لوگ آنے کی تیاری میں ہوگے۔ تم خاص احتیاط سے رہنا، چوں کہ تم بولتے زیادہ ہو، اس لیے تمھارے تعلقات زیادہ لڑکوں سے بہت جلد ہو جائیں گے، لیکن تم احتیاط رکھو۔ زیادہ تعلقات مت بڑھانا۔ کتابوں ہی سے تعلق رہے اور جتنی بن پڑے عابد کی خدمت خوشی خوشی کردیا کرنا، اس سے تمھارا فایدہ ہوگا۔

تمھارا یہ خط کل لکھنا شروع کیا تھا، تھوڑا سا لکھا کہ تمھاری والدہ کو بڑھل گنج لے کر چلا گیا۔ اسی میں یہ خط ناتمام رہ گیا۔ عابد کے نام لکھ چکا ہوں، وہ جا چکا ہے۔ تمھارا خط دو روز کے بعد ملے گا، کچھ خیال نہ کرنا۔

میں الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ تمھاری اماں بھی ٹھیک ہے۔ تم لوگوں کا خط اسے بھی پڑھوا دیا۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۳/ ذوقعدہ ۱۴۲۱

……

[۲]

فرزند عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو ہمیشہ بعافیت رکھے۔ میں اس دن جب تم لوگ جانے والے تھے، مسلسل متوجہ رہا کہ تم لوگ آرام سے دیوبند پہنچو۔ بحمدللہ تم لوگ عافیت سے پہنچ

گئے۔ اب اپنے کام میں انہماک سے لگو اور سالانہ امتحان سے پہلے گھر آنے کو نہ سوچو۔ طلبہ سے زیادہ تعلقات نہ بڑھانا۔ کمرے میں مجلس نہ گرم ہو۔ تم پڑھنے میں لگے رہو تو عابد کو بھی مدد ملے گی۔ یہ بہت ضروری ہے۔ چھوٹا کمرہ ہے، طلبہ کی آمد و رفت رہے گی تو بہت حرج ہوگا۔ میں دعا کرتا رہتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۸/ ذو الحجہ ۱۴۲۱ھ

……

[۳]

فرزند عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ تمھارے نمبرات کی اطلاع عزیزم محمد عابد سلمہ کے خط سے مل گئی تھی، خوشی ہوئی۔ محنت بڑھاتے رہو، مستقل مزاجی سے کتاب میں لگے رہو، تاکہ استعداد بن جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم کو صحت و عافیت عطا فرمائیں اور اپنی رضامندی کے کاموں کی توفیق عطا فرمائیں۔ اصل چیز یہی ہے کہ خدا راضی ہو، پھر صحت بھی نعمت اور بیماری بھی نعمت ہے۔ اور اگر ان کی رضا کی فکر نہیں ہے تو صحت کس کام کی؟ اور بیماری پر افسوس کاہے کو؟ امید ہے کہ اب تم ٹھیک ہو گئے ہوگے۔ میری طبیعت آج کل ذرا نرم چل رہی ہے۔ دیوبند وغیرہ سے واپسی کے بعد دُمکا گیا تھا۔ وہاں سے واپسی کے بعد گرمی شدید تھی۔ پیٹھ میں دانے بہت زیادہ نکلے اور بہت تکلیف دہ ہو گئے۔ دو تین روز تک کرتا بنیائن سے بے نیاز رہا، ننگا بیٹھا رہتا تھا۔ وہ مندمل ہوئے تو خارش جیسے دانے بدن کے بعض حصوں پر نکل آئے، وہ اب تک ہیں۔ پاجامہ پہننا مشکل ہے۔ عموماً بنیائن کے بغیر کرتہ پہنے رہتا ہوں۔ علاج ہلکا پھلکا کر رہا ہوں۔ الحمد للہ کام سب ہو رہے ہیں گو کہ کچھ تکلیف ہوتی رہتی ہے۔ طلبہ بے چارے بہت خدمت کرتے ہیں۔ رات میں بجلی نہیں تو جنریٹر بند ہونے کے بعد مسلسل پنکھا جھلتے رہتے ہیں۔ ہوا کے بغیر سخت بے چینی ہوتی ہے۔ بجلی نہیں ہوتی تو یہ عمل رات میں بھی اور دن میں بھی مسلسل جاری رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب خدمت گزاروں کو اپنے شایانِ شان اجر عطا فرمائیں۔

اتنی محبت کرنے والوں کے ہوتے ہوئے کوئی تکلیف، تکلیف نہیں معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔

تمھاری والدہ بھی کچھ کچھ تکلیف میں مبتلا ہے۔ ایک دن اعظم گڑھ لے کر گیا تھا، ڈاکٹر سے ملاقات نہیں ہوئی۔ پھر کسی روز لے کر جاؤں گا۔ صحت وعافیت کی دعا کرو۔ ویسے الحمد للہ کوئی ایسی تکلیف نہیں ہے کہ کاموں میں حرج ہو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۲۲؍ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

……

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں، تمھاری اماں بھی خیریت سے ہے۔ کل تم کو فون پر تلاش کیا تو تم ملے نہیں۔ عابد سے میں نے کہا کہ آدھا پیسہ عامر سے تم لے لو، میں اسے دیدوں گا۔ امید ہے کہ تم نے دیدیا ہوگا۔ بدھ کو مولانا محمد اصغر صاحب خیرآباد والے جارہے ہیں، وہ پانچ سو روپے عابد کو دیدیں گے۔ تم کو ضرورت ہوگی تو اسی میں سے بقدر ضرورت لے لینا۔ پھر جو رہ جائے گا اس کی ادائیگی میں کردوں گا۔

اس کے علاوہ ایک ہزار روپے مولانا محمد راشد صاحب کے پاس جمع کردیں گے۔ تم لوگوں کے کرایہ اور سفر کے اخراجات کا اس میں انتظام ہوگا۔ کوشش کرو کہ اتنے میں کام پورا ہوجائے۔ بہت مجبوری ہوگی تو مجھے اطلاع کرنا، لیکن کوشش اس بات کی کرو کہ کم سے کم خرچ ہو۔ اپنی ذات پر کم خرچ کرنا سعادت کی بات ہے۔

میں تم لوگوں کے لیے دعا کرتا ہوں۔ عابد نے سفر کے لیے کنشیشن کے بغیر ٹکٹ بنوانے کے لیے کہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا نہ کرو۔ کنشیشن لے کر اسی سے ٹکٹ بنواؤ، اگر اس کی وجہ سے دو ایک روز تاخیر کرنی پڑے تو مضائقہ نہیں۔ مدرسہ سے بھاگنے کی جلدی اچھی نہیں ہے۔

خدا کرے عابد کی طبیعت اچھی ہوگئی ہو۔ عادل مفتی راشد صاحب کے واسطے سے فون کرتا ہے، مجھے وہ پسند نہیں۔ بعض پی، سی، او، والے طلبہ کو بلادیا کرتے ہیں۔ ایسے کسی پی، سی، او،

والے سے معاملہ طے کرلو اور اس کا نمبر عادل کو دیدو۔ اسے جب ضرورت ہوگی اسی نمبر پر تم لوگوں سے بات کرلیا کرے گا۔ ایک خاص وقت بتادو کہ اسی وقت پر کرے۔ اب تو مدرسہ کے پاس ایک پی، سی، او، کھل گیا ہے۔ یہاں آسانی ہوگئی ہے۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۲/۷/۱۴۲۲ھ

……

[۵]

فرزند عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر ہوں۔ ادھر کئی روز سے طبیعت نرم چل رہی ہے، سستی بے حد رہتی ہے، تاہم اللہ کا شکر ہے۔ وہ پروردگار جس حال میں رکھے اس پر دل وجان سے راضی رہنا بندہ کا شیوہ ہے۔ یہی مشق ہر دم رکھنی چاہیے۔

اماں بھی تمھاری ٹھیک ہے، بحمد للہ طبیعت اچھی ہے۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ تم کو ایک گھڑی چاہیے۔ ایک گھڑی مولانا سفیان احمد صاحب (بیری ڈیہہ) کے ہاتھوں بھیجا ہے، مل گئی ہوگی۔ اللہ کا شکر ادا کرو اور حفاظت سے رکھو۔ بے حفاظتی کی وجہ سے جلد خراب ہوتی ہے۔

تعلیم کی طرف پوری توجہ رکھو۔ اس میں جتنا خلوص اور انہماک ہوگا اسی کے بقدر اللہ کی طرف سے انعام اور رحمت کے دروازے کھلیں گے۔ اپنے آپ کو خدا کے حضور ایسا بنالو کہ وہ تم سے اپنے دین کی خدمت لے لیں۔ اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ خلوص اور محنت کے ساتھ موجودہ کام میں لگو۔ جس قدر خلوص ہوگا، اللہ کے حضور اتنی ہی تیاری سمجھی جائے گی۔ استعداد اور ذہانت کی ان کے یہاں کوئی قیمت نہیں ہے، خلوص اصل مال ہے۔ اسی پر دین کی خدمت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ جس قدر اللہ نے استعداد دی ہے، اس کو لے کر کتاب میں لگے لپٹے رہو۔ اساتذہ کی تعظیم دل سے کرو۔ اپنے استاذوں کے لیے دعائیں کرو، والدین کے لیے دعائیں کرو۔ اللہ تعالیٰ نوازیں گے ان شاء اللہ۔

مدرسہ میں سب خیریت ہے۔ اب تم لوگ باہم مشورہ کرکے طے کرلو کہ امتحان سالانہ ہی میں آنا ہے، درمیان میں آنے کا ارادہ مت کرنا۔ سمیع الدین کبھی ملتا ہے کہ نہیں؟ اس کا کوئی خط نہیں آیا، اس سے کہہ دینا۔ میں تم لوگوں کے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۳؍صفر ۱۴۲۳ھ

……………………………………

[۶]

ولدِ عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ تم لوگوں کی طرف جی لگا رہتا ہے۔ خیریت کی خبر سنتا ہوں تو دل کو راحت ہوتی ہے۔ خط آتا ہے تو فرحت ہوتی ہے۔ تعلیم کی محنت میں خوب لگو اور اس کے ساتھ دعا بھی خوب کرو۔ اس سال میرے اور تمھاری اماں کے حج کا انتظام من جانب اللہ ہو رہا ہے۔ دعا کرو کہ آسان ہو جائے۔

سفر کر کے واپس آ گیا، الحمد للہ بخیر ہوں۔ اور گھر میں بھی سب بخیریت ہیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۴؍ربیع الآخر ۱۴۲۳

……………………………………

[۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ اچھا ہوں۔ دو تین روز پہلے خون کی صفائی کے لیے ایک حکیم صاحب نے جلاب کی دوا پلائی، اس سے دست بہت آئے۔ اس سے خاصی کمزوری ہو گئی۔ آہستہ آہستہ رفع ہو رہی ہے۔ آج چیت بڑا گاؤں (ضلع بلیا) جا رہا ہوں، کل شام تک واپسی ہو گی۔ خارش نے مسلسل تین ماہ تک بہت ستایا، اب بحمد للہ آرام ہے۔ اب کچھ مُصفّا دوائیں چلیں گی۔

تمھاری اماں ٹھیک ہے ماشاء اللہ۔ کل یا پرسوں تو تم نے فون کیا تھا۔

خدا کرے تم لوگ امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہو۔ معلوم ہوا کہ عابد کو بخار آ رہا ہے۔ اللہ تعالی شفا نصیب فرمائے۔ جو پیسے میں نے دے رکھے ہیں، امید تو یہی ہے کہ ان سے کام چل جائے گا۔ اگر مزید دوا میں خرچ ہو جانے کی وجہ سے ضرورت ہو تو بے تکلف مفتی راشد

صاحب سے لے لینا۔ مجھے [بتلا دینا] انھیں ان شاء اللہ ادا کر دوں [گا]۔

ٹکٹ تم لوگوں نے ۱۴؍ شعبان کا بنوالیا، جلدی رہتی ہے۔ ورنہ یہ رات گاڑی میں گزرے [مناسب نہیں ہے] عبادت کی رات ہے۔ خیر خیال رکھنا۔ مسافر کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ اوقاتِ قبولیت کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ اوقات سونے اور کھونے کے نہیں ہیں۔ اہلِ زمانہ کی رِیت مت دیکھو۔ شاید ایک ہی رات پوری زندگی کے رخ کو درست کرنے والی بن جائے۔ اس لیے ٹرین میں بہر حال مصروفِ ذکر و تلاوت رہنا۔

میں تو ۱۳؍ شعبان کو مدھوبنی روانہ ہو جاؤں گا، عارف اور راشد بھی ساتھ ہوں گے۔ گھر پر عادل اور چھوٹے بھائیوں سے ملاقات ہوگی۔ ان شاء اللہ میری واپسی ۲۵-۲۶؍ تک ہوگی۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

……

[۸]

عزیزان! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آج میں ناگ پور میں ہوں، شام کو ایک ٹرین سے بمبئی جا رہا ہوں۔ عزیزم عادل سلمہ بھی ساتھ میں ہے۔ دو تین روز مولوی محمد ابوذر سلمہ کے پاس پانڈر کوڑہ میں رہا۔ وہاں سے فون کرنے کی کوشش کی، مفتی (محمد راشد) صاحب کے یہاں لگایا تو کسی نے اٹھایا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ خراب ہے۔ اتحاد (پی، سی، او) والے کے یہاں لگایا تو لگ گیا، مگر اس نے ساڑھے دس بجے رات کا وقت دیا، اس وقت عادل نے بہت کوشش کی مگر نہیں لگا۔

ناگ پور سے ایک صاحب قاری محمد آصف آج دیوبند کے لیے نکل رہے ہیں، انھیں ہزار روپے دے رہا ہوں۔ تم دونوں نصف نصف لے لو۔ کل میں بمبئی پہنچ جاؤں گا ان شاء اللہ۔

خدا کرے تم لوگ بخیر ہو۔ ایک موبائل نمبر منیر کا علاحدہ کاغذ پر لکھے دے رہا ہوں، اس پر رابطہ کرنا، ان شاء اللہ بات ہو جائے گی۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۵؍ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ۔ دو شنبہ

□□□

مولانا فرقان بدر قاسمی صاحب و برادران

[۱]

عزیزانِ گرامی قدر! **عافاکم اللہ**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حق تعالیٰ تم سب حضرات کو بخیر وعافیت رکھیں۔

ہم لوگوں کے یہاں شرکت کا جو طریقہ باپ کی موجودگی میں رائج ہے، اس کی ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ باپ کاروبار کا ذمہ دار ہوتا ہے، اور اس کے بیٹے کاروبار میں اس کے معاون اور کارکن ہوتے ہیں۔ اس میں تمام تر ملکیت باپ کی ہوتی ہے، کاروبار اور تجارت میں بیٹوں کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی، اِلا یہ کہ باپ انھیں کچھ خرچ وغیرہ کے لیے دیدے۔ یہ طریقہ باپ اور خاندان کے مالدار ہونے کے لیے تو ٹھیک ہے، مگر شرعاً اس میں بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں جن کی تفصیل کی اس وقت ضرورت نہیں ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ باپ کاروبار سے، اور امور تجارت سے علاحدہ ہوتا ہے، سب یا چند بھائی مل کر کاروبار دیکھتے ہیں اور ایک بھائی جو عموماً بڑا بھائی ہوتا ہے، پورے کاروبار کا ذمہ دار اور عملاً وعرفاً مالک سمجھا جاتا ہے، بلکہ وہ خود بھی اپنی مالکانہ حیثیت سمجھتا ہے، اور اسی طور پر عمل کرتا ہے۔ دوسرے بھائی اس کے محتاج اور دست نگر ہوتے ہیں۔ خاندان کے مالدار ہونے میں یہ بھی مفید طریقہ ہے، مگر شرعاً اس میں قباحت پہلے طریقہ سے زیادہ ہے۔ اس طریقے میں بھی گو کہ مالک باپ ہی کو سمجھا جاتا ہے، لیکن عملاً وہ کچھ نہیں ہوتا۔ اس طریقہ میں جو بھائی مالک ہوتا ہے، وہ عموماً دیکھا یہ جاتا ہے کہ من مانے تصرفات کرتا ہے۔ دوسرے بھائی طرح طرح کی شکایتوں میں مبتلا ہوتے ہیں، یا وہ پھر چپکے چپکے اپنی ملکیت علاحدہ بنانے کی ترکیبیں نکالتے رہتے ہیں۔ اور یہ بات تجربات کی رو سے بہت واضح ہے کہ اس کا انجام بدمزگی، بدگمانی، تہمت دہی وغیرہ تک پہنچتا

ہے۔ پس وہ طریق جس کی وجہ سے ایک یا سب گناہ میں مبتلا ہوں شرعی نقطۂ نظر سے کبھی مستحسن نہیں ہوسکتا۔

جب یہ بدمزگی بڑھتی ہے تو پھر سوال علاحدگی کا اٹھتا ہے۔ اب باپ مالکانہ حیثیت سے اس سرمایہ کو اور کاروبار کو تقسیم کرتا ہے۔ اس تقسیم میں بہت سی بدمزگیوں کے بعد ہر ایک بیٹے کو اس کا حصہ باپ کی نگرانی میں دیدیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ والد نے ہر ایک بیٹے کو سرمایہ کا ایک ایک حصہ ہبہ کر دیا، اور وہ سب اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کرکے اس کے مالک بن گئے۔ اب ہر بھائی ملکیت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے حق میں اجنبی ہوگیا۔

ایسا ہوجانے کے بعد بہتر یہ ہے کہ سب اپنا اپنا کام الگ الگ دیکھیں اور حق تعالیٰ جس کو جو کچھ دیں اس پر صبر وشکر کریں۔ آپس میں شرکت نہ کریں، کیوں کہ شرکت میں بعد میں بڑے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ بالخصوص اس وقت جب کہ سب بھائیوں کے یہاں اولادوں کا سلسلہ قایم ہوجائے۔ پس بہتر یہ ہے کہ اپنی اپنی رسی اور اپنا اپنا کندھا رہے۔ تعلقاتِ باہمی اور صلہ رحمی کا سلسلہ قایم رہے، تجارت، کاروبار اور ملکیت علاحدہ رہے۔ شریعت میں باہمی محبت کا قایم رہنا، صلہ رحمی کرتے رہنا بہت اہم ہے۔ مالدار ہونا کچھ اہم نہیں ہے، اور وہ تو تقدیر کے ماتحت ہے۔ شریعت کے ماتحت باہمی تعلقات کا بہتر سے بہتر ہونا ضروری ہے۔ اور شرکت میں دیکھا جاتا ہے کہ نتیجہ زیادہ تر بگاڑ کی شکل میں ہوتا ہے۔ مشہور ہے کہ 'ساجھے کی ہنڈیا چوراہے پر پھوٹتی ہے'۔

کئی بھائی ہوتے ہیں تو کبھی ارادہ کرتے ہیں کہ دو یا چند بھائی پھر شرکت میں کاروبار کریں۔ اگر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ دو یا چند اجنبی لوگوں کے لیے شریعت نے شرکت کے جو اصول اور ضابطے متعین کیے ہیں، ان کی پابندی کی جائے۔ عرب کی مثل مشہور ہے: 'تعاملوا کالاجانب وتعاشروا کالاخوان'۔ معاملات تو اجنبیوں کی طرح کرو، اور باہمی تعلقات بھائیوں جیسے رکھو۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ ہر بھائی اپنے اپنے حصے کا مالک ہوتے ہوئے کاروبار میں مال کو شریک کرے، اور نفع میں سب کا حصہ فیصد کے اعتبار سے متعین ہو۔ راس المال کے وہ سب مالک ہوں گے اور نفع میں شرایط کے اعتبار سے سب شریک ہوں گے۔ پورے کاروبار کا حساب واضح

رکھیں اور حساب تمام شرکا کے علم میں برابر ہو۔ اور ایک وقت متعین کر کے نفع کو تقسیم کرلیا کریں، کسی کو کسی پر بالادستی حاصل نہ ہو۔

شرکت کے اس طریقے میں درج ذیل باتوں کا لحاظ ضروری ہے، تاکہ باہم نزاع نہ پیدا ہو، اور جب تک معاملہ چلے خوش اسلوبی کے ساتھ چلے:

۱- ہر شریک برابر رقم ایک ساتھ ملائے۔

۲- کاروبار کے عمل میں سب بحصۂ مساوی شریک ہوں۔

۳- جو آمد و صرف ہو، نفع ہو یا نقصان ہو یا اُدھار ہو، سب باقاعدہ لکھا جائے۔

۴- ہر ماہ سب مل کر حساب دیکھ لیا کریں، اور ہر ایک کا نفع متعین ہو جایا کرے، اور اسے تقسیم کر دیا جائے۔

۵- کاروبار میں اگر کوئی نقصان ہو تو اس میں بھی سب شریک ہوں گے۔

۶- راس المال میں سے رقم سب شرکا کے مشورے سے ہی نکالی جا سکتی ہے۔

۷- منافع کی باقاعدہ تعیین و تقسیم سے پہلے اگر کسی کو اس میں سے کوئی رقم نکالنی ہو تو بحالتِ مجبوری سب کے مشورے سے نکال سکتا ہے۔

۸- شرکت کی مدت بھی متعین کر لینی ضروری ہے۔ مدت پوری ہونے کے بعد حسبِ مشورہ تجدیدِ شرکت یا علاحدگی یا شرایط میں ردوبدل کر سکتے ہیں۔

۹- جو کوئی کاروبار میں بذات خود عملاً شرکت نہ کر سکتا ہو تو کسی نائب کے ذریعے اس میں شرکت کر سکتا ہے۔

۱۰- شرکت کے کاروبار سے الگ اگر کوئی شریک اپنا کوئی دوسرا علاحدہ کاروبار کرنا چاہے، یا کوئی جائیداد بنانا چاہے تو اسے اس کا اختیار ہوگا۔

۱۱- منافع کی رقم تقسیم ہونے کے بعد شرکا چاہیں تو اس کا کوئی حصہ کاروبار کے راس المال میں شامل کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں بھی سب کا حصہ برابر لگنا چاہیے۔

یہ چند اصولی باتیں ذہن میں آئیں، انھیں میں نے لکھ دیں۔ اسی اصول پر باہم مشورے سے شرایط طے کرلیں اور انھیں لکھ لیں۔

صفائیِ معاملات اور رزقِ حلال نیز دوسروں کو الجھن اور نزاع سے بچانا دین کے مقاصد میں ہے۔ ہر وہ طریقہ جس میں معاملہ صاف نہ ہو، کوئی شریک اندھیرے میں ہو، اور کسی کو سارا پاور حاصل ہو، جائز نہیں ہے۔ اسی بنا پر شرکت کا وہ طریقہ ہرگز نہ اختیار کریں، جس میں سارے کاروبار کا مالک ایک شریک کو بنا دیا جائے اور وہ اپنی دانست اور خود مختاری کے ساتھ معاملات انجام دے۔ اس کا انجام بجز نزاع کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اور اگر کسی کی نیت خراب ہوئی تو ناقابلِ تلافی نقصان ہوگا۔

معاملات کی صفائی رکھیں، اس سے باہم محبت قایم رہے گی۔ ہر بھائی صلہ رحمی کا خیال رکھے۔ ہر ایک کی ملکیت علاحدہ رہے اور ہر شخص اپنی ملکیت سے دوسرے بھائی کے نرم گرم معاملات میں مددگار رہے۔ صلہ رحمی سے رزق میں بہت برکت اور ترقی ہوتی ہے۔ شریعت نے جو اصول متعین کیے ہیں، وہ اسی لیے ہیں کہ باہم قرابت داریاں اور محبتیں بنی رہیں۔

اللہ تم سب کو خلوص اور ہمدردی کے ساتھ رکھیں اور دنیا کے ساتھ آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲؍صفر ۱۴۳۱ مطابق ۱۸؍جنوری ۲۰۱۰ء

❑❑❑

مولانا محمد خالد صاحب مہراج گنج

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط نہ جانے کب کا آیا ہوا ہے۔ میں تو سفر میں تھا، واپس آیا تو پڑھا، لیکن بروقت کوئی ایسی بات محسوس نہیں ہوتی جسے لکھنا ضروری ہو۔ لیکن روزانہ ایک مرتبہ تمھارا جوابی کارڈ ہاتھ میں آتا ہے تو میں نے سوچا کہ اس کا کچھ حق ادا کردینا چاہیے۔

میں الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ تم لوگوں کا داخلہ ہوگیا، یکسوئی کے ساتھ پڑھنے میں لگو، نماز باجماعت کے اہتمام میں کوئی فتور نہ آئے۔ علم کے ساتھ عمل اور قال کے ساتھ اخلاق......

تمھارے کئی ساتھیوں نے خط لکھے ہیں، اس وقت علاحدہ علاحدہ جواب کی فرصت نہیں ہے۔ سب کو یہی مضمون سنادو۔ میں دل سے متوجہ ہوں اور دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۰/ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ

---

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ اللہ کا بہت فضل وکرم ہے، سب ان کا انعام ہی انعام ہے۔ آرام میں رکھیں تو احسان ظاہر ہے، بظاہر تکلیف میں رکھیں تو اس میں بھی بے شمار احسانات مضمر ہوتے ہیں۔

تعلیم کی جد وجہد کرتے رہنا۔ بڑی جگہ پہنچ کر خود کو ضائع مت کردینا۔ میں دعا کرتا

ہوں کہ اللہ تعالیٰ علمِ نافع اور عملِ صالح کی توفیق بخشیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸؍محرم ۱۴۱۹ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ مستقبل کے اندیشوں میں گرفتار نہ ہو۔ میرے ہر طالب علم کو اللہ ہی کی خدمت کرنی ہے۔ ان کی مرضی ہے جو کام لے لیں۔ ان کے یہاں نہ کام کی کمی ہے نہ روزی کی کمی ہے۔ پس خلوص کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہو اور منتظر رہو کہ پردۂ غیب سے کیا نمودار ہوتا ہے۔

میں یکم محرم کو ’ترکلوا‘ گیا تھا، حافظ نواب صاحب، مولوی نور اللہ صاحب آئے تھے۔ مجھے اور مولانا عبد الرب صاحب کو لِوا کر مدرسہ گئے تھے۔ تمھارے ابا سے بھی ملاقات ہوئی تھی، بخیر ہیں۔

میں تم لوگوں کے لیے بالالتزام دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸؍محرم ۱۴۲۰ھ

……

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ تم نے جن جذبات اور جن واقعات کو بیان کیا ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس پر استقامت عطا فرمائیں۔

جیسے تم نے پڑھانے کی درخواست نہیں دی ہے، اُسی طرح استعفا بھی مت دو۔ عزت

اور بے عزتی کا تصور دل سے نکال دو۔ ہم تو بندے ہیں، بندہ اپنی عزت کیا دیکھے؟ وہ بھی جب کہ وہ اپنے مولیٰ کے کام میں لگا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے ارادہ سے یہاں لائے ہیں، انھیں کا جب ارادہ ہوگا، کہیں اور بیٹھائیں گے۔ تم اپنی طرف سے استعفا کا تصور بھی دل میں نہ لاؤ۔ خلوصِ دل سے محض اللہ کے لیے خدمت میں لگے رہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳؍رجب ۱۴۲۱ھ

❑❑❑

مولانا نظام الدین صاحب دربھنگوی

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ تمھارا خط ملا جس میں روپیوں کے ملنے کی اطلاع ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ دانت کی تکلیف ٹھیک ہوگئی، بعد میں چاندی بھروالینا۔

نصیحت بس اتنی ہے کہ اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو، وقت کو ضیاع سے بچاؤ، غلط صحبت سے بالکل احتراز کرو۔ طلبہ نے قول وفعل میں حرام وحلال کی تمیز اٹھادی ہے۔ زبان کے بھی آزاد ہیں اور کام کے بھی آزاد ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ دورِ طالب علمی بے عملی کا وقت ہے، عمل کا وقت بعد میں آئے گا۔ یہ سخت غلطی ہے۔ بالغ ہونے کے بعد ہر وقت گناہ حرام ہے خواہ وہ زبان کا ہو یا آنکھ کا یا کسی اور عضوِ بدن کا۔ اس لیے اپنے آپ کو معاصی سے بچاو۔ معاصی سے علم تباہ ہو جاتا ہے۔

اس مضمون کو خوب اہتمام سے یاد رکھو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱ / صفر ۱۴۲۰

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ عافیت سے ہوں، خدا کرے کہ تم بھی بعافیت ہو۔ اپنے مقصد کے حصول کی کوشش میں لگے رہو، لایعنی امور سے بالکلیہ احتراز کرو۔ بڑی جگہ ہو، محنت کر کے کچھ حاصل کرلو۔

کوشش کرو کہ تسبیح وقت پر ادا ہو۔ نہ ہو سکے تو بعد فجر پڑھ لیا کرو، لیکن بہر صورت ناغہ نہ کرنا۔

میں دل و جان سے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲ / جمادی الاول ۱۴۲۰

....

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ۱۱ / رجب سے سفر میں نکل گیا تھا۔ ایک ہفتہ یوپی کے مختلف مقامات پر گشت کرتا رہا پھر بہار نکل گیا۔ اب کی بار تمھارے گاؤں "ککورہا" بھی جانے کا اور چند گھنٹے ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ ماسٹر نجم الہدیٰ صاحب کے یہاں ٹھہرنا ہوا تھا۔ تمھارے والد کو بلوا کر ملاقات کی، انھوں نے بتایا کہ نظام الدین دیوبند سے آپ کے پاس پہنچے گا۔ یہاں آنے پر تمھارے خط میں یہی مضمون دیکھا۔

تمھارے گاؤں میں پہنچ کر اور وہاں کے لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ ماسٹر صاحب نے وعدہ لے لیا ہے کہ اگلے سفر میں چوبیس گھنٹے قیام کروں گا۔

مولانا محمد راشد صاحب سے میری ٹیلی فون پر بات ہوئی ہے۔ بقدر ضرورت ان سے پیسہ لے لینا، میرا یہ خط دکھا دینا، ان شاء اللہ وہ دیدیں گے۔

میں الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ تم لوگوں کے لیے دعا گو ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۹ / رجب ۱۴۲۰ھ

....

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں، تمھارے لیے دعائے خیر کرتا ہوں، میرے لیے بھی دعا کرو۔ آج کل طبیعت کچھ نرم رہتی ہے۔

یہ آخری سال ہے، اہتمام سے کام لو۔ حدیث کا ہر سبق باوضو پڑھو اور کوشش کرو کہ کسی سبق میں ناغہ نہ ہو۔ استاذ کی تقریر تو غور سے سنو، لیکن اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ جب عبارت پڑھنے والا حدیث پڑھ رہا ہو تو پورے اہتمام سے حدیث کو سنو۔ اس کی برکت بہت ہوگی ان شاء اللہ۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۳؍محرم ۱۴۲۱ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک خط بہت تاخیر کے بعد لکھا ہے، مل چکا ہوگا۔ اب امید ہے کہ جواب میں تاخیر نہ ہوا کرے گی ان شاء اللہ۔

اس تاخیر میں دخل میری بے ترتیب مشغولیات، سفر کی کثرت اور طبیعت کی علالت ہے۔ اِدھر مسلسل بیس پچیس دن سے بیماری کا شکار ہوں، وقفہ وقفہ سے بخار آتا رہتا ہے۔ تین چار دنوں سے دست بہت زیادہ ہو رہے تھے۔ ان دونوں بیماریوں نے جسم کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اسی میں سفر بھی چلتا رہتا ہے، اسباق بھی پڑھانے رہتے ہیں، لوگوں کا ہجوم بھی رہتا ہے۔ خیر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ سب ہوتا رہتا ہے۔ کام کرتا ہوں تو بالکل تندرست معلوم ہوتا ہوں، سوتا ہوں تو بیمار ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں۔

اس سال طلبہ کا ہجوم زیادہ ہے۔ مدرسہ کے لیے خاص طور سے دعا کی ضرورت ہے۔ دو سال کے بعد اس سال طلبہ کا جلسہ منظور ہوگیا ہے۔ مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کو دعوت دی ہے، خدا کرے کہ منظور ہو جائے۔ ۲۵؍مئی کو جلسہ کی تاریخ مقرر کی ہے۔

میرے بچے محمد عادل سلمہ کی طبیعت ان دنوں کچھ خراب ہے، اس سے اس کی تعلیم متاثر ہو رہی ہے۔ خود بھی دعا کرو اور طلبہ سے بھی دعا کراؤ کہ اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائیں۔ اس وقت وہ غازی پور گیا ہوا ہے، وہیں کا علاج چل رہا ہے۔

تمھیں اگر پیسوں کی ضرورت ہو تو مفتی محمد راشد صاحب کے یہاں سے لے لیا کرو اور پھر مجھے اطلاع دے دیا کرو۔ ان کے یہاں جاؤ تو میرا سلام کہو۔

دلی جمعیۃ علماے ہند کے اجلاس میں پہنچنے کا ارادہ ہے، اس کے بعد شاید دیو بند بھی حاضری ہو۔ ویسے ابھی حتمی پروگرام نہیں ہے۔

ساتھیوں کو سلام کہو۔ میں سب کے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۰/محرم ۱۴۲۱ھ

……

[٦]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا، بلکہ شاید ایک پہلے بھی ملا تھا۔ دانت اکھڑوانا پڑا۔ اللہ تعالیٰ شفاے کامل عطا فرمائیں۔

شش ماہی امتحان کے نتائج تو آ چکے ہوں گے۔ خدا کرے کہ تم لوگوں کے نمبرات اچھے ہوں۔

میں الحمد للہ بخیر ہوں، مدرسہ میں بھی سب خیریت ہے۔ محنت اور خلوص سے کام میں لگے رہو اور اللہ سے دعا کرتے رہو کہ دین کی خدمت لے لیں اور اسے قبولیت سے نواز بھی دیں اور معاشی اعتبار سے فارغ البال رکھیں۔ اللہ پر توکل کرنا اور اسی کو ہر معاملہ...... بنانا سیکھ لو۔ گو یہ اعتقاد تو ہر مسلمان کو حاصل ہے، مگر اس کے مطابق ہم لوگوں کا حال نہیں ہے۔ یہی حال پیدا ہو جائے تو کام بن جائے۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۶/ربیع الآخر ۱۴۲۱

❑❑❑

مولانا محمد ناصر صاحب ارریاوی

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ تمھاری خیریت ملی، اس سے خوشی ہوئی۔ اب تعلیم اپنے معمول کے مطابق ہوگی۔ تم ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا کہ مشکلات میں تعلیم حاصل کر رہے ہو، کوئی وقت ضائع مت کرنا اور اللہ سے نڈر نہ ہونا۔ نماز اور تلاوت کی پابندی کرنا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا۔ معصیت سے ایمان کا نور مدھم پڑ جاتا ہے اور تعلیمِ علمِ دین میں فتور پڑتا ہے۔ زندگی اس لیے نہیں ہے کہ اسے فضول گنوا دیا جائے بلکہ اس لیے ہے کہ اسے اللہ کی اطاعت میں قربان کیا جائے۔ سبق، مطالعہ و تکرار کی پابندی کرتے رہنا بہت ضروری ہے۔ اس میں برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تم سب ساتھیوں بلکہ میرے تمام دوستوں کو اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸؍محرم ۱۴۱۹ھ

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ اچھا ہوں۔ تمھاری فرمایش کے مطابق حافظ منصور سلمہ نے تعویذ مجھ سے لے لیا ہے، بھیج دیا ہوگا۔

کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ استعداد عالم بنائیں، اور تم اپنے لیے اور دوسروں کے لیے مفید بن سکو۔ اور یہ بات اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک علم کے ساتھ تقویٰ اور اخلاق

نہ ہو۔ بہت ہوشیاری کے ساتھ اپنے اوقات و معمولات کی ترتیب بناؤ اور اسی پر جمے رہو۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳۰/ ذوقعدہ ۱۴۱۹ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط ملا، خیریت معلوم ہوئی۔ افسوس ہوا کہ اب تک تمھاری کاہلی دور نہیں ہوئی۔ اب زور لگا کر طبیعت کو لگاؤ اور کام میں مشغول رکھو۔ سستی کے مقتضا پر عمل نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو۔ ’’اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسْلِ‘‘ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھ لیا کرو۔

سر کے درد کے لیے کچھ دنوں تک معجون فلاسفہ صبح باسی منھ تھوڑا سا کھالیا کرو۔ کچھ دنوں استغفار بکثرت کرلو۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۰/ جمادی الاخری ۱۴۱۹ھ

……

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ مومن کو جس حال میں رکھیں اگر وہ اس پر راضی ہے تو خیریت ہی سے ہے۔ البتہ اگر وہ اپنی تقدیر اور قضا سے ناراض ہے تو وہ بے خیریت ہے۔ اللہ کا بڑا شکر ادا کرتا ہوں کہ وہ پاک ذات نے رضا بالقضا کی توفیق بخشی ہے اور مزید شکر یہ ہے کہ اس محسنِ عظیم نے اس سلسلہ میں کسی آزمایش میں نہیں ڈالا ہے، بلکہ ہمیشہ نعمتوں ہی سے نوازا ہے، جس پر راضی و مطمئن رہنا انسان کی فطرت ہے۔ پریشانی کے احوال ہوتے تو البتہ رضا بالقضا کا

امتحان ہو جاتا۔ اُس وقت معلوم نہیں کیا حال ہوتا؟ اللہ خیر فرمائیں۔

ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرو صحت ہو تو بھی، مرض ہو تو بھی، کامیابی ہو تو بھی اور بظاہر ناکامی ہو تو بھی۔

امتحان میں تم لوگوں کی کامیابی اور اچھے نمبروں سے کامیابی کے لیے مسلسل دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱؍ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

❑❑❑

مولانا قمرالحسن قاسمی صاحب نوتنواں

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱- القاب میں ایسے الفاظ لکھنے چاہئیں جن سے مکتوب الیہ سے اپنی نسبت ظاہر ہوتی ہو۔ اس میں محبت وعقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

۲- جو حدیث پڑھو اس خیال سے پڑھو کہ میں خود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آپ کی زبانِ مبارک سے سن رہا ہوں اور اس کلام کا نور میرے اندر سرایت کر رہا ہے۔

۳- نماز میں یکسوئی اور حضور بحضرتِ خداوندی مطلوب ہے۔ نماز کی نیت باندھتے (وقت) ایک مرتبہ اس کا استحضار کرو کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں۔ اور اسی تصور کو نماز کے اندر جمانے کی کوشش کرو۔ میں ان شاء اللہ متوجہ رہوں گا۔ تم اس کی اطلاع گاہے گاہے کرتے رہو۔

۴- اپنے آپ کو خدا کے حضور میں حاضر سمجھو اور یہ خیال کرو کہ اللہ تعالی کی نگاہ مجھے ہر طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر دیر تک اس کا استحضار کرو۔ میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالی نفس کے شر سے محفوظ رکھیں۔ آمین

اعجاز احمد اعظمی

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(نماز میں استحضار کی) کیفیت مسلسل نہیں رہتی، کوشش البتہ مسلسل رہنی چاہیے۔ اس حالت کو جو تمھیں پیش آرہی ہے 'تلوین' کہتے ہیں۔ مسلسل کوشش جاری رہے گی تو 'تمکین' کی کیفیت حاصل ہوگی۔

خطراتِ فاسدہ جو دل میں آتے ہیں انھیں دفع کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ جیسے ہی تنبہ

ہو، فوراً خیال کو حق تعالیٰ کی جناب میں متوجہ کرو، پھر ہٹ جائے تو پھر متوجہ کرو۔ یہ کشمکش کچھ عرصہ تک چلے گی، پھر اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی تو خطرات ضعیف و مضمحل ہو جائیں گے۔ بس کوشش میں لگے رہو، حق تعالیٰ اس کا ثمرہ عطا فرمائیں گے۔ عجلت نہ کرو، جتنا وقت اس کوشش میں گزرے گا، وہ سب بھی طاعت میں شمار ہوگا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کیفیت میں رسوخ عطا فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ / ۲۶/ جنوری ۲۰۰۴ء

……………

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

استحضار و کیفیتِ احسان کی تجدید کرتے رہو اور جلدی جلدی کرتے رہو، ورنہ نفس کو بھاگتے دیر نہیں لگتی۔

اصلاحِ خیال اور نگہداشتِ قلب و دماغ کا عمل بغایت ضروری بھی ہے اور مفید بھی۔ غفلت نہ ہونے پائے۔ کوئی خیال ایسا نہ ہو کہ بے خیالی میں آئے اور دماغ سے گزر جائے یا وہاں اپنا قبضہ جما لے۔ اور اس قسم کا کوئی خیال آئے جو نامناسب ہو تو خوب خیال کرکے اور خدا کی جانب دھیان جما کر ’لا الہ الا اللہ‘ کی چند بار تکرار کرو۔ اور یہ خیال کرو کہ میں اس خیال کو نکال کر اللہ کے خیال کو دل میں جما رہا ہوں۔ ایسا دن میں متعدد بار کرو اور اس سے غافل نہ ہو۔

اعجاز احمد اعظمی
۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

……………

[۴]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آدمی جب اللہ کی راہ میں چلتا ہے تو اس پر دو طرح کی حالتیں طاری ہوتی ہیں۔ ایک وہ جس میں وہ چمن کی طرح کھلا ہوا ہوتا ہے۔ اسے ’بَسط‘ کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جب چمن اجڑا ہوا

محسوس ہوتا ہے۔ یہ 'قبض' ہے۔ دونوں حالتیں مبنی بر مصلحت ہوتی ہیں۔ دونوں حالتوں میں سالک کا فریضہ ہے کہ اپنے معمولات پر دل یا بے دلی سے کاربند رہے، گو قبض کی حالت میں کسی قدر کمی آجائے مگر بالکلیہ ترک نہ کرے۔ پھر وہ حال بدل جاتا ہے۔

اپنے کام پر لگے رہو اور احوال کی اطلاع جلد جلد کرتے رہو۔ دو ہفتے سے زیادہ مدت اطلاعِ احوال میں نہیں ہونی چاہیے۔

قلبی امراض میں سے ایک ایک کرکے مطلع کرو اور اس کا علاج پوچھو۔ پھر جیسا بتاؤں اس پر عمل کرو۔ ان شاء اللہ نجات مل جائے گی۔ اصل عمل یہی ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔

اعجاز احمد اعظمی

۴/ جمادی الاخری ۱۴۲۸ھ

……………………

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حتی الامکان گفتگو کم کرو۔ قلتِ کلام بنیادی چیز ہے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: "ولكن كلامك جوابا" ابتدا بالکلام نہ کرو۔ تمھارا کلام مجلس میں جہاں سب بول رہے ہوں، جواب ہوا کرے۔ اس کے ساتھ اس کا استحضار رکھو کہ غیبت کرنا اپنے مردہ اور مجبور بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ حرام کھانے سے اللہ کی ناراضگی کا دھیان رہے۔ پس غیبت مت کرو۔ اور جب ہونے لگ جائے تو کسی بہانے مجلس سے اٹھ جاؤ۔ آہستہ آہستہ یہ طریقہ عمل میں لاؤ۔ خاص اہتمام اس کا کرو کہ اگر لوگ غیبت شروع کردیں تو عملاً اس میں شریک نہ ہو جاؤ، بلکہ وہاں سے اٹھنے کی کوشش کرو، اور نہ اٹھ سکو تو دل سے برا سمجھتے رہو۔ یہ اضعف الایمان ہے۔ اتنے پر بھی عمل کرلوگے تو قوت پیدا ہو جائے گی۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۹/ جمادی الاخری ۱۴۲۸ھ

……………………

[٦]

عزیزم! عافاك الله من جميع الآفات والفتن ووقاك الله من سائر الذنوب و المحن- آمين يا رب العالمين

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ نفس اور شیطان کی آفات لگی ہوئی ہیں۔ کچھ اندرونی ہیجان، کچھ بیرونی تحریضات۔ ایسی حالت میں گناہ سے بچ جانا خاص نعمتِ الٰہی ہے۔ اللہ کا بہت بہت شکر وکرم ہے کہ اس بارگاہ سے حفاظت کا فیضان تم پر نازل ہوا۔ جو تدبیر تم نے اختیار کی وہ خوب ہے اور تم نے خوب ہی اپنے نفس سے جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے استقامت عطا فرماویں۔ یہ کشمکش اصل مجاہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو زور اور قوت عطا فرمائیں۔

عزیزم! یہ مقابلہ زندگی بھر کا ہے۔ اسی طرح نفس اور شیطان کو شکست ہوتی رہی تو وہ ضعیف ہو جائے گا، اور ایک گونہ اطمینان ہو جائے گا۔ بس اللہ کے حضور خوب تضرع وزاری کرتے رہو، اور چلتے رہو۔ اللہ مدد کرنے والے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں۔

اعجاز احمد اعظمی

❑❑❑

مولانا عبدالحفیظ صاحب رانچوی

[ا]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۔ تبلیغ کا یہ طریقہ جس پر تبلیغی جماعت اصرار کرتی ہے اس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ نے ڈالی ہے۔ ان کے دور میں یہ طریقہ مسلمانوں کو دینی راہ پر لانے کے لیے ایک موثر ذریعہ کے طور پر شروع ہوا تھا۔ یہ ایک طریقہ تھا جس سے مسلمانوں کی دینی اصلاح ہوتی تھی۔ یہ طریقہ اس وقت نہ فرض نہ تھا، نہ واجب، نہ سنت، نہ مستحب۔ مسلمانوں میں دین سے بے گانگی بہت تھی، ان کے لیے مولانا نے ایک دینی ماحول مہیا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کو مسجد کے ماحول میں رکھا جاتا، نماز وعبادت کی تعلیم دی جاتی، اس کے لیے انھیں اسی مخصوص ماحول میں قریہ بہ قریہ پھرایا جاتا، تاکہ انھیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی دین کی طرف متوجہ ہوں۔ اس مخصوص ماحول کی وجہ سے ان میں دینی پختگی آتی، قلوب کی اصلاح ہوتی۔ یہ ایک اصلاحی تحریک تھی، لیکن آہستہ آہستہ یہ تحریک اور اس کا طریقۂ کار عبادت اور مقصدیت کا رنگ اختیار کرتا گیا۔ اب جو تبلیغی جماعت کے احوال دیکھے جاتے ہیں وہ ایک مستقل شریعت کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ اس کا ہر ہر جز لازم قرار دیا جا چکا ہے۔ چلہ، گشت، بیان، تشکیل، اجتماع، جوڑ اور نہ جانیں کتنی اصطلاحات وجود میں آگئی ہیں۔ اور یہ طریقۂ کار ہر شخص پر لازم کر دیا گیا ہے۔ عالم ہے تو معتبر نہیں جب تک اس میں شریک نہ ہو۔ کتنی مسجدیں جماعت کے تصرف میں ہیں کہ امام وہی ہو سکتا ہے جو جماعت میں نکلتا ہو۔ کتنے مدارس ہیں جن میں یہ طریقہ لازم ہے۔ ظاہر ہے لزوم و وجوب کا یہ رنگ کسی امتی کے آغاز کردہ طریقہ کا تو ہو نہیں سکتا۔ اگر اُس میں یہ رنگ پیدا ہو جائے اور اُسے اعتقاداً اور عملاً لازم کر دیا جائے، اس کے لیے فضائل وضع کیے جائیں، اس کے بغیر دین کو نامکمل کہا جائے، اسی کو خصوصیت سے دین کا کام قرار دیا جائے، اس سے ہٹ کر اگر کوئی دین کا کام کرے تو اسے ناکافی

اور نا معتبر کہا جائے، اور سب کو اس میں شرکت کی دعوت دی جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو وہ طریقہ اور ذریعہ کہاں رہا؟ وہ تو مقصود اور عبادت بن گیا۔ اور سند اس کی پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام تک نہیں، حضرت مولانا الیاس علیہ الرحمہ تک پہنچ رہی ہے۔ تو یہ 'احداث فی الدین' ہے۔ اور معلوم ہے کہ امرِ مُحدَث خواہ کتنا ہی خوش نما ہو، بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اچھی طرح غور کرلو۔

۲۔ صرف انبیا معصوم ہوتے ہیں، ان کا ہر کام من جانب اللہ وحی سے ہوتا ہے اور قطعی ہوتا ہے۔ انبیا کے علاوہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا عالم اور بزرگ ہو، معصوم نہیں ہوتا، اس پر وحی کا نزول نہیں ہوتا۔ البتہ انھیں الہام ہوسکتا ہے، یا وہ اجتہاد کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل ضروری نہیں کہ ان کا الہام یا اجتہاد خطا سے پاک ہو۔ اسی لیے بڑے بڑے مشایخ کا فیصلہ ہے اور تمام ایمہ مجتہدین کی ہدایت ہے کہ تمام الہامات اور سب اجتہادات قرآن وسنت پر پیش کیے جائیں گے، اگر ان کے موافق ہوں تو قابل قبول ورنہ رد!

پس کسی کی تحریک ہو یا کسی کا مشن ہو، اگر اُس کی سند نبی تک نہیں پہنچتی اور اُس کا آغاز نبی سے نہیں ہوا تو وہ خطا کے احتمال سے پاک نہیں۔ پس اس کی طرف دعوتِ عام نہیں دی جاسکتی۔ یہ حق صرف نبی کو ہے۔ اور غیرِ نبی کی تحریک کی دعوتِ عام دی گئی اور اس میں شرکت نہ کرنے والوں کو وعیدوں کا مورد بنایا گیا تو گویا ایک نیا دین بنایا گیا اور اس غیرِ نبی کو پیغمبری کے منصب پر فائز کیا گیا۔ پس یہ شرک فی النبوت ہے اور وہ عمل بدعت ہے۔

۳۔ علمِ نبوتِ ضروریہ اور نورِ نبوت دونوں مبہم الفاظ ہیں، ان کی مرادیں متعین کرو تو غور کیا جائے۔

ہاں اتنی بات یاد رکھو کہ " العلم فريضة على كل مسلم " جتنی مقدارِ علم پر صادق آتا ہے اس کے بغیر کوئی بزرگی و مشیخت اور ولایت وتقوی کا مرتبہ حاصل نہیں کرسکتا۔

دعوا تو خود جہالت ہے، مدعی خود گمراہ ہے۔ بہت سا علم حاصل کرنے کے بعد اگر کوئی شخص نورِ نبوت کا دعوا کرتا ہے تو وہ گمراہ ہے۔ اہلِ ایمان کی شان اللہ تعالی نے یہ بتائی ہے: "وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ" (المومنون ۶۰) اور وہ لوگ کہ دیتے ہیں جو

کچھ دیتے ہیں اور ان کے قلوب لرزاں و ترساں رہتے ہیں کہ انھیں اپنے رب کے پاس پلٹ کر جانا ہے۔

” تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ “(القصص ۸۳)

یہ دارِ آخرت ہم ان لوگوں کو عطا فرمائیں جو زمین میں بڑائی اور خرابی کا ارادہ نہیں کرتے اور اچھا انجام تو ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

مدعی اپنے دعوا کی دھن میں نہ لرزاں و ترساں ہوتا اور نہ علو و فساد سے برکنار رہوتا۔ بلکہ وہ تو اپنے علم و عمل پر نازاں ہوتا ہے اور بڑائی کا اظہار کرتا ہے۔

پس ایسے شخص سے بچنا چاہیے، وہ قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

۴- اصولِ فقہ تم نے پڑھا ہے۔ اس میں استدلال کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں:

۱] استدلال بعبارۃ النص

۲] استدلال باشارۃ النص

۳] استدلال بدلالۃ النص

۴] استدلال باقتضاء النص

ان کے علاوہ استدلالاتِ فاسدہ ہیں۔ جن باتوں کو تم نے لکھا ہے، غور سے دیکھ لو، کس کے تحت آتی ہیں۔ اگر نہیں آتیں تو فاسد ہیں۔

موسی علیہ السلام کے جس واقعہ سے استدلال کا تم نے ذکر کیا ہے، خود صاحبِ شریعت علیہ الصلوۃ والسلام سے اس طرح کا استدلال اور حکم منقول نہیں ہے۔ پھر وہ موسی علیہ السلام کے ساتھ ایک خصوصی معاملہ خدا کا تھا۔ اسے اس امت پر چسپاں تو خود نبی برحق علیہ السلام نہیں کیا ہے، پھر کسی کو کیا حق ہے؟

اور اگر اس سے استدلال کرنا ہی ہے تو پوری صورتِ حال سے استدلال کرنا چاہیے۔ پورا واقعہ یوں ہے کہ:

۱] حضرت موسی علیہ السلام کو ان کی امت سے علاحدہ ایک مخصوص جگہ تنہا بلایا گیا۔

[۲ تیس دن بالکل خلوت میں ان سے روزہ رکھوایا گیا۔ پھر دس دن مزید روزہ رکھوایا گیا۔

[۳ اس کے بعد انھیں کتاب عطا کی گئی۔

[۴ یہ چلہ ایک عطیۂ خاص کی تیاری اور استعداد کے لیے ان سے کروایا گیا۔

کیا ان تمام نکتوں کو تبلیغی چلوں میں ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ موسی علیہ السلام کو چلہ کے ذریعہ مجمع سے خلوت میں پہنچایا گیا اور ان کے واقعہ سے استدلال کرنے والے مجمع میں لے جاتے ہیں۔ موسی علیہ السلام کو ایک جگہ مرتکز کر دیا گیا تھا اور یہاں گاؤں گاؤں، شہر شہر دورہ کراتے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

حقیقت یہ ہے کہ یہ استدلال نہیں ہے، استدلال کا استہزا ہے۔ بریلیوں کا علمِ کلام بھی اسی طرح کا ہے۔

۵- تبلیغ فرضِ کفایہ ہے، فرضِ عین نہیں ہے۔ پس جس شخص میں تبلیغ کی اہلیت ہو اور اس میں ادائے تبلیغ کی شرطیں پائی جاتی ہوں، وہی اس کے مخاطب ہیں، ہر ہر فرد نہیں۔ اگر چند افراد اس فریضہ کو ادا کر دیں تو فریضہ ساقط ہو جائے گا، جیسے نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے۔ کوئی نہ پڑھے تو سب گنہگار، اور چند لوگ پڑھ دیں تو سب کا ذمہ ساقط۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۹/ شعبان ۱۴۳۰ھ

□□□

حافظ محمد شاکر صاحب

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر ہوں۔

دعا میں عجلت کرنا اور نہ کرنا، اس کا تعلق صبر اور انتظار سے ہے۔ اگر تم صبر کرو اور فضلِ الٰہی کا انتظار کرو تو یہ دعا پر ایک بڑی عبادت کا اضافہ ہوگا۔ صبر اور انتظار بہت بڑی عبادت ہے۔ تو تم دعا کر کے اس بڑی عبادت میں لگ جاؤ۔ نہ اسے بھولو اور نہ دیر ہونے پر مایوسی کو اپنے دل میں راستہ دو۔ انتظار کرتے رہو، چاہے ساری زندگی انتظار کرنا پڑے۔ نتیجہ کی جگہ دنیا نہیں ہے، آخرت ہے۔ وہاں دیکھو گے کہ اس صبر اور انتظار نے تمھیں کہاں تک پہنچا دیا ہے۔

گناہ کی اگر کثرت ہے تو توبہ کی بھی کثرت کرو۔ اور توبہ سے پہلے اپنی ہمت جماؤ اور عین تقاضائے گناہ کے وقت اپنے کو روکنے کی کوشش کرو۔ اس میں تکلیف تو بہت ہوگی مگر ہمت نہ ہارو۔ ہمت کامیاب ہوگئی تو دل میں ایمان کی وہ حلاوت پاؤ گے کہ دنیا کی ہر لذت ہیچ معلوم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ تمھیں بھی اور مجھے بھی اپنے خاص فضل واحسان سے اپنی نسبتِ کاملہ نصیب فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲؍ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر وعافیت ہوں۔

تم فجر کی جماعت کے چھوٹنے کا غم کرتے ہو اور مجھے یہ غم کھائے جاتا ہے کہ رات کی چند

رکعتیں جو ضرور پڑھنی چاہئیں، ان سے تم محروم ہو رہے ہو۔ رات کا وہ حصہ جس میں حق تعالیٰ آسمانِ دنیا کی جانب نزول فرماتے ہیں، بندوں کی طرف اس وقت التفاتِ خاص ہوتا ہے بلکہ ان کی طرف سے صدائے قبول لگتی ہے، اس وقت رحمتیں خوب تقسیم ہوتی ہیں۔ اس وقت میں صالحین کا ہمیشہ سے اٹھنے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ پھیلانے کا معمول رہا ہے۔ اور اس کے بغیر صالحیت کا پانا مشکل ہے۔ ہاہ! اقبال بھی کیا پتے کی بات کہہ رہا ہے:

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اتنا قیمتی وقت سونے میں کیوں گزر جاتا ہے؟ اپنے نفس پر بے رحمی کرو، ہمت کو بلند کرو، اس وقت ضرور اٹھو اور چند رکعتوں، چند قطرے آنسوؤں اور محبت کی چند گرم گرم آہوں کا نذرانہ ضرور پیش کرو۔ یہ کیا کہ آدمی دنیاوی مشاغل کی نذر ہو کر رہ جائے۔ اپنے نفس سے اس وقت تک راضی نہ ہو، جب تک محبت کی وہ بے تابی نہ حاصل ہو جائے جو تمھیں رات کے سناٹے میں اٹھا اٹھا کر مولیٰ کی بارگاہ میں کھڑا کر دیا کرے۔ پاؤ بیچنے والے چند سکوں کے لیے کتنی بے قراری میں رہتے ہیں؟ جب دنیا پڑی سوتی رہتی ہے تو یہ اپنی سائیکلوں پر نکل جاتے ہیں۔ اللہ کی محبت کا بھی کچھ تقاضا ہے؟

عزیزم! اللہ کی بارگاہ میں لگے لپٹے رہو، اس کے لیے بے آرام رہو۔ آنکھوں میں بیداری کا سرمہ لگاؤ تاکہ ان کی عنایتیں ہوں۔

تم یقین چاہتے ہو، وہ تو دل میں بہت پہلے سے جاگزیں ہے۔ اوپر کے گرد وغبار کو صاف کرو، یقین کی تجلی پھوٹی پڑے گی۔ اللہ کی ذات کے ماسوا ہے کیا؟ جو دل میں قرار پکڑے۔ دن رات اسی کے تصور وخیال میں رہو۔ کچھ وقت تنہائی میں رہو اور اس وقت تمھارے درمیان اور محبوبِ حقیقی کے درمیان کچھ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ خوب سمجھ لو اور پھر مجھے لکھو کہ کیا تبدیلی کر رہے ہو؟

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۳؍ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

……

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تہجد کا اہتمام ضروری ہے۔ عشا کے وقت دو رکعت بہ نیت تہجد پڑھتے ہو، یہ ٹھیک ہے لیکن تہجد کے وقت ہر قیمت پر اٹھنے کی کوشش کرو، اور نہ اٹھ سکو تو اشراق کے وقت چار رکعت بہ نیت قضائے تہجد پڑھ لیا کرو۔ اور اس کے بعد بطور خاص تہجد کی دعا کرو۔ اور جب تک مستقلاً تہجد نصیب نہیں ہوتی، زوال کے فوراً بعد چار رکعت پڑھو، اس میں تہجد جیسا ثواب ہے۔

”خیر ما وقر فی القلوب الیقین“ دل میں جن باتوں کا وزن ہوتا ہے، اور وہ دل کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں، ان میں سب سے بہتر چیز یقین ہے۔ اتنا یقین پیدا کرو کہ ہر وقت اللہ کی معیت حاصل ہو جائے۔ پھر کسی کام کی نسبت کسی طرف نہ ہو، اللہ کی مشیت ہی کی طرف ہو۔ اس کے بعد نہ کسی سے رنج ہوگا اور نہ کسی بات کی حد سے زیادہ خوشی ہوگی۔ قلب صرف اللہ ہی سے متعلق رہے گا۔

خدا کرے یہ دولتِ لازوال تمھیں بھی اور مجھے بھی حاصل ہو۔ آمین یارب العالمین

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۷؍جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

……

[۴]

عزیزم! **بارک اللہ فی قلبک وعلمک**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ اچھا ہوں۔ تمھاری محبت وعقیدت کا اثر ہے۔ نیت درست ہو تو محبت وعقیدت بہت جلد اثر پیدا کرتی ہے۔ الحمد للہ تمھیں یہ دولت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ پائیداری اور رسوخ بخشیں۔ آمین

حالات سے متاثر ہونا فطری اور طبعی بات ہے اور یہ غیر اختیاری ہے، اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ البتہ رسوخِ ذکر اور پختگیِ محبت کے بعد یہ کیفیت مضمحل ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری

اختیاری ہے، اس میں دل وزبان سے مشغول رہو۔

’’الکلام البلیغ فی احکام التبلیغ‘‘ میں حدیث کے نقل اور اس کے ترجمہ میں غلطی ہوگئی ہے۔ حدیث میں ہے ’’وسلوا اللہ حقکم‘‘ اللہ سے اپنے حق کا سوال کرو۔ اصل عبارت میں اللہ کا لفظ چھوٹ گیا ہے، اور ترجمہ میں ’’لوگوں سے‘‘ کا لفظ زاید ہوگیا ہے۔ یہ غلطی ...... مصنف کا نہیں ہے۔ کتاب کی ان کے بعد کتابت کرائی گئی ہے، اسی دوران غلطی ہوئی ہے۔ اچھا کیا بتادیا، بعد میں اس کی تصحیح ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی نسبتِ کاملہ سے بہرور اور مشرف فرمائے، آمین۔ اور مجھے بھی۔

آمین

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۱۱؍رجب ۱۴۲۹ھ

……

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

القاب وآداب کی کثرت نہ کرو۔ کوئی ایک لقب لکھ دیا کرو۔

اللہ تعالیٰ صحت وعافیت سے رکھیں۔ رضا بالقضا بڑی دولت ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس پروردگار نے تمھیں یہ دولت عطا فرمائی۔ اللھم تقبلہ وزدہ

اسباب میں انہماک نہیں چاہیے، بس اتنی بھاگ دوڑ ہو، جس سے فرائض وواجبات اور وظایف بندگی میں خلل نہ ہو۔ باقی ہر مال میں برکت کی دعا کرو، اِسراف اور تبذیر سے بچو۔ اِسراف محل پر خرچ کرنا ہے مگر ضرورت سے زیادہ۔ ایک اوسط درجے کے کپڑے اور کھانے سے کام چلتا ہے، لیکن بے ضرورت اس میں زیادہ رقم خرچ کرنا اسراف ہے۔ بے محل اور بے موقع خرچ کرنا تبذیر ہے۔ حرام جگہ مال خرچ کرنا تبذیر ہے کہ وہ بے موقع ہے۔ اور حلال وجائز جگہ پر ضرورت سے زیادہ بغیر مجبوری کے خرچ کرنا اسراف ہے۔ اس تبذیر اور اسراف کے ساتھ توکل نہیں نبھتا۔

میں نے دعا کی ہے اور مزید کروں گا۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائیں۔ ان کی عنایت ہوجائے تو زہے نصیب۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲؍محرم ۱۴۳۰ھ

……

[٦]

عزیزم! رزقنی اللہ وایاکم حبہ وحب رسولہ ﷺ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہر حال میں اللہ کا احسان ہے بشرطیکہ ایمان سلامت ہو۔ وہ بحمد للہ وفضلہ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ دوام واستقامت عطا فرمائیں۔ آمین

میرا گمان ہے کہ بالارادہ تو جھوٹ نہ بولتے ہوگے، بے احتیاطی، غفلت یا جوشِ گفتار میں کبھی خلافِ واقعہ بات زبان سے نکل جاتی ہوگی۔ اگر ایسا ہو تو معاً استغفار کرلیا کرو، اور زبان کے معاملہ میں چوکنّے رہو، اس سے بڑی تباہی آتی ہے۔ زبان کا زیادہ حصہ ذکرِ الٰہی میں ہونا چاہیے۔ مجمع میں بالارادہ خاموشی اختیار کرو۔ کوئی سوال کرے تو بقدرِ ضرورت جواب دو، اور اس کی پرواہ نہ کرو کہ لوگ بے وقوف سمجھیں گے۔ مخلوق کو نگاہ سے ساقط کرو۔

توحید کی حقیقت تم پر کھل رہی ہے۔ بارک اللہ فی علمک وفہمک۔ حق تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ یہی اول بھی ہے، یہی آخر بھی ہے۔ جب تمام مخلوق دل کی نگاہ سے غائب ہوجائے اور صرف اللہ باقی رہ جائے تو سمجھو کہ خاص فضل کا دروازہ کھلا، اس کے بعد لا انتہا مقامات ومراتب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائیں۔

تفویض واقعی سامانِ راحت ہے، مگر تم نیت یہ رکھو کہ یہ بندے کے اوپر اللہ کا حق ہے کہ تمام امور انھیں کے سپرد کرکے آدمی ان کے احکام واوامر کو بجالائے۔ اس کے بعد خواہ راحت ہو خواہ کچھ اور، ہم سب سے علاحدہ ہیں، ہماری پیوستگی اور تعلق صرف ذات باری تعالیٰ سے ہے کہ وہ راضی وخوش رہیں، اس کے علاوہ کچھ غرض نہیں۔ مقصد اسی کو رکھو، باقی جب وہاں تک رسائی ہوجائے، خوش بختی ہے۔

دعا کرتا ہوں اور تم سے دعا چاہتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۵؍ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

……

[۷]

عزیزم! رزقکم اللہ نسبةً کاملةً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ ہمیشہ بعافیت اور سلامت با کرامت رکھے۔ آمین

اللہ کو منظور نہ تھا کہ خط پہنچے۔ ہم اللہ کی تقدیر پر دل سے راضی ہیں۔

بہتر ہے، میں ہدایت کردیتا ہوں کہ ماہنامہ مولانا لیاقت علی ہی کے پتے پر بھیجا جائے، تم وہاں سے حاصل کرلینا۔

اب میں نے سوچا ہے کہ خط کا فوٹو لے کر بھیجوں، تاکہ اگر نہ پہنچ سکے تو دوسرا نسخہ موجود رہے۔ ویسے اگر تمھارا فون بروقت آجائے تو سنادوں گا۔ اور یہ کام بھیجنے کے بعد بھی ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ اس کا دوسرا نسخہ تو میرے پاس موجود ہوگا۔

میری رائے یہ ہے کہ تعلیم کے علاوہ کسبِ معاش کے لیے کسی اور کاروبار میں مشغول نہ ہو۔ جو کچھ تنخواہ ملتی ہے اسے ”بسم اللہ وعلی برکة اللہ“ پڑھ کر ہاتھ میں لو اور اسے چھوٹے نوٹوں میں بھنا کر کسی محفوظ بکس میں رکھ لو۔ اور بالالتزام ”بسم اللہ وعلی برکة اللہ“ پڑھ کر اس میں ہاتھ ڈال کر بغیر اس پر نگاہ ڈالے ہوئے نکالو، اور ضرورت کے بقدر گنتی کرکے لے لو اور باقی اس میں واپس کردو۔ اور کبھی دل میں خیال نہ لاؤ کہ وہ ختم ہوجائے گا۔ اللہ کی طرف سے عظیم برکت ہوگی۔

دوسرا کام یہ کرو کہ ”سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِاللّٰہِ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ“ صبح وشام سو سو مرتبہ پابندی سے پڑھو۔

تیسرے یہ کہ تہجد کے بعد سو مرتبہ استغفار پڑھو اور اس کے بعد ”اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزِ“ ۷۰؍ مرتبہ پڑھو۔ اول وآخر درود شریف تین تین مرتبہ پڑھو۔

جو خیال تمھارے دل میں آرہا ہے، اسے قلم بند کرو اور مجھے دکھاؤ۔ یہ کیا ضروری ہے کہ

وہ چھپے۔ لکھا ہوا کلمۂ حق رہے گا تو کام دے گا۔ اللہ تعالیٰ علم میں رسوخ، دین پر استقامت اور اپنی نسبتِ کاملہ عطا فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۲۸؍ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

……

[۸]

عزیزم وحبیبم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ میں بھی بخیر ہوں اور تمھاری عافیت بلکہ دوامِ عافیت کے لیے دعا گو ہوں۔

بہت خوشی ہوئی کہ مخلوق پر اعتماد اور اس سے امید وخوف کی کیفیت سے تم توبہ کر رہے ہو۔ واقعی مخلوق پر نظر کرنا خالق سے بے التفاتی ہے۔ ہاں خالق تعالیٰ کے حکم سے ہو اور بقدرِ حکم ہی ہو تو البتہ یہ باعثِ ثواب ہے۔ ایک کمزور دوسرے کمزور کی کیا مدد کرے! یہ جذبہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اس پر رسوخ اور استقامت بخشیں۔

۲- کسبِ معاش میں سرسری طور سے لگے رہو۔ اس کی مشغولیت بڑی رحمت ہے مگر انہماک نہ ہو۔ اس مشغولیت کی وجہ سے آدمی بہت سی آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے ساتھ عافیت کی دعا کا زیادہ اہتمام کرو۔

۳- جس طرح رزق مقسوم ہے اسی طرح کسب بھی مقسوم ہے۔ ”کل میسر لما خلق له“ ہر ایک جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ عمل اس کے لیے آسان کر دیا جاتا ہے۔ تم اس فکر میں مت پڑو۔ اگر اللہ کو تمھیں کسب کے ظاہری ذرائع سے ہٹانا منظور ہوگا تو اس کا وہی انتظام کریں گے۔ تم لگے بندھے کسب کو اپنے ارادہ سے ترک مت کرو۔ تقوی وتوکل اس لیے نہیں ہیں کہ ان سے روزی حاصل ہوگی۔ تقوی وتوکل کے حصول کے بعد روزی کا آسان ہو جانا، اس کی برکت ہے۔

۴- ہاں یہ بات غور کرنے کی ہے کہ بیوی بچوں سے جدا رہ کر کسب واکتسابِ معاش کے لیے اتنی دور رہنا کیسا ہے؟ تو میرا خیال ہے کہ تمھارے جیسے آدمی کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ اِدھر ہی راستہ ڈھونڈھ لو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جہاں تم ہو، اپنے اہل و عیال کو بھی وہیں رکھ لو اور اس سلسلہ میں کسی کے ساتھ اشتراک نہ رکھو۔ بچوں کو ساتھ رکھو اور پھر

توکل کرو، یہاں یا وہاں! یہ تو ایک ضروری امر ہے، اس پر غور کرو۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی فضل فرمائیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

……

[۹]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ ان کا نام لینے اور اظہارِ عبدیت کی توفیق مل رہی ہے۔ حق تعالی استقامت اور حسنِ قبول بخشیں۔

گناہوں پر جرأت نہیں، نفس وخواہش کے غلبہ اور حق تعالی کی عظمت وکبریائی سے غفلت کی وجہ سے گناہ کا صدور ہوجاتا ہے۔ نفس کو پابندِ شرع بناؤ اور حدودِ شرع سے باہر قدم نہ رکھنے دو۔ اور ہمہ وقت یہ استحضار رکھو کہ حق تعالی کی نگرانی میں ہو اور وہ بہت عظیم وکبیر ہیں۔ ڈرو بھی اور شرماؤ بھی، پھر غلطی ہوجائے تو صدقِ دل سے توبہ کرو۔

الحاح واضطرار کی جو کیفیت تم نے لکھی ہے، وہ ایک حال ہے اور حال زائل ہوجاتا ہے۔ جب یہ حال مقام بنتا ہے تو ایک دائمی اور مسلسل کیف پیدا ہوتا ہے۔ دل کو ہمہ وقت مشغول بحق رکھو۔

انتظار اور صبر تو بندگی کا لازمہ ہے، اس کی رفاقت تو آخری سانس تک ہے۔ طبیعت کو اس کا پابند کرو اور اس پر راضی رہو۔

جب ذکر کرنا شروع کرتے ہو تو ایک لمحہ کے لیے سوچ لیا کرو کہ حق تعالی کی جانب سے فیضِ روحانی بواسطۂ قلبِ شیخ آرہا ہے۔ دورانِ ذکر بھی یہ تصور کرتے رہا کرو۔

زیارتِ جمالِ نبوی ﷺ بڑی نعمت ہے مگر اختیاری نہیں ہے، خواب میں نہیں بیداری میں۔ اتباعِ سنت اور درود شریف بحضوریِ قلب کے ذریعہ یہ دولت حاصل کرو۔ تم کو ہمہ وقت یہ محسوس ہو کہ میں آں حضرت ﷺ کی زیارت کررہا ہوں۔ اللہ تعالی یہ دولتِ بیدار عطا فرمائیں۔ ملاقات پر اس کا طریقہ پوچھ لینا۔

میں کیا اور میری شفقت کیا؟ بس دل سے چاہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ حق تعالی کی

مہربانیاں تم پر اور مجھ پر بھی ہوں اور انھیں کی جانب ہمہ تن اور ہمہ قلب یکسوئی حاصل ہو جائے۔

ضیاء الاسلام کے پرچے میں لیتا آؤں گا ان شاء اللہ۔ تم ۲۹ ر نومبر کو فون کر کے یاد دلا دینا۔ میرے لیے بھی دعاے عافیت و مغفرت کرو۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ

……………………………………

[۱۰]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ نفس و ایمان کی کشمکش ہے۔ نفس اپنی خواہشات پر دوڑتا ہے اور ایمان اسے روکتا ہے تو بندۂ مومن پر ایک عجیب حال طاری ہوتا ہے۔ لیکن یاد رکھو نفس سے شکست نہیں کھانی ہے۔ کثرتِ ذکر کے لشکر سے اس کا مقابلہ کرو، خلوت کی مقدار بڑھاؤ۔ حقیقی خلوت میسر نہ ہو تو اذان کے ساتھ ہی ہر نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جایا کرو اور جماعت شروع ہونے تک آنکھیں بند کر کے ذکرِ قلبی یا پاس انفاس میں اپنے آپ کو لگائے رکھو۔ اسی طرح نماز کے بعد بھی کچھ وقت اس میں صرف کرو۔

معلوم نہیں تہجد کا کیا حال ہے؟ اس کے متعلق بتاؤ۔

مخلوق سے قلب کو انقطاعِ کامل چاہیے۔ جتنا اسے حق تعالیٰ سے جوڑو گے اتنا مخلوق سے تعلق ٹوٹے گا۔ دل پر جب بھی کسی مخلوق کا دباؤ محسوس ہو، خواہ وہ اپنی ذات یا متعلقاتِ ذات کا ہو، مثلاً اپنی عزت و ذلت، اپنی عبادت اپنا گناہ یہ سب مخلوق ہی ہیں اور ان کا دباؤ پڑتا ہے۔ اس دباؤ کو خدا کے سپرد کر کے خود کو سبک دوش کرو۔ یعنی توبہ کر کے اسے جھٹک دو اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ میں عافیت دارین کی دعا کرتا ہوں۔

جتنے حقوق العباد ہیں وہ اپنے آغاز میں حقوق اللہ ہیں۔ کیوں کہ وہ اللہ کے حکم ہی کی وجہ سے حقوق العباد بنے ہیں۔ خدا کا حکم نہ ہو تو وہ کسی بندے کا حق کیوں کر بنیں؟ بندوں کو جو بھی حقوق حاصل ہیں وہ حق تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ پس جس نے غیبت کی اس نے اولاً اللہ کی نافرمانی کی، پھر اس کا اثر بندے تک پہنچا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ وہ بندے کو معلوم نہ ہو تو محض حق اللہ ہی رہ

جائے گا، حق العباد نہیں بنے گا۔ دیکھو اگر کسی نے کسی کا مال غصب کرلیا یا چوری کرلی اور اس کا پتہ مالک کو نہیں ہے تو کیا یہ حق العبد نہ ہوگا؟ یقیناً ہوگا، کیوں کہ حقوق العباد کے تمام مطالبات اس پر جاری ہوں گے۔ پس یہی حال غیبت کا بھی ہے۔

'جاء الحق' کا مصنف بہت بدفہم اور چال باز ہے۔ اس کی یہ کتاب بدفہمیوں اور چال بازیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے خود کو محروم ہی رکھو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی

۱۵؍رجب ۱۴۳۱ھ

❑❑❑

مولانا ابوعبید صاحب حیدرآبادی و برادران

[۱]

عزیزان گرامی قدر مولوی ابوعبید و برادران سلمہم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافاکم اللہ............

جو بات سب کو پیش آنی ہے، جس سے کسی کو مفر نہیں، جو معاملہ پیدا ہونے سے پہلے ہی طے ہو چکا تھا، جس سے عموماً غفلت ہوتی ہے، لیکن بیماریوں تکلیفوں اور ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے چونک پیدا کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے، لیکن امیدوں کا رشتہ پھر بھی اس سے غافل کیے رہتا ہے، وہ بات پیش آ کر رہی۔ تمھارا فون آتا تھا تو میں دہل جاتا تھا کہ اللہ جانے کیا خبر ہوگی، مگر بیماری کی اطلاع سے طبیعت کو اطمینان ہو جاتا تھا کہ ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی۔ تمھارا آخری فون آیا تب بھی میں گھبرایا، مگر اب کی خبر نے گھبراہٹ کو آخری مرحلہ پر پہنچا دیا۔ جو کچھ ہوا اس کی کھٹک دل میں موجود تھی، لیکن بندے کیا کر سکتے ہیں؟ علاج کر سکتے ہیں۔ بیماری عطا کرنے والے سے صحت مانگ سکتے ہیں۔ میں سوچتا تھا کہ میری بیماری طویل و مدید ہے۔ پہلے میری آنکھ بند ہوگی اور میرے بزرگ دوست میری مغفرت کے لیے ہاتھ اٹھائیں گے، مگر معاملہ برعکس ہوگیا۔ یہ بیمار سانس لیتا رہ گیا مگر اپنی کمزوری اور بیماری کی وجہ سے جنازہ پر حاضر نہ ہوسکا۔ اور میرے بزرگ خوش و خرم بارگاہِ حق میں حاضر ہوگئے اور میری عدمِ حاضری پر کہہ رہے ہیں:

کشتے کہ عشق دارد نہ گزاردت بدیں شاں
بجنازہ گر نہ نیائی بمزار خواہی آمد

اور میں عرض کر رہا ہوں کہ آپ تو سبقت کر گئے اور بھی کئی احباب جا چکے ہیں لیکن باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں۔

آپ کے اوپر عالمِ غیب کھل چکا ہے، جنت کی ہوائیں روح پرور آرہی ہوں گی۔ حق تعالی کی رضاوخوشنودی کا پروانہ مل چکا ہوگا۔ زندگی کی جدوجہد بھاگ دوڑ کا صلہ وثواب مل رہا ہوگا:

جان ہی دیدی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

یا اللہ! آپ تو کریم ہیں۔ آپ کے کرم کا امیدوار ساری عمر یہ بندہ رہا۔ اب دنیا کے بوجھ کو اتار کر یہ بندہ آپ کے دربار میں حاضر ہے۔ ہم آپ کے کرمِ بے کراں سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ بندہ شکر کی زبان سے گویا ہوگا: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ“۔ (فاطر۳۴)

عزیزانِ گرامی! میں ذہنی رو میں ادھر ہی چلا گیا، جدھر مولانا گئے ہیں اور چشمِ تصور اور نگاہِ امید سے وہی کچھ دیکھنے لگا جس کی توقع ایمان والے کو پروردگار کی حکمت ورحمت نے دلائی ہے۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں کے سر سے ایک مقدس، متبرک اور رحمتِ الٰہی کا گھنا سایہ اٹھ گیا۔ اس کی وجہ سے تم لوگ ایک تحیر اور اضطراب و درد سے دوچار ہو۔ مگر یاد رکھو دنیا کا ہر تعلق فانی ہے، صرف اسی تعلق کو بقا ہے جو اللہ سے ہو یا اللہ کے لیے ہو۔ جگہ کے بدلنے سے تعلق نہیں ٹوٹتا۔ والد گرامی سے جو تعلق ہے اس کا دنیاوی حصہ فوت ہو گیا مگر وہ حصہ جو محض اللہ کے واسطے اور اللہ کے حکم سے ہے، وہ لازوال ہے، اس کے آثار وثمرات باقی ہیں۔ یہاں بھی کام آئیں گے اور خدا کے یہاں پہنچ کر بھی کارآمد ہوں گے۔ بس اللہ کے لیے اور اللہ کے حکم سے صبر کرو اور صبر والوں کی بشارت سے سرفرازی حاصل کرو: ”اُولٰٓـئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ“۔ (البقرہ ۱۵۷) خصوصی رحمت بھی، عمومی رحمت بھی اور خاص طور سے ہدایت کی نعمت بھی!

میں کن لفظوں سے تم لوگوں کی تسلی کروں، میرا دل خود زخموں سے چور ہے۔ بس دعا کرتا ہوں اپنے لیے بھی، تم لوگوں کے لیے بھی اور مولانا کے لیے جو دعا کرتا ہوں، وہ تو پلٹ کر میرے ہی لیے سعادت بنتی ہے۔

اہتمام کرو کہ وفات کے بعد احکامِ شرع کے مطابق تمام معاملات انجام دو۔ وراثت کا مسئلہ، باہمی اخوت کا مسئلہ، والدہ کی خدمت گزاری کا مسئلہ، والدِ محترم کے دوستوں اور اہلِ تعلق

سے ان کی منشا و مرضی کے مطابق معاملہ کا مسئلہ، مسجد و مدرسہ کا مسئلہ، سب جگہ احکامِ شرع کو مقدم رکھو۔ نہ اپنا نفس، نہ اپنی خواہش، نہ دنیاوی مفاد بلکہ صرف اللہ و رسول کی رضا۔ اس سے تم لوگوں کا کام بھی آسان ہوگا اور مولانا کی روح بھی خوش ہوگی۔ اور یہ بڑی دولت ہے کہ تم لوگوں کی طرف سے خوشی اور اطمینان کی سوغات ان کی خدمت میں پہنچے۔

سب گھر والوں کو میرا یہ خط سنا دو۔ بھائی ابراہیم صاحب اور نظام صاحب کو بھی سنا دو اور سب کو سلام کہو۔ ابھی مجھے سفر کی اجازت نہیں ہے، جیسے ہی اجازت ہوگی میں رختِ سفر باندھوں گا ان شاء اللہ۔

میری دعائیں سب کے لیے ہیں۔ گھر کے لیے، مدرسہ کے لیے، اساتذہ کے لیے، طلبہ کے لیے۔ اور سب سے میں دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

والسلام
غمزدہ و سوگوار
اعجاز احمد اعظمی
۱۲؍ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

❑❑❑

مولانا محمد مجتبیٰ قاسمی صاحب

[۱]

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم امابعد:

عزیز گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا شاگرد آیا، تمھارا خط لایا۔ اتنا باریک لکھا ہوا کہ خوردبین کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اتنا باریک نہ لکھا کرو، مشکل سے پڑھ سکا۔

تبدیلی کا احساس مبارک ہو۔ 'حدیث دوستاں' بالالتزام پڑھتے رہو، روزانہ اس کو اپنے مطالعہ میں رکھو۔ 'سیرت المصطفیٰ' کو بھی مسلسل مطالعہ میں رکھو۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کی کتاب 'ترجمان السنۃ' کا بالاستیعاب مطالعہ کرو۔ حضرت مولانا عبدالغنی پھول پوری علیہ الرحمہ کی کتاب 'معرفتِ الٰہیہ' بھی حاصل کرو۔ میری کتاب 'حیاتِ مصلح الامت' اور 'تذکرہ شیخ ہانسچوی' پڑھو۔ مولانا علی میاں کی کتاب 'سوانح شاہ عبدالقادر رائے پوری' اور 'تذکرہ شاہ فضل رحمان' کا مطالعہ کرو۔ محبت الٰہی اور محبت نبوی میں اضافہ ہوگا۔

وساوس کی طرف دھیان نہ دو، نہ کہیں قطرہ ٹپکتا اور نہ ریح خارج ہوتی۔ یہ سب وَلْهَانْ کی کارستانی ہے، جو اہلِ ایمان کی طہارت میں پریشانی ڈالنے کا کام کرتا ہے۔

طلبہ کی تربیت کرو، مگر کسی سے اتنی دلچسپی نہ رکھو کہ اس کی عدم موجودگی میں دل کو بے چینی ہو یا اس کے بلانے اور قریب کرنے کا داعیہ شدید ہو۔ بطخ کی طرح رہو کہ وہ پانی میں رہتی ہے مگر جب اس سے نکلتی ہے تو اس کے پروں پر پانی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

ریاکاری سے بے فکر ہو کر اعمالِ صالحہ بجالاتے رہو۔ اپنے کسی عمل میں بالقصد کسی مخلوق کو خواہ وہ ناظم ہوں، طلبہ ہوں، دوست احباب ہوں یا عوام الناس ہوں، اپنی نظر میں نہ لاؤ۔ مخلوق کو اثباتاً ونفیاً کسی طرح بھی مطمح بنانا ریاکاری ہے۔ بس اتنا کافی ہے کہ مخلوق کو مقصوداً نظر میں نہ لاؤ،

اس کے بعد خواہ کوئی خیال آتا رہے، التفات نہ کرو۔

میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ ظاہری و باطنی تمام امراض سے شفا عطا فرمائیں۔ جن طلبہ کا تم نے سلام لکھا ہے ان کو میرا بھی سلام کہو۔ میں ان کے لیے خصوصاً اور تمھارے تلامذہ کے لیے عموماً دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

❑❑❑

مولانا حسین احمد صاحب غازی پوری

[۱]

عزیزم حافظ حسین احمد سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وفقکم اللہ لما یحب ویرضی ورزقکم صبراً جمیلاً وا تاکم اجراً جزیلاً

والدہ محترمہ کے انتقال کے حادثہ کی اطلاع اسی روز مجھے مل گئی تھی مگر میں سفر کے لیے پا بہ رکاب تھا۔ میری صحت بھی اس وقت متغیر تھی۔ میں ڈاکٹروں کی اجازت سے محض آرام کرنے کی غرض سے سفر کر رہا تھا، عین دورانِ سفر یہ اطلاع ملی۔ اس وقت میں غازی پور شہر میں تھا اور تھوڑی دیر کے بعد سونتر تا سینانی ٹرین مجھے پکڑنی تھی۔ سخت صدمہ ہوا، تمھارے لیے بہت دعائیں کیں۔ تم نے ماشاءاللہ ماں کی خدمت خوب کی۔ اللہ نے تمھیں یہ سعادت بخشی، ان شاءاللہ اس کا اجر اور بدلہ دارین میں دیکھو گے۔

تمھارے لیے یہ صدمہ بڑا دل گداز اور جان کاہ ہے، لیکن خدا نے جو کچھ مقدر فرما دیا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، اس میں کسی کو کوئی طاقت اور دخل نہیں۔ اس میں بندہ کا وظیفہ یہی ہے کہ وہ رضا بالقضا کا سبق دہراتا رہے، حق تعالی کی حمد و ثنا کرے اور جانے والے کے لیے دعاے مغفرت اور ایصال ثواب کرے۔

عزیزم! ماں کا صدمہ دل پر سخت ہوگا، یہ داغ دل پر بہت عرصہ تک باقی رہے گا، ماں بہت یاد آئے گی اور دل بہت تڑپے گا۔ مگر بتاؤ کہ صبر کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ جانے والی ذات دنیا میں پھر لوٹ کر نہیں آئے گی۔ ہمیں اور تمھیں بھی دیر سویر وہاں پہنچنا ہے۔

اللہ تعالی کی رحمتیں اور مغفرتیں نازل ہوں تمھاری ماں پر! بیماری کی شدید تکلیفیں جھیلی ہیں، ان شاءاللہ ہر تکلیف اجر و ثواب بن کر سامنے آ رہی ہوگی۔ حق تعالی کی طرف سے تکلیفیں اور مصیبتیں آتی ہیں تو وہ سب آخرت میں راحتیں اور نعمتیں بن جاتی ہیں۔ خدا ان کی روح کو خوش

رکھے۔ آمین

اب تم یکسو ہو کر تحصیل علم میں لگ جاؤ۔ تمھاری یہ کوشش اور لگن تمھارے ساتھ ماں کی ترقیِ درجات کا سبب بنے گی۔ میں دل وجان سے تمھارے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ تعالی اپنی رحمتوں میں تم کو، تمھاری والدہ مرحومہ کو اور تمھارے والد محترم کو نہال وخوش حال رکھیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱/ جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ

❑❑❑

محمد عرفات اعظمی

[۱]

الحمدلله وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده اما بعد:

فرزندِ عزیز! رزقکم الله علماً نافعاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا مکتوب ملا۔ جو حالات تم نے لکھے ہیں وہ عین توقع کے مطابق ہیں۔ ایک سچے طالب علم کو ان حالات سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ تحصیل علم کی راہ خصوصاً اس میں تحصیل کمال کی راہ اس قسم کی وحشتوں اور ہنگاموں سے پٹی پڑی ہے۔ بڑی ہمت درکار ہے، بڑا حوصلہ چاہیے اور بڑی استقامت کی ضرورت ہے کہ یہ وحشتیں نہ صرف راہ سے ہٹ جائیں بلکہ نئی نئی دولتوں کی سوغات پیش کر کے جائیں گی۔

طلبِ علم کا اصل رکن خود طالب علم ہے، اس کا حوصلہ اور اس کا شوق ہے، اس کی محنت اور اس کی جفاکشی ہے۔ استاذ ہاتھ پکڑ کر چلاتا ہے، کتاب روشنی فراہم کرتی ہے۔ اگر رکن اول غائب ہو تو باقی ارکان عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ موجود ہو تو استاذ کا اشارہ اور کتاب کی ہلکی روشنی بھی کافی ہوتی ہے۔

تمھارے ہاتھ میں کسی مجبوری کی وجہ سے کتاب نہ سہی، تم اپنی کتابوں کا خود انتظام کر لو۔ درسگاہ میں بیٹھنے کی جگہ پیچھے سہی، تنگ سہی، مگر تمھارے دل ودماغ کی وسعت سب کو کشادہ کر دے گی۔ تمھارا حوصلہ درست رہا تو تمھاری جگہ آگے ہے۔ تمھارا شوق سلامت رہا تو جگہ کی تنگی تمھاری رفتار کو تیز سے تیز کر کے رہے گی۔ پانی کو آگے بڑھنے کا جذبہ ہوتا ہے تو جگہ کی تنگی اس کی روانی کو طوفان بنا دیتی ہے۔ حالات موافق ہوں یا مخالف، تمھارا جنونِ آرزو سلامت رہے، پھر حالات خود بخود تمھارا ساتھ دینے لگیں گے اور تمھارے مددگار ہوں گے۔

نئے ماحول میں، بڑے ماحول میں، اجنبی لوگوں میں آدمی کا دل گھبراتا ہے، طبیعت کشاکش میں مبتلا ہوتی، مگر وہ چیز جس کی آرزو اور جس کی تلاش میں آدمی اس اجنبی ماحول میں پہنچا ہے، وہی چیز اور اسی کے حصول کا جذبہ اسے سنبھالتا ہے۔ تم اپنے گردوپیش کو نظر سے ساقط کرو اور اپنے دل کی دنیا، اپنے حوصلوں کے عالم اور اپنے جذبۂ شوق کی کائنات کو اپنی نگاہ میں رکھو۔ کسی سرمست شاعر نے کتنی اچھی بات کہی ہے:

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر و سمن در آ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ دل کشا بچمن در آ

تم اپنے دل و دماغ سے کام لو۔ بروقت کتاب کا حل کر لینا مقصود ہے خواہ استاذ نظر آئیں، خواہ ہجوم کی وجہ سے نظر نہ آئیں۔ تم نے کتاب سمجھ لی، اسے ذہن نشین کر لیا تو آگے راستہ صاف ہے۔ بار بار پڑھو، تاکہ یاد ہو جائے۔ یاد علم کے لیے اصل نعمت ہے اور بھول جانا علم کی آفت ہے۔ موقع ملے تو تکرار کراؤ۔ ماحول بڑا ہے، اپنے ارادے سے نمایاں ہونے کی کوشش نہ کرو۔ حق تعالیٰ نمایاں کر دیں تو ان کا شکر ادا کرو۔

شوال سے بقرعید تک آزمایشی دور ہے، پھر جی لگ جائے گا ان شاء اللہ۔ میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک خط اور لکھ رکھا ہے، اس کے انتظار میں دیر ہوئی۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۷؍ ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ

□□□

مولوی محمد یاسین صاحب کیموری

[ا]

عزیزم! **وفقکم اللّٰہ من الصبر والاستغاثۃ**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل عزیزم حافظ محمد اکمل سلّمہٗ نے بتایا کہ تمھارے والد محترم کا انتقال ہوگیا **إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون**۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور تم سب گھر والوں کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائیں اور تمام مسائل وامور کو آسان فرمائیں۔ تم سب کے وہی وکیل وکفیل ہیں۔ **وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون**

تمھاری تعلیم کا زمانہ اور ایسے وقت میں والد کا دنیا سے رخصت ہوجانا، تمھارے لیے بہت بڑا حادثہ ہے۔ والد کا سایہ حق تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔ اس سایے میں اولاد اطمینان وسکون کے ساتھ زندگی کی ابتدائی منزلیں طے کرتی ہے۔ لیکن اس سایہ کے اٹھ جانے سے بڑی بے اطمینانی اور گھبراہٹ ہوجاتی ہے۔ مجھے کچھ ایسا خیال آتا ہے کہ تم شاید ان کی اولاد میں بڑے ہو اور ابھی تم عربی چہارم میں ہو۔ یہ وقت تمھارے لیے اور تمھارے تمام متعلقین کے لیے بڑی آزمایش کا ہے۔ لیکن:

عزیزم! خوب سمجھ لو کہ نظامِ کائنات حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ان کی رحمت وربوبیت کے ماتحت ہے۔ تمام امور اور تمام بندوں کے مالک وہی ہیں۔ اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے، ان کے حکم اور مشیّت سے ہوتا ہے۔ پھر یہ انھیں کا کام ہے کہ ہر ایک پر رحمت ومہربانی کی چادر پھیلائے رہتے ہیں۔ تم اس وقت بظاہر بے سہارا معلوم ہوتے ہو، بظاہر ایک عظیم سایہ جو تم لوگوں کے سروں پر تھا، اس سے محروم ہوگئے ہو، ایسا لگتا ہوگا کہ دنیا کی کڑی دھوپ میں آگئے ہو۔ لیکن عزیزم! ایسا نہیں ہے، اللہ کی رحمت کا سایہ موجود ہے۔ یہی سایہ پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ یہ سایہ نہیں اٹھے گا۔ رحمت کے سایے ہی میں تم اب تک رہے ہو اور باقی وقت بھی اسی سایہ میں بسر ہوگا۔ یہ سایہ تم پر بھی قایم رہے گا۔ تمھارے والد جو اَب اس دنیا میں نہ رہے، وہ بھی اسی سایے میں ہیں۔ حق تعالیٰ کی

رحمت کے اس سایہ کو محسوس کرنا چاہو اور اس سے کما حقہ استفادہ کرنا چاہو تو اس وقت اس کا ایک بہت بڑا سبب تمھارے ہاتھ آیا ہے، اور وہ ہے 'صبر' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر، اس کی رحمت پر، اس سے راضی ہونے پر دل کا جماؤ! اس بات کو پکڑ لو اور پھر دیکھو کہ اللہ کی مہربانی کن کن شکلوں میں ظہور کرتی ہے، اور اس کے ثمرات ونتائج کتنے شیریں اور فرحت بخش حاصل ہوتے ہیں۔

دیکھو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، یہ ان کا وعدہ بھی ہے، ان کی طرف سے تسلی بھی ہے، ان کی مہربانی بھی ہے۔ فرماتے ہیں: بَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ۔ صبر کرنے والوں کو خوش خبری سناؤ۔ ایسی خبر جس سے ان کے دلوں کا صدمہ دور ہو جائے اور انھیں اطمینان وسکون کی منزل مل جائے۔ یہ خوش خبری محض اس لیے کہ انھوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ وہ صبر کیا ہے؟ دل کی ایک حالت ہے! کیسی حالت؟ دیکھو وہ خود بتاتے ہیں کہ اس حالت کی ترجمانی اپنی زبان سے بندے کیوں کر کریں؟ اس ذات ارحم الراحمین نے صبر وقرار کے اس قلبی حال کی ترجمانی کے لیے ایک ایسا طاقتور ایمانی کلمہ تلقین فرمایا ہے جو خود صبر کی مضبوط چٹان بن کر آدمی کو گرنے سے بچا لیتا ہے۔ یہی قول اس کے استقامت کی دلیل ہے۔ مصیبت زدہ آدمی خود اس کا اظہار کیوں کر کرے؟ وہ تو اپنی تکلیف میں ہے۔ وہ رحیم وکریم خود اپنے مصیبت کے مارے بندوں کی زبان پر اپنا پسندیدہ کلمہ جاری فرما رہے ہیں، وہی سکھاتے ہیں، وہی توفیق بھی دیتے ہیں اور وہی اطمینان بھی بخشتے ہیں۔ سنو! وہ فرماتے ہیں: الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ صبر ان لوگوں کا کام ہے جو مصیبت پر اگر کچھ بولتے ہیں تو یہ بولتے ہیں کہ 'ہم اللہ ہی کے بندے ہیں اور اسی کی ملکیت میں ہیں اور ہم سب کو انھیں کے حضور لوٹ کر جانا ہے۔' گویا وہ دل وجان سے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی بندگی اور ان کی مالکیت کا اقرار کر کے اس پاک ذات پر اطمینان واعتماد کا اعلان کر دیتے ہیں۔ تب حق تعالیٰ کی طرف سے انھیں تین چیزیں بطور انعام عطا ہوتی ہیں۔ ایک ان کی تعریف، دوسرے ان پر رحمت، تیسرے ہدایت۔ فرماتے ہیں: أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ (البقرہ ۱۵۷) یہی لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی بہترین تعریف فرماتے ہیں اور ان پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور یہی لوگ ہدایت کی راہ پر ہیں۔

آدمی کے لیے اس سے بڑی دولت اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی تعریف فرمائیں۔

'صلوات' کے معنی 'ثناء من اللہ' ہے۔ یعنی اللہ کی جانب سے تعریف! پس یہ کتنی بڑی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کی خود تعریف فرمائیں۔ اور یہ خالی خولی زبانی تعریف نہیں ہے۔ اللہ کی شان بہت بلند و برتر ہے، اس کے ساتھ ان کی مہربانیاں اور رحمتیں برستی ہیں، اور رحمت ہی ہے جس سے ہر کام بنتا ہے۔ یہ نہ ہو تو ہر کام بگڑ جائے۔ اور یہی وہ ہدایت ہے جس پر حق تعالیٰ کے تمام انعامات موقوف ہیں۔ پس صبر کرنے سے یہ تینوں فضیلتیں حاصل ہوگئیں۔ اس لیے میرے عزیز! گھبراؤ مت! اللہ نے جو حکم دیا ہے اور جس پر اتنی عظیم بشارتیں سنائی ہیں، اسے مضبوطی سے تھام لو، اور گھر والوں کو بھی تلقین کرو۔ والد کا وجود انھیں کی رحمت سے تھا، والد اب نہیں رہے، انھیں کے پاس گئے جن کی رحمت سے وہ دنیا میں موجود تھے۔ وہ رحمت اب بھی باقی ہے اور بے کراں ہے۔ انھیں پر بھروسہ رکھو اور انھیں سے مدد مانگو۔ ان کی فرمانبرداری اور اطاعت پر کمر بستہ رہو اور حالات کی بہتری کا انتظار کرو۔

ایسا نہ ہو کہ بے صبری کر کے اللہ تعالیٰ کی ان بشارتوں اور رحمتوں کو کھو دو۔ اب والد تو جہاں جا چکے ہیں وہاں سے لوٹنے والے نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہوگا...... اور ان کی ذاتِ رحیم و کریم سے یقین ہے کہ انھوں نے بخشش کر دی ہوگی...... تو وہ خود واپس آنے کو نہیں چاہیں گے۔ پس ایسا نہ ہو کہ ان سے تو جدائی ہو ہی گئی، صبر کرنے پر جو خدائی وعدے اور بشارتیں ہیں، بے صبری کی وجہ سے ان سے بھی محرومی ہو جائے۔ پس محض اللہ کی رضا کے لیے صبر و استقامت کو مضبوطی سے پکڑو۔

اللہ تعالیٰ تمھارے والد کی مغفرت فرمائیں، ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین

اور اے اللہ! اپنے بندے محمد یاسین اور اس کے گھر والوں کو صبر و رضا کی خوب توفیق عطا فرمائیے اور اس پر آپ نے جو بشارت سنائی ہے اور جو وعدے کیے ہیں، ان کو ان لوگوں کے حق میں پورا فرمائیے۔ علمِ نافع سے، عملِ صالح سے، حیاۃِ طیبہ سے، رزقِ حلال سے ان سب کو مالا مال فرما دیجیے۔ آمین یا رب العالمین بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً

اعجاز احمد اعظمی

۲۹ر صفر ۱۴۳۱ھ

□□□

حافظ منہاج اصغر صاحب دیناج پور

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ طبیعت کسی قدر ناساز ہے۔ بڑی خوشی ہوئی کہ کلام پاک یاد کر رہے ہو۔ اللہ تعالی خوب اچھی طرح یاد کرادیں اور پورے طور پر تم کو قرآن کریم سے وابستہ کردیں۔

اپنے کو بدنصیب نہ لکھو۔ مومن بدنصیب نہیں ہوتا، یہ ناشکری ہے۔ مومن گنہ گار تو ہوتا ہے لیکن جب سچی توبہ کرلیتا ہے تو سب گناہ صاف ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالی کو راضی رکھنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالی تم سے، مجھ سے اور سب مسلمانوں سے راضی ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۱/ جمادی الاخری ۱۴۱۷ھ

……

[۲]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انتظار کے بعد آج تمھارا خط ملا۔ بہت خوشی ہوئی۔ میرا سفر بحمد اللہ اچھی طرح پورا ہوا۔ میں عصر کے وقت مدرسہ پہنچ آیا تھا۔ ٹرین ایک گھنٹہ لیٹ ہوگئی تھی۔

اچھا ہوا کہ تم تیلنی پاڑہ پہنچ گئے۔ جیسے میں نے بتایا ہے اُسی طرح بچوں کو پڑھانا۔ اس وقت ایک بات کہنا بھول گیا تھا۔ .... صاحب کا لڑکا .... بھی وہیں پڑھتا ہے۔ تمھاری اس سے شاید بے تکلفی ہے۔ اب تم استاذ ہو، اب اس سے فاصلہ کرلینا، بے تکلفی ختم کردینا اور اس سے چوکنا بھی رہنا۔ اس میں جھوٹ بولنے کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ اس لیے کسی بھی معاملہ میں، خواہ

وہ طلبہ کا ہو یا اساتذہ کا یا مولانا ابوالخیر صاحب کا، وہ کچھ بھی کہے، اس کو سچا نہ جاننا اور نہ اس کی باتوں سے متاثر ہونا۔

تم حساس بھی زیادہ ہو، اور حساسیت کا پہلا اثر بدگمانی ہوتا ہے۔ کسی سے بدگمان نہ ہونا۔ یہ گناہ بھی ہے اور بدگمانی کرنے والے کے لیے سخت مضر بھی ہے۔ کسی سے بدگمانی کا وسوسہ ہو تو فوراً اس کی طرف سے کوئی تاویل کر لینا۔ اگر تاویل نہ سمجھ میں آئے تو اپنے کو اس کی جگہ پر رکھ کر دیکھنا کہ اگر وہی بدگمانی کسی کو تمھارے متعلق ہوتی تو اپنی صفائی میں کیا کہتے؟ وہی اس کی طرف سے کہہ لیا کرو۔

غصہ پر نگاہ رکھنا۔ تم کو غصہ کبھی بے قابو نہ کر دے۔ مار پیٹ سے بچتے ہی رہنا، اس میں اکثر ظلم ہو جاتا ہے۔

ہاں! اب خط کارڈ پر نہ لکھو، لفافہ میں لکھو۔ جوابی لفافہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ان شاء اللہ جواب لکھوں گا۔ البتہ ہر خط پر اپنا پورا پتا ضرور لکھنا، بلکہ انگریزی میں ایک چٹ پر لکھ کر اسی لفافے میں رکھ دینا، وہی چٹ میں اِدھر سے لفافے پر چپکا کر بھیج دوں گا۔ اور ہر پندرہ دن پر ایک خط ضرور لکھو۔

باقی سب خیریت ہے۔ بقرعید کے بعد تمھاری طرف آنے کا پھر ارادہ ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۶/ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ

……………………………

[۳]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ اس سے پہلے بھی ایک خط آیا تھا۔ اس کا جواب میں نے لکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ملنے سے پہلے تم نے یہ دوسرا خط لکھا ہے۔ اب مل گیا ہوگا۔ تیلنی پاڑہ کے حالات سے تشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ امن وسکون قایم فرماویں۔

بچوں کو مارنے کی غلطی نہ کرو۔ تم یہ سمجھو کہ تمھیں بچوں کی تربیت نہیں کرنی ہے، اپنی تربیت کرنی ہے۔ بچوں کا کام ڈانٹ ڈپٹ کر نکال لیا کرو۔ خود تمھیں تحمل کا سبق سیکھنا ہے۔ علم بقدر مقدر ملے گا۔ تمھاری مار پیٹ کا نقصان تم کو بھی ہوگا اور بچوں کو بھی۔ اس لیے احتیاط ہی سے کام لو۔ اپنے غصہ کو روکو، آنے ہی مت دو۔ اور آجائے تو اُسی کی گردن مارو۔

میں اس وقت دربھنگہ میں ہوں۔ تین چار دن میں حیدر کے یہاں جانے کا ارادہ ہے۔ وہاں سے پھر ان شاء اللہ تمھارے یہاں آؤں گا۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
٥/ ذوالحجہ ١٤١٨ھ

……………………………………

[٤]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے خط کا میں منتظر تھا، اب ملا۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وانعام ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کی خدمت کے لیے تم کو قبول فرمایا۔ دعا کرتے رہو کہ اس احسان سے محرومی نہ ہو۔ میں تو دعا کرتا ہی رہتا ہوں۔ مولانا ابوالخیر صاحب نے جو کچھ فرمایا، وہ بجا ہے۔ اگر وہ صاف اور صریح لفظوں میں کہہ دیں کہ تم اب یہاں نہ پڑھاؤ، تو چھوڑ دینا، اس سے پہلے لگے رہو۔ البتہ اپنی نگرانی کرتے رہو۔ وہ یہ کہ اپنے کام میں منہمک رہو، کلام کم کرو، لوگوں سے ملنا جلنا بھی کم رکھو۔ اپنی طبیعت کی تیزی اور اس کے نتیجے میں تیز کلامی سے مکمل احتراز کرو۔ ہمیشہ گفتگو نرم اور شیریں کرو۔ اس سے درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور محبوبیت بھی پیدا ہوتی ہے۔ اسی کا ہم کو اللہ ورسول کے دربار سے حکم ہے۔ پس نہ زیادہ بولو، نہ تیز کلامی کرو، اور نہ لوگوں سے بے تکلفی کے ساتھ زیادہ میل جول رکھو۔

خالی اوقات میں تلاوت کیا کرو۔ بعد نماز فجر چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرو:

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ! لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَصْلِحْنَا اُمُوْرَنَا كُلَّهَا فِي الدَّارَيْنِ عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔

میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ہمیشہ خیر وفلاح میں رکھیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۸/محرم ۱۴۱۹ھ

………………………………

[۵]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ تمھاری طبیعت میں بہت تیزی ہے۔ یک دم تمھیں اشتعال ہوتا ہے۔ تمھیں ایسے موقع پر زبان اور ہاتھ دونوں بند رکھنا ضروری ہے، مگر تم نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کو کھول دیا تھا۔ جیسا اشتعال تمھیں ہوتا ہے، اور اس وقت جس سخت کلامی کا تم سے صدور ہوتا ہے، وہ بہت قابلِ اصلاح ہے۔ کاش تم اسے سمجھتے۔ مفتی صاحب کی جو بھی غلطی ہو، لیکن تمھیں اپنی غلطی کا احساس کرنا چاہیے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ تم میں اور مولانا ابوالخیر صاحب میں نباہ نہیں ہوگا، اس لیے ان سے علاحدہ ہو جانا ہی مناسب ہے۔ لیکن اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تم اپنی طبیعت کے غصہ اور اشتعال کو رخصت کر دو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲/صفر ۱۴۱۹ھ

………………………………

[۶]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نماز سے پہلے دل کو خوب حاضر کر لیا کرو، اسی استحضار پر پوری نماز میں قایم رہو۔ اگر خیال اِدھر اُدھر بھٹکے پھر حاضر کر لیا کرو۔ اللہ سے دعا کیا کرو۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔

آواز کو اسی قوت سے بلند کرو، اور اس میں زیادہ تکلف نہ کرو۔ اور لوگوں کے اعتراض کو

اپنے حسنِ اخلاق سے دفع کرو۔ تمھارا اخلاق اچھا ہوگا، تم لوگوں سے محبت کروگے، ان کی غلطیوں کو ہنس کر درگزر کروگے، کلام میں نرمی اختیار کروگے، بلکہ ہر معاملہ میں تمھارا رویہ نرم ہوگا تو ان شاء اللہ تمھاری محبت دلوں میں پیدا ہوگی، اس کے بعد کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

پس غصہ کا نام بھولے سے بھی نہ لینا، چاہے کتنا ہی غصہ کا مقام ہو۔ تحمل ہی میں خیر ہے۔ یہ مسئلہ تو قرآن وحدیث سے ثابت ہے، لیکن اس کے ساتھ بے شمار تجربات بھی ہیں۔ خود میرا حال یہ رہا ہے کہ غصہ کی جگہ غصہ کیا ہے تب بھی نقصان ہوا ہے، یا فایدہ کم ہوا ہے۔ اور اگر تحمل کیا ہے تو بہت نفع ہوا ہے۔ غصہ کی جگہ غصہ کرنے سے بھی نقصان اس لیے ہوجاتا ہے کہ غصہ کرنے میں آدمی مخلص نہیں ہوتا۔ اس وقت نفس اپنے شباب پر ہوتا ہے۔ تو غصہ ہوا تو برمحل مگر وہ خود غلط ہوا۔ اور تحمل میں نفس کا دخل بالکل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ وہ اس کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے۔ پس اسے بالکل ترک کرو۔ ہمت کر کے ترک کرو۔

اللہ کرے تم ٹھیک ہو۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام

اعجاز احمد اعظمی

۷/رجب ۱۴۱۹ھ

……………………………………

[۷]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ حالات سے واقفیت ہوئی۔ خط برابر لکھتے رہو، اس کا اندیشہ نہ کرو کہ کوئی غلطی ہوجائے گی۔ اگر ہوگی تو بتادوں گا، دل میں اس کی تکلیف نہیں رکھوں گا۔ خط میں دیر ہوتی ہے، اور میں اپنی مصروفیات میں گم ہوجاتا ہوں تو بعد میں جب یاد آتی ہے تو دل کو افسوس ہوتا ہے کہ اتنے دنوں کیوں فراموشی رہی؟ اور جلد جلد خط آیا کرے تو یہ فراموشی ان شاء اللہ نہ ہوگی۔

اِجمالاً اپنے تمام اہل تعلق کے لیے متواتر دعا کرتا ہوں، لیکن بسا اوقات نام ذہن میں نہیں رہتا۔ اور جب نام ذہن میں رہتا ہے تو دعا کرنے میں زیادہ فرحت ہوتی ہے۔ بہر حال! غلطی کا اندیشہ نہ کرو۔

تمھاری معاشی پریشانی سے رنج ہوا، لیکن کیا کیا جائے؟ کمالات انھیں پریشانیوں میں نکھرتے ہیں۔ کمالات کا ظہور اسی وقت ہوتا ہے جب خوب رگڑائی ہوتی ہے۔ اس کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر قبول کرو۔ پھر انھیں جب منظور ہوگا...... اور ضرور ہوگا...... تو ان شاء اللہ سب تکلیفیں دور ہو جائیں گی۔

تم دعا میں گریہ وزاری سے کام لو۔ استغفار صبح وشام کثرت سے پڑھا کرو۔ باقی وہاں کے سلسلے میں جو تم نے سوچا ہے، بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کریں گے، بہتر ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۴/ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

……………………………………

[۸]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کا شکر ہے کہ شکوک وشبہات تمھارے سب دور ہو گئے۔ آئندہ ہر شبہ وشک نیز بدگمانی کو اپنے سے دور رکھو۔ یہ چیز آدمی کو گنہ گار تو بناتی ہی ہے، اندر سے دنیاوی اعتبار سے بھی کھوکھلا اور بے وزن بنا دیتی ہے۔ وہ ہر وقت ذہنی اضطراب میں مبتلا رہتا ہے۔ اس لیے جو چیز بالیقین سامنے آ جائے، اس کی تدبیر تو کرو، مگر محض قیاس آرائی سے کوئی بات دل میں نہ جماؤ۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی محض اپنے قیاس کی بنیاد پر ایک بات دل میں جما لیتا ہے اور وہم کی قوت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات یقینی ہے، حالاں کہ وہ محض وہم ہوتا ہے۔

دل سے معاف ہے۔ الحمد للہ میرے دل پر کوئی غبار نہیں رہتا۔

صبح کو بعد نماز فجر ۱۰۰/ مرتبہ: سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ۔

۱۰۰/ مرتبہ: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحَانَكَ اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ۔

۱۰۰/ مرتبہ: اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ رَبِّیۡ مِنۡ كُلِّ ذَنۡبٍ وَّاَتُوۡبُ اِلَيۡهِ۔

۱۰۰/ مرتبہ درود شریف پڑھا کرو۔

اور شام میں ۱۰۰/ مرتبہ: رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَيۡرٍ فَقِيۡرٌ۔

١٠٠/مرتبہ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔

١٠٠/مرتبہ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ پڑھا کرو۔ سورہ قریش ٧٠/مرتبہ صبح کو پڑھ لیا کرو۔ میں دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
١٧/ جمادی الاخری ١٤٢٢ھ

……………………

[٩]

تین باتوں کو اپنا شعار بناؤ: تواضع، تحمل، تامل۔

تواضع کا مطلب یہ کہ تم اپنے کو سب سے کمتر سمجھو، کسی سے اپنے کو برتر نہ سمجھو اور اس سمجھنے کے مقتضا پر عمل کرو۔ یعنی جس طرح کی خدمت چھوٹے لوگ انجام دیا کرتے ہیں، تم اس میں کوئی عار محسوس نہ کرو۔

تحمل کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے مزاج کے خلاف کوئی کام یا بات ہو تو طیش میں مت آؤ، اسے سہہ جاؤ اور اس پر غور کرو۔ جتنی چیز تمھارے حال کے مناسب ہو، اسے اخذ کر لو اور باقی کو ذہن سے نکال دو۔

تامل کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام میں عجلت نہ کرو بلکہ خوب سوچ سمجھ لو، پھر اس پر اقدام کرو۔ اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی نے کسی کے متعلق کوئی ایسی چیز تمھارے پاس پہنچائی جو تمھارے لیے تکلیف دہ ہے تو فوراً اس آدمی کی طرف سے تکلیف میں نہ آ جاؤ اور نہ اس سے بدگمان ہو۔ خوب غور کر لو اور جتنی تاویل کی گنجایش ہو، کر لو، تب فیصلہ کرو۔ اجتماعی معاشرہ میں رہنے کے لیے یہ تینوں چیزیں ضروری ہیں۔ [١]

□□□

١- یہ مکتوب مکمل نہیں مل سکا۔ ماہنامہ ضیاء الاسلام میں اِتنا ہی ہلکی پھلکی تشریح وتفصیل کے ساتھ مضمون کی صورت میں شائع ہوا تھا۔ وہیں سے اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ مکمل مضمون کے لیے دیکھیے 'نگارشاتِ اعجاز' صفحہ ١٩۔

مفتی محمد ارشد صاحب لکھیم پوری

[۱]

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل له فلا هادی له و نشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله و صحبه اجمعين۔ اما بعد:

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تم نے جو خط اپنے استاذ محترم مولانا محمد مجتبیٰ صاحب کو لکھ کر دیا تھا، انھوں نے وہ میرے حوالے کیا۔ تمھارا خط پڑھ کر طبیعت خوش ہوئی کہ حق تعالی نے تمھیں نفسِ لوّامہ تک پہنچایا ہے۔ اس کی دیکھ ریکھ کرتے رہو اور ملامتِ نفس کو دھیان میں رکھو۔ اس کے تقاضے کو عمل میں لاتے رہو۔ امید ہے کہ روز بروز نفسِ مطمئنہ کی طرف تمھارا قدم بڑھتا رہے گا۔ چند باتوں کا دھیان رکھو:

۱- اول یہ کہ تم بندہ اور غلام ہو۔ بندگی ہی کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ ہر وقت اس کا احساس تازہ کرتے رہو کہ تمھیں غلام ہی کی طرح رہنا ہے۔ غلام وہ ہے جو اپنی کسی بڑائی اور اپنے کسی اختیار کا تصور نہ کرے۔ اپنے کو ہمہ دم خدا کے سامنے چھوٹا اور حقیر سمجھتا رہے۔

۲- بعض بعض اوقات میں نفس کو ہیجان ہوتا ہے۔ مثلاً کسی نے کوئی ناگوار بات کہہ دی، نفس پر کسی فوری لذت حاصل کرنے کا غلبہ ہوا یا کسی جا یا بے جا بات پر غصہ آ گیا۔ اس ہیجان کے وقت پر اپنے آپ کو سنبھال لینا اور قابو میں رکھ لینا بڑی عزیمت ہے اور حق تعالی کی محبت حاصل کرانے والا ہے۔ پھر اس سے مخلوق میں بھی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور کام تو اصل یہی ہے۔ نماز روزہ بھی بندگی کا عمل ہے اور اسلام کی بنیاد ہے، لیکن ہیجانِ نفس کے وقت خود کو سنبھال لینا اور خدا کے آگے اپنے آپ کو گرا لینا، بڑی ہمت کی بات ہے۔

۳- غصہ کو تو بالکل ہی اذنِ رخصت دیدو، وہ آنے ہی نہ پائے۔ اس کے لیے اکثر اوقات

یہ دھیان کرو کہ:

الف] جو کچھ دنیا میں واقع ہوتا ہے، وہ اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ تو جس بات پر تمھیں غصہ آیا ہے یا آنے کا آیندہ احتمال ہے، وہ کام بھی اللہ کی مشیت سے ہوا ہے یا ہوگا۔ پس اللہ کی مشیت پر غصہ کرنا بے جا ہے۔ اگر وہ کام غلط ہے اور ظاہر ہے کہ غلط ہی ہوگا جبھی غصہ آیا ہوگا، تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور اصلاح کے لیے غصہ کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔

ب] یہ بھی سوچو کہ جیسے مجھے اس آدمی پر اس کی غلط حرکت کی وجہ سے غصہ آیا ہے، میری غلط حرکتوں کی وجہ سے میرے خالق و مالک کو بھی غصہ آتا ہے۔ پس میں اپنا غصہ ختم کر دوں تاکہ اللہ تعالیٰ کا غصہ بھی ختم ہو۔

ج] اس بات کو ہمیشہ دھیان میں رکھو کہ میرے غصہ سے بہت بڑی اللہ کی قدرت ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے میں بے بس ہوں۔ اس بے بسی کے ساتھ غصہ کرنا ایک نامعقول بات ہے۔

د] اس بات کو بھی ہمیشہ خیال میں رکھو کہ غیظ وغضب کا جو تقاضا ہے، اسے نافذ نہیں کرنا ہے۔ اس بات کو دل میں ہمہ وقت جمائے رکھو۔

۴- اللہ سے بکثرت یہ دعا کیا کرو:

اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَاوَزَکِّھَااَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَااَنْتَ وَلِیُّھَاوَمَوْلَاھَا۔

۵- اپنے احوال کی اطلاع کرتے رہو۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲/ جمادی الاولی ۱۴۳۲ھ

* * *

ڈاکٹر خورشید احمد ابن مولانا قمر الدین صاحب معروفی

[۱]

عزیزم! **اصلحك الله**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تم جانتے ہو کہ تمھارے ابا اور تمھارے دادا سے میرا کتنا گہرا اور مضبوط تعلق ہے، اور اسی تعلق کی وجہ سے تمھارے پورے گھر سے میرا لگاؤ ہے، اور گھر کے تمام حالات اور مسائل کا مجھے علم ہوتا رہتا ہے، اور تم لوگوں کے تمام معاملات میں، مشوروں سے، دعاؤں سے اور دوسرے طریقوں سے میری شرکت ہوتی رہتی ہے۔ تم کو پڑھانے کی فکر میں جن جن کوششوں، اہتماموں اور الجھنوں سے تمھارے والد کو گذرنا پڑا، وہ سب میرے علم میں ہے۔ ہزار کوششوں کے باوجود بمبئی میں تمھاری تعلیم کا انتظام نہ ہوسکا اور تمھیں بنگلور جیسی دور دراز جگہ پر بھیجنا پڑا۔ تم کبھی اپنے والدین سے دور نہیں رہے، اس لیے یہ جدائی تمھارے اوپر بھی اور تمھارے والدین پر بھی کتنی بھاری پڑی ہوگی، اسے میں بخوبی محسوس کرتا ہوں۔ مگر تعلیم کی ضرورت بڑی بڑی سختیوں اور گرانیوں کو گوارا بنا دیتی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہر پستی بلند ہوجاتی ہے، آدمی کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ اس کے واسطے یہ گرانی تمھیں بھی برداشت کرنی ہے اور تمھارے گھر والوں کو بھی۔

دور سہی، بہت دور سہی، ماحول بے گانہ سہی، سب اجنبی سہی، لیکن جب پڑھ کر کامیاب ہوگے تو یہ دوری، یہ ماحول کی بے گانگی، یہ اجنبیت سب تمھارے لیے رحمتوں اور بلندیوں کا زینہ ثابت ہوں گی۔

تمھارے ابا کو فکر رہتی ہے کہ اتنی دور تمھارا جی گھبراتا ہے، لیکن عزیزم! گھبراہٹ کو دور کرو اور آگے کی زندگی کو سامنے رکھو۔ جب یہ وقت گذر جائے گا اور تم سوچو گے کہ یہ وقت کیسا گذرا تو شاید یاد بھی نہ آئے۔ ہم لوگ بھی جب پڑھنے کے لیے گھر سے نکلے تھے تو ابتدا میں طبیعت ٹھہرتی

نہ تھی، بلکہ مجھے تو یاد ہے کہ جب تنہائی ہوتی تھی تو آنسو نہ رکتے تھے۔ تین چار ماہ تک وہ حالت رہی کہ گھر سے مبارک پور ہر سنیچر کو جاتا تھا تو قدم کے ساتھ آنسوؤں کی رفتار بھی چلتی تھی۔ مگر کبھی یہ نہ سوچا اور نہ دل میں کبھی خیال آیا کہ مدرسہ چھوڑ کر چلا جاؤں۔ روتا تھا مگر جم کر بغیر کسی وسوسہ کے رہتا تھا۔ پھر طبیعت جب لگی تو گھر والوں کو شکایت ہوتی تھی، مدرسہ والوں کو تعجب ہوتا تھا کہ شاید اس کو گھر سے اور گھر والوں سے کوئی تعلق نہیں۔

بس تم اطمینان سے جی لگا کر بے فکر ہو کر اپنی پڑھائی میں یکسو ہو جاؤ۔ کتاب اور تعلیم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لو اور کوئی فکر اور گھبراہٹ دل میں نہ آنے دو۔ ایک ہی خیال رہے کہ پڑھنا ہے اور پڑھ کر کامیاب ہونا ہے۔

اگر تم اس خیال پر جم گئے تو حق تعالیٰ کی مدد ہوگی۔ ہم لوگوں کی دعائیں بھی کارگر ہوں گی، مستقبل بھی سنورے گا۔ بغیر محنت اور ناگواری کے دنیا کے کسی میدان میں کامیابی نہیں ہوتی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تمھاری تعلیم کامیاب ہو، اور انسانوں کے لیے تمھارا وجود فایدہ مند ثابت ہو۔ آمین یارب العالمین

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۴ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

□□□

صاحبزادہ مولانا ثناء اللہ صاحب سونگر

[۱]

عزیزم محمد احمد سلمہ اور غمزدہ ماں و بہنیں!

اللہ تم سب کا حامی و ناصر رہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزم مولوی ثناء اللہ صاحب کی خبرِ وفات سے بہت سخت صدمہ ہوا۔ میں بہت دور ہوں اور بیمار بھی ہوں، ورنہ اب تک پہنچا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس صدمہ میں تم لوگوں کو سنبھالے رکھیں، مسلسل اس کی دعا کر رہا ہوں۔ اللہ ہی سب کام بنانے والے ہیں۔ مرحوم جتنی عمر لے کر اللہ کے پاس سے آئے تھے، اسے پورا کر گئے، تم لوگ صبر کرو۔ اللہ کا سہارا سب کچھ ہے، انھیں پر بھروسہ رکھو۔ اللہ کی طرف متوجہ رہو، نماز، تلاوت، ذکر اور دعا کا اہتمام کرو۔ یہی وہ چیزیں ہیں، جن سے اللہ کی مدد آتی ہے۔ والدہ کی خدمت کرو، ان کی اطاعت کرو۔ صدمہ سخت ہے، مگر صبر آ جائے گا۔ میں مسلسل دعا میں لگا ہوا ہوں۔ ایک مضمون لکھ دیا ہے، پڑھتے رہو گے تو تسلی رہے گی۔ کوشش کرو مجھ سے رابطہ باقی رہے۔ میں اپنا فون نمبر لکھے دیتا ہوں، جب جی چاہے مجھ سے فون پر بات کر لیا کرو۔

بمبئی کا نمبر یہ ہے	09987850770
اعظم گڑھ کا نمبر یہ ہے	9936391085

اعجاز احمد اعظمی

۳؍رجب ۱۴۳۴ھ

❑❑❑

بنام اراکینِ مجلسِ شوریٰ مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور

[ا]

بخدمت گرامی ارکانِ شوری مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الهادين ونعوذ بالله من شرور انفسنا وسيئات اعمالنا برحمته فانه ارحم الراحمين۔ اما بعد:

مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور کا خادم چند گزارشیں اس کے محترم ارکانِ شوری اور انتظامیہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے اور امید کرتا ہے کہ ٹھنڈے دل سے محض دین اور مدرسہ کے مفاد میں اس پر غور کریں گے۔

-۱-

اللہ تعالی کو کسی جگہ خیر منظور ہوتا ہے تو وہاں دین اور علمِ دین کی خدمت کے اسباب مہیا کرتے ہیں اور ان کی ترقی کی راہ کھولتے ہیں۔ شیخوپور میں دینی تعلیم مکتب کی شکل میں عرصہ سے جاری تھی، اللہ کو منظور ہوا کہ اسے ترقی دیں تو یہاں کے مخلصین کی تحریک سے متاثر ہو کر استاذِ محترم حضرت مولانا محمد مسلم صاحب نور اللہ مرقدہ نے ادھر توجہ فرمائی۔ انھوں نے حسنِ ظن کی بنیاد پر اپنے اس شاگرد کو یہاں بیٹھایا اور ان کی دعاؤں اور توجہات کی برکت سے آناً فاناً مدرسہ ترقیات کی منزلیں طے کرنے لگا۔ چند ہی سالوں میں یہ مدرسہ ملکی پیمانہ پر تعلیم وتربیت کا ایک مثالی ادارہ بن گیا۔ چنانچہ یوپی، بہار، آسام، بنگال، مہاراشٹر، حیدرآباد دکن تک سے طلبہ آنے لگے۔ اور اعتماد کی کیفیت اسے یہ حاصل ہوئی کہ دینی مدرسوں کے ذمہ داران اور اساتذہ اپنی اولادوں اور اپنے متعلقین کو زیورِ تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے کے لیے یہاں بھیجنے لگے۔ ابتدائی سالوں میں ایک بار حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند شیخوپور تشریف لائے اور طلبہ کا

ہجوم دیکھ کر ان کے درمیان خطاب کرتے ہوئے فرما رہے تھے:

’’یہ جگہ جہاں زندگی اور معیشت کے سامان کم سے کم پائے جاتے ہیں، جہاں کوئی بازار نہیں، ایسی جگہ طلبہ کا ہجوم بتا رہا ہے کہ ان کی تشنگی دور کرنے اور ان کے اطمینان وتسلی کا سامان یہاں موجود ہے۔‘‘

طلبہ نہ صرف یہاں آتے تھے بلکہ جم کر شرح صدر کے ساتھ یہاں رہ کر علم حاصل کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ جب یہاں کی تعلیم مکمل ہو جاتی تب یہاں سے بادِل ناخواستہ جاتے تھے۔

یہ اللہ کا بڑا احسان ہوا، چھوٹے بڑے تمام مدارس سے آگے بڑھ کر اُم المدارس دارالعلوم دیوبند میں بھی اس کا وقار محسوس کیا گیا۔ اس احسان پر اللہ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

-۲-

نعمتوں پر شکر گزاری ہوتی ہے تو ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ شکر گزاری کچھ عرصے تک خوب محسوس ہوتی رہی اور نعمتوں میں اضافہ تعلیمی، اخلاقی، تعمیری اور مالی اعتبار سے ہوتا رہا، مگر چند سالوں کے بعد اس شکر گزاری کے بجائے طبیعتوں میں گرانی کا احساس ہونے لگا۔ اس گرانی کے نتیجہ میں مدرسہ ایک بہترین منتظم اور ناظم مولانا محمد عارف عمری صاحب سے محروم ہوا۔ یہاں سے زوالِ نعمت کا احساس بھی شروع ہوا۔ نئی انتظامیہ جو آئی، وہ جن حالات میں آئی اور جن اثرات سے وہ متاثر ہوئی، اس کا نتیجہ پہلا یہ ظاہر ہوا کہ مدرسین کے باہمی محبت وتعلقات میں فرق پڑ گیا۔ یکجہتی کے بجائے انتشار وتفریق کی دراڑیں دکھائی دینے لگیں۔ ایسا تاثر دیا جانے لگا کہ جس شخص کے آنے کے بعد مدرسہ ترقی کی راہ پر تیزی سے آگے بڑھا ہے، وہ کچھ خاص اہم نہیں، نہ اس کی کوئی خاص ضرورت ہے۔ اگر وہ نہ رہے گا تو کیا مدرسہ نہ چلے گا؟ وغیرہ

بلاشبہ کسی ادارہ کو چلانے والے اللہ تعالیٰ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ خاص خاص افراد کے ذریعہ احسان فرماتے ہیں، جن سے ادارہ بہتر سے بہتر کارکردگی پیش کرتا ہے۔ مدرسہ شیخ الاسلام کے آغازِ کار ہی میں اچھے، باصلاحیت، محنتی، مخلص اور بے لوث افراد کو حق تعالیٰ نے جمع فرما دیا۔ طلبہ بھی اچھے مل گئے اور چند ہی دنوں میں مدرسہ کی نیک نامی کے ساتھ شہرت ہو گئی۔

مگر اب جو انتظامیہ آئی اس نے ان قابلِ اعتماد افراد پر شکوک وشبہات کی نگاہ ڈالنی

شروع کی۔ مختلف شکایات، ناراضگیاں ظاہر ہونے لگیں، عملہ میں بے چینی اور طلبہ میں انتشار محسوس ہونے لگا۔ یہ خرابیاں بہت تیزی سے نہیں، آہستہ آہستہ آتی رہیں، یہاں تک کہ مدرسہ کے تعلیمی اور اخلاقی حالت میں زوال محسوس ہونے لگا۔ مجلس شوری کے مباحثوں اور کاروائیوں سے لے کر مدرسہ کے آخری انتظامی و تعلیمی امور تک پر اس کا اثر پڑا۔

-۳-

اِن خرابیوں کے اظہار میں اس وقت تیزی آ گئی جب یہ خاکسار شدید بیماری میں مبتلا ہوا اور اس کی وجہ سے ڈاکٹروں کے حکم کے مطابق دو ماہ تک آرام کی غرض سے مدرسہ کے باہر اعظم گڑھ اور حیدر آباد میں رہا۔ لیکن اعظم گڑھ میں چوں کہ قریب رہا، اس لیے زیادہ فرق نہیں پڑا۔ مگر جب اس بیماری کی وجہ سے مجھے ممبئ قیام کرنا پڑا، اور طویل سلسلۂ علاج میں ڈاکٹروں کی رائے سے مجھے گرفتار ہونا پڑا تو انتظامیہ نے غالباً یہ سمجھ لیا کہ اب میں مدرسہ میں نہ لوٹ سکوں گا۔ پھر مجھے بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ مدرسہ کے کسی معاملہ میں نہ مجھ سے مشورہ کیا، مشورہ تو درکنار، مدرسہ میں کچھ بھی ہو جائے انتظامیہ نے مجھے کبھی خبر بھی نہ دی۔ مجھ سے مشورہ کے بغیر دوسرا صدر مدرس بنا دیا گیا، بنا دینے کے بعد اس کی اطلاع سے مجھے بے خبر رکھا گیا۔ میں چند روز کے وقفہ میں مدرسہ پہنچا تب بھی کچھ نہیں بتایا گیا۔

اس صورت حال نے میرے دل میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ اب انتظامیہ کے نزدیک میں ایک غیر ضروری فرد ہوں۔ میں بھی خاموش رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو اتنا اہم نہیں سمجھتا کہ میرے بغیر کوئی کام رک جائے، مگر مجھے اندیشہ یہ ضرور ہوتا رہا کہ ناشکر گزاری کافی بڑھ گئی ہے۔ ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی اور تکوینی انتظامات کے اعتبار سے بھی مدرسہ میں جو چہل پہل تھی، اس کی جو نیک نامی تھی، مدارس کے درمیان اس کا جو امتیاز تھا، اس کے ذریعہ سے حفظِ قرآن، تعلیم علم دین اور مجلّہ ضیاء الاسلام کی وجہ سے علم کا جو پھیلاؤ اور شہرت و مقبولیت کی جو برکتیں نظر آ رہی تھیں، ان کا آغاز اور ان کی ترقی اسی شخص کے ذریعہ اللہ تعالی نے بخشی تھیں، جسے اس کے استاذ نے یہاں بٹھایا تھا۔ جن لوگوں کے درمیان وہ کام کر رہا تھا اسے ان لوگوں نے جب نظر انداز کر دیا تو یہ ناشکری کی انتہا ہے۔

-۴-

اس ناشکری کے ثمرات پھر جلد ہی ظاہر ہونے لگے۔ مجھے اندیشہ تو ضرور تھا مگر اتنی جلد نہیں کہ بڑھتی ہوئی نیک نامی والا مدرسہ اس طرح اچانک فتنوں کا شکار ہو جائے گا۔ ساری نیک نامی بدنامی سے بدل جائے گی، پوری جماعت مدرسہ خالی کر دے گی اور پھر بھگدڑ کا تسلسل جاری ہو جائے گا۔

عجیب بات یہ کہ ان سارے معاملہ میں انتظامیہ اپنی کسی غلطی، اپنی کسی خامی پر نظر نہیں کرتی۔ اسے طلبہ کے سر ڈالتی ہے، دوسروں کو اس کا ذمہ دار بناتی ہے۔ حالاں کہ بدیہی نظر یہ دیکھ رہی ہے کہ قصور سارا انتظامیہ کا ہے۔ مدرسہ میں طلبہ آتے ہیں اور یہ اللہ کے منتخب بندے ہوتے ہیں اور یہ درجہ بدرجہ تعلیم حاصل کر کے اللہ جانے کن کن مرتبوں پر پہنچیں گے۔ ان کے ذریعہ دین کی کتنی خدمات انجام پائیں گی، ان کے ذریعہ کتنی برکتیں نازل ہوں گی۔ آج کے بڑے بڑے علما ومشائخ کل کے طلبہ ہی تو تھے۔ مدرسہ کے باورچی خانہ میں کام کرنے والا بیچارہ باورچی سے آگے ترقی نہیں کرتا، بلکہ اپنی بہت سی بدعنوانیوں کی وجہ سے اور نیچے گر جاتا ہے۔ ان دونوں میں کیا تقابل کہ اس کی وجہ سے ایک طالب علم کا بلکہ بہت سے طلبہ کا اخراج کر دیا جائے۔ کیا حل کی اور کوئی صورت نہیں تھی؟

مدرسہ اب جس مقام پر پہنچ چکا ہے، بہت صدمہ کا مقام ہے۔ بہت دانائی، اخلاص اور اپنی انانیت سے بالاتر ہو کر اس سے لوٹانے کی ضرورت ہے۔

میں نے یہ سطریں اپنی صفائی کے لیے نہیں لکھی ہیں۔ اللہ کو غیب کی خبر ہے۔ میرے دل میں درد ہے، اس کو ظاہر کیا۔ ارکانِ شوری اسے سمجھیں اور اس کا تدارک کریں، ورنہ اب یہ بہار اجڑ جائے گی، گلشن ویران ہو جائے گا۔ اللہ کو جہاں جس سے کام لینا ہوگا وہاں پہنچا دے گا۔

میں جب یہاں آیا تھا تو ایک بڑے عالم نے مجھ سے کہا تھا کہ 'آپ کے اندر قوتِ کار بہت ہے، جہاں جاتے ہیں ایک چمن آباد ہو جاتا ہے۔ مگر وہاں کے لوگوں کو آپ سے حسد ہو جاتا ہے، یا کیا ہو جاتا ہے؟ اور آپ وہاں سے فتنے سے بچنے کے لیے ہٹ جاتے ہیں اور دوسری جگہ چمن لگاتے ہیں۔' میں نے عرض کیا تھا کہ 'اب اس جگہ سے ہٹنے کا ارادہ نہیں ہے۔' اسی سال مجھے حج

نصیب ہوا تو میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ 'اسی جگہ مجھے دینی خدمات کی توفیق دیجیے اور یہاں سے ہٹنے کی ضرورت نہ پیش آئے۔' حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب علیہ الرحمہ تشریف لائے تھے تو بھرے جلسے میں مولانا مستقیم احسن صاحب نے بھرائی آواز میں میرا نام لے کر دعا کی تھی کہ 'خدا کرے ان کی ہڈیاں اسی خاک کی امانت بنیں۔'

میں سمجھتا تھا کہ اب مجھے یہیں سپردِ خاک ہونا ہے، مگر حالات کچھ ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ طبیعت کا سکون غارت ہو گیا ہے۔

ارکانِ شوری خدا کے یہاں اور خلقِ خدا کے یہاں جواب دہ ہیں۔ اچھی طرح غور کر لیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۲؍ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ/۲؍ جون ۲۰۱۳ء

□□□

نامعلوم

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت عرصہ کے بعد تمھارا خط ملا۔ مجھے انتظار تھا، اتنی تاخیر نہ کیا کرو۔ تمھاری علالت سے طبیعت فکر مند ہے۔ خدا کرے شفائے کلی حاصل ہو۔ میرے خیال میں ۱۵/نومبر تک حالات کسی قدر بہتر تو ہو ہی جائیں گے۔

جو سوال تم نے کیا ہے، اس سلسلے میں مجھے بھی اشکال تھا، مگر زیادہ التفات نہیں ہوا تھا۔ تمھارے خط سے اس پر غور کرنے کی توفیق ہوئی۔ پوری بحث تو تم نے نقل کر ہی دی ہے۔ اگر وہ حدیث صحیح ہے کہ حضرت سعد بن معاذ ؓ سے پیشاب کے سلسلے میں قدرے بے احتیاطی ہوتی تھی، تب تو ضغطۂ قبر پر کوئی اشکال ہی نہیں۔ ہاں ایک جلیل القدر صحابی کے بارے میں اس بے احتیاطی کے ارتکاب کا تصور کرتے ہوئے طبیعت اِبا کرتی ہے۔ لیکن اگر صحیح ہے تو اس میں کوئی مضایقہ نہیں ہے، کیوں کہ صحابہ معصوم نہ تھے۔ حضرت سعد بن معاذ ؓ کے دوسرے فضائل وکمالات سب مسلّم، لیکن ممکن ہے اس مسئلۂ خاص میں کوتاہی رہی ہو اور اس کی وجہ سے ضغطۂ قبر پیش آیا۔ اس صورت میں آپ کے اس قول کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ 'لو نجا منها أحد لنجا منها سعد بن معاذ'۔ (صحيح ابن حبان عن عائشة) کہ اتنے فضائل وکمالات رکھتے ہوئے بھی اس مسئلہ میں کوتاہی کی کچھ سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ اگر یہ فضائل وکمالات اس کوتاہی کی تلافی کر پاتے تو سعد بن معاذ اس سے ضرور محفوظ رہتے۔ پس جب ان جیسا صاحبِ فضیلت شخص بھی نہیں بچ سکا، تو کوئی نہیں بچ سکتا۔ لہٰذا اس سے نہایت اہتمام کے ساتھ احتیاط کرنی چاہیے۔ اس روشنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث...... اگر وہ صحیح ہے...... سے بھی اشکال ختم ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ نیکوں کو جو ضغطۂ محبت پیش آئے گا وہ الگ چیز ہے۔ حضرت سعد کے واقعہ سے مختلف ایک بات ہے۔

اور اگر حضرت سعد کے متعلق پیشاب کے مسئلے میں کوتاہی کی روایت صحیح قابلِ استدلال نہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ حضرت سعد کے لیے بھی ضغطۂ محبت ہی پیش آیا ہو، لیکن اس وقت رسول اللہ ﷺ پر صرف ضغطہ کا انکشاف ہوا، اس کی علت کا انکشاف نہ ہوا ہو، ایسا ممکن ہے۔ نفس ضغطہ کی وجہ سے آپ پر ہول طاری ہوگیا اور آپ نے استغفار کیا۔ بعد میں جب انکشافِ تام ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت سامنے آئی۔ اور ایسا ہونا عین ممکن ہے۔ کئی اور مسائل میں آپ پر انکشافِ تام کئی مراحل میں ہوا ہے۔ مثلاً دجال کے متعلق، ایسے ہی اولادِ مشرکین کے سلسلے میں متعارض احادیث کے حل میں یہ بات کہی جاتی ہے۔ میرے پاس یہاں کتابیں نہیں ہیں کہ کما حقہ تحقیق کرسکوں۔

۲- علم کو صاحبِ ’سلّم‘ نے اجلی البدیہیات میں سے قرار دیا ہے، البتہ اس کی حقیقت کی تنقیح بہت مشکل بتائی ہے۔ اگر علم کی تعریف نہ کرو جیسا کہ بدیہی ہونے کا تقاضا ہے، تو بہت آسان ہے۔ لیکن تعریف میں چونکہ حقیقت کی تنقیح کی جاتی ہے، اس لیے اس میں بہت سے اقوال پیدا ہوگئے۔ سلّم کے حاشیہ انوار العلوم میں اٹھارہ معانی ذکر کیے ہیں۔

صاحبِ ’مرقات‘ نے آسان و متداول معنی بیان کیے ہیں:

۱] ’عقل میں شے کی صورت کا حصول‘۔ علم اس تعریف کے اعتبار سے ایک انفعال اور تاثر ہے۔ ذہن میں صورت کے حاصل ہونے کا نام علم ہے۔ حاصل ہونا ظاہر ہے کہ مصدر ہے۔

۲] ’شے کی جو صورت ذہن میں حاصل ہوئی ہے، اس کا نام ہے‘۔ اس اعتبار سے علم ایک ذات اور شے ہے، مصدر اور انفعال سے علاحدہ۔

۳] لیکن ان دونوں تعریفوں پر خود اپنے نفس کے علم سے اشکال ہوتا ہے کہ شے کی صورت کا حصول تو اسی وقت متصور ہے جب کہ شے ذہن سے خارج ہو۔ اور خود اپنا نفس جو خود ذہن و دماغ ہے، اس کا بھی علم ذہن کو ہے۔ اس پر علم کی دونوں تعریفیں صادق نہیں آتیں۔ تو تیسری تعریف یہ کی گئی کہ ”الحاضر عند المدرك“ یعنی قوتِ ادراکیہ کے پاس جو کچھ موجود ہے، وہ علم ہے۔ اس تعریف کی بنیاد پر خود اپنے نفس کا علم بھی اس میں شامل ہوجاتا ہے۔

۴] ذہن میں کسی شے کی صورت کا حاصل ہوجانا، یہ ابتدائی درجہ ہے۔ پھر وہ بات ذہن میں

جمتی ہے اور ذہن اسے قبول کر کے اس کی کیفیات کے ساتھ مکیف ہو جاتا ہے۔ اس قبول کرنے کو بعض لوگوں نے علم کہا۔ محض صورتِ حاصلہ تو ایک عارضی چیز ہے، شک کی صورت میں بھی صورتِ حاصلہ پائی جاتی ہے، حالاں کہ وہ علم نہیں ہے۔

۵] یہ سب تعریفیں اپنی اپنی جگہ پر کچھ نہ کچھ اشکال رکھتی ہیں۔ اس لیے بعض لوگوں نے یہ کہا 'عالم جو کہ ذہن ہے اور معلوم جو کہ صورتِ حاصلہ یا شے ہے، ان دونوں کے درمیان جو رابطہ سمجھ میں آ رہا ہے، یہی رابطہ علم ہے۔' اس صورت میں علم کوئی واقعی چیز نہیں ہے، ایک انتزاعی امر ہے۔ جن لوگوں نے حالتِ ادراکیہ سے تعریف کی ہے، ان کا مطلب یہ ہے کہ کسی شے کی صورت کا ذہن میں حصول یا کسی چیز کا ذہن میں حضور ہو، اس سے جو ذہنی حالت پیدا ہوتی ہے، اسی حالت کا نام علم ہے۔ ماتریدیہ نے علم کی جو تعریف کی ہے وہ قریب قریب وہی ہے جو حالتِ ادراکیہ کے ذریعہ سے کی گئی۔ وہ ایک بسیطہ یعنی غیر مرکب صفت ہے، لیکن اس کا تعلق دو جانب سے ہوتا ہے، عالم سے اور معلوم سے۔ اس کو یہ لوگ 'انجلائیہ' کہتے ہیں۔ یعنی اس سے اشیا کا ظہور ہوتا ہے۔ دونوں بات ایک ہی ہے۔

۳- مرکبات چونکہ دو قضیوں سے مرکب ہوتے ہیں، اس لیے ان کی نقیض کے لیے یہ شرط ہے کہ دونوں جزوں کی الگ الگ نقیض نکال کر انھیں إِمَّا اور أَوْ کے ذریعہ بصورت منفصلہ ذکر کیا جائے۔ مفہوم مردود کا مطلب یہی ہے کہ ان کے اندر جو دو بسیطہ قضیے ہیں ان کی علاحدہ علاحدہ نقیض نکال کر إِمَّا اور أَوْ کے ذریعہ تردید کی جائے۔ إِمَّا اور أَوْ کے ذریعے قضیہ لانے کو تردید کہتے ہیں۔ مثلاً: كل كاتبٍ متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتباً لادائماً۔ اس میں ایک قضیہ تو مشروطہ عامہ ہے، اور دوسرا قضیہ 'لادائماً' سے مطلقہ عامہ بنا ہے۔ وہ ہے: لاشئ من الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل۔ ان دونوں کی نقیض اس طرح ہوگی: اما بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالامكان حين هو كاتب أو بعض الكاتب متحرك الاصابع دائماً۔ کیوں کہ مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے، اور مطلقہ عامہ کی نقیض دایمہ مطلقہ ہے۔ پس مفہوم مردود کا معنی یہ ہے کہ ایسا مفہوم جس میں إِمَّا اور أَوْ کے واسطے سے تردید لائی گئی ہو۔ مزید تفصیل اگر چاہتے ہو تو شرح تہذیب میں دیکھ لو۔

۴- کاتب ہونا جو انسان کا خاصہ ہے، وہ کاتب بالارادہ ہونا ہے۔ یہ بات دوسری چیزوں میں نہیں پائی جاتی۔ فرشتے البتہ کاتب بالارادہ ہیں، مگر اہلِ منطق کا دائرہ مغیبات کا احاطہ نہیں کرتا۔

۵- کسی بھی نماز کے بعد پابندی سے مصافحہ کا التزام حنفیہ کے اصول کے لحاظ سے بدعت ہے۔ گاہے گاہے میں مضائقہ نہیں ہے، التزام مالا یلزم مکروہ ہے۔ البتہ اس مصافحہ کو فقہائے شافعیہ مستحسن قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فتح الباری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اس لیے اس پر تشدد مناسب نہیں ہے۔

تمھارے سوالات کے جواب تحریر کر دئے ہیں، خدا کرے کہ تسلی ہو جائے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۶ / ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

□□□

نامعلوم

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا خط ملا۔ ایک صاف مسئلے کو تم نے عجیب چیستاں بنادیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بے شک امامت کی، لیکن تم کو یہ معلومات کہاں سے ہوئی کہ صحابہ کرام آپ کے پیچھے آپ کی اقتدا کر رہے تھے۔ حدیث میں تو اس کا اشارہ تک موجود نہیں ہے۔ نیز "اقتداء المفترض خلف المتنفل" سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں۔ استدلال اپنے محل سے ہوا کرتا ہے، نہ جانے اس سے استدلال کیوں کر درست ہے؟ جب کہ 'اَمَّـنِی' میں بہرحال مجاز کا احتمال ہے۔ اور اگر مجاز کا احتمال نہ بھی ہو جب بھی جبرئیل معلم تھے اور فرشتے تھے۔ ان کا تعلق عالمِ غیب سے ہے اور عالمِ غیب پر دنیاوی احکام جاری نہیں ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ کا تعلق من وجہٍ عالمِ غیب سے بھی ہے اور عالمِ شہود سے بھی۔ جبرئیل کی امامت کا تعلق عالمِ غیب سے ہے اور حضور ﷺ کی نماز عالمِ شہود سے متعلق ہے۔ دونوں کے احکام جداگانہ ہیں۔ یہ صرف صورتاً اقتدا ہے، حقیقتاً آپ اپنی ہی نماز پڑھ رہے تھے۔ دیکھو آدمی نماز پڑھتے ہوئے جنت کے تصور سے اگر ہنس بھی دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، کیوں کہ یہ ضحک عالمِ غیب کے مشاہدہ سے ناشی ہے۔ تو پھر جبرئیل خواہ مفترض ہوں یا متنفل، ان کی امامت دنیاوی احکام کی مورد بنتی ہی نہیں۔

رہا حضور ﷺ کا حاضر وناظر ہونا تو یہ بالکل مہمل بات ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک جگہ رہتے ہوئے دوسرے عالم کا مشاہدہ کیا جائے؟ حاضر وناظر کا تو مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر جگہ موجود ہیں۔ کیا اس کا ادنی سا ثبوت بھی حدیثِ امامتِ جبرئیل میں ملتا ہے۔

'اَمَّـنِی' کا مجازی معنی واضح ہے کہ حضرت جبرئیل نے فلاں فلاں اوقات میں مجھے نماز

پڑھنے کے لیے بحیثیت معلم کہا، یعنی حکم دیا۔ اس مجاز میں ذرا استبعاد نہیں۔ البتہ “امرنی بالامامة” مستبعد ہے۔ اور “امرنی بالصلوة” مستبعد نہیں ہے۔ امید ہے کہ سمجھ گئے ہوگے۔

باقی سب خیریت ہے۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۱۶/ صفر ۱۴۱۱ھ

* * *

نامعلوم

[۱]

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا اور مولوی نورالہدیٰ صاحب کا گرامی نامہ ایک ساتھ ملا۔ تم لوگوں کے تاثرات سے مسرت ہوئی۔ مولوی نورالہدیٰ صاحب نے ماشاء اللہ نظم عمدہ لکھی ہے، صرف پہلے شعر میں مبالغہ زیادہ ہوگیا ہے، باقی سب پسند آیا۔

تم کو جو پریشانی اور تشویش پیش آئی ہے، اس پر فکر نہ کرو۔ اور اس سال تو سرے سے نقلِ مکانی کا ارادہ بھی مت کرو۔ بھائی کو لکھ دو کہ درمیان سال میں جگہ چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ گھر کے حالات کے مالک اور کارساز اللہ تعالیٰ ہیں۔ تم اہتمام سے دعا و استخارہ کرتے رہو، مگر گھر چھوڑنے کا وسوسہ بھی دل میں نہ لاؤ۔ گھر والے سے حسنِ کلام سے عذر کرتے رہو۔ تم کو استقلال کی بہت ضرورت ہے۔ ابھی گئے اور ابھی جگہ چھوڑ دی تو یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ یا تو اتنی دور جانا نہیں تھا، یا گئے تو کھونٹا گاڑ کر، دھونی رما کر بیٹھے رہو، تا ایں کہ قدرت کا ہاتھ ازخود تمھیں تمھارے ارادہ کے بغیر اٹھا دے۔ گھر والوں کی مدد دعا سے، جذبۂ خدمت کے اظہار سے، محبت قلبی سے، روپے پیسے سے کرتے رہو۔ یہ میری رائے ہے اور اصولی طور پر مجھے اس رائے میں بصیرت اور اس پر اصرار ہے، لیکن تم اپنے حالات زیادہ بہتر جانتے ہو۔ اگر بالکل مجبوری کا سامنا تمھیں محسوس ہوتا ہو تو خیر اللہ ہر وقت میں حامی و ناصر ہیں۔ میں دل کی گہرائی سے تمھارے لیے دعا کرتا ہوں کہ تمھارے حالات حسبِ دل خواہ ہو جائیں۔

لیکن سنو! یہاں آدمی آسانیوں اور سہولتوں میں نہیں بنتا اور نہ ترقی کرتا۔ اس کی حقیقی نشو ونما مشکلات اور دشواریوں میں ہے۔ رکاوٹوں مصیبتوں اور ناگہانی حادثوں میں اس کے اندر کا جوہر نکھرتا ہے۔ اور ایسی حالت میں صرف ایک عمل اور ایک وظیفہ درکار ہوتا ہے: حوصلہ اور صبر۔ یہ

دو لفظ ہیں لیکن دونوں کا مصدر و مبدا ایک ہی ہے، اس لیے میں نے ایک عمل کہا ہے۔ پانی کے راستے میں پہاڑی چٹان پڑ جاتی ہے تو اس کا جوش و خروش اور روانی اور بڑھ جاتی ہے اور میدان میں پہنچ کر اس کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ تو ان مشکلات کا مسکرا کر استقبال کرو اور انھیں اپنے صبر کا امتحان سمجھو۔ کم ہمتی اور بے دلی کو راہ نہ دو، عزم و حوصلہ سے کام لو۔ ہر مشکل گزر جاتی ہے اور آدمی کو نکھار جاتی ہے۔ دیکھو سیلاب آتا ہے تو آبادیاں تہ و بالا ہونے لگتی ہیں لیکن جب جاتا ہے تو کھیتیوں کو ایسی زرخیزی بخش کر جاتا ہے کہ مدتوں کسان محنت کرتا تو اپنے کھیت کو اتنا زرخیز نہیں بنا سکتا۔ خدا پر اعتماد کرو اور کام کرتے رہو۔ میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
۲۸/ ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ

❑❑❑

نامعلوم

[۱]

عزیز مکرم! **بارک اللہ فی علمک وعمرک**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ۲۸ر فروری کو مدرسہ پہنچا۔ تمھاری آمد کی اطلاع راستہ ہی میں منشی جی نے دے دی تھی، مدرسہ پہنچ کر تمھارا خط پڑھا۔

عزیزم! خط میں تم نے بدنصیبی پر رونے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن میرے دل میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ مومن کبھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ اگر اس کا ایمان ہی سلب ہو جائے تب تو دوسری بات ہے، ورنہ ایمان جیسی خوش نصیبی رکھتے ہوئے وہ بدنصیب ہو جائے، ایسا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے میں حکمتیں ہوتی ہیں، ہم انھیں ادراک کرسکیں یا نہ کرسکیں، لیکن یہ ہے یقینی امر۔ اس لیے ان کے ہر فیصلہ پر دل سے راضی رہنا مومن کا وظیفہ ہے۔ تم مطالعہ وتحقیق کے لیے زمانۂ طالب علمی جیسی فراغت تلاش کرتے ہو، اب وہ کہاں ملے گی۔ بس جتنا وقت اور فرصت مل جائے، اسی میں مطالعہ وتحقیق کرو، تصنیف وتالیف کرو۔ اپنی طرف سے وقت کے استعمال میں کوتاہی نہ کرو۔ الجھنیں جو صرف دل ودماغ میں پیدا ہوتی ہیں ان میں اپنا وقت صرف نہ کرو۔ جو واقعی الجھنیں ہیں، جن کا وجود ذہن سے خارج میں ہے، انھیں تدبیر سے حل کرو۔ باقی صرف سوچ سوچ کر اپنی قوتِ کار کو ضعیف کرنا مناسب نہیں ہے۔ جو کچھ واقع ہو چکا، اگر وہ اختیاری نہیں ہے تو اس پر افسوس کرنا بےمحل ہے۔ اور اگر اپنے اختیار سے ہوا ہے اور وہ مناسب نہ تھا تو اس پر استغفار کر کے اس سے آگے بڑھ جانا چاہیے۔ زندگی کا یہی دستور العمل رکھو، اس سے پریشانی اور ذہنی الجھنوں کا یکسر خاتمہ ہو جائے گا۔

میں اپنا حال کیا عرض کروں۔ ایک زمانہ تھا کہ مطالعہ کا جنون تھا، اس جنون کی داستان

بھی ایک فرصت میں لکھ ڈالی ہے۔ اور اب یہ کیفیت ہے کہ مطالعہ کرنے کی رغبت گھٹتے کالعدم ہوگئی ہے۔ میں پڑھاتا ہوں مگر پچھلے مطالعہ کے سہارے۔ وعظ و تبلیغ کا چکر چل چکا ہے، لکھنے کا ذوق نہ پہلے تھا، نہ اب ہے۔ درمیان میں جو کچھ لکھا ہے، وہ طوعاً نہیں کرہاً۔ ارادۃً نہیں جبراً ہوا ہے۔ لیکن خوش ہوں کہ اللہ کے دین کی خدمت میں لگا ہوا ہوں۔ وہ جدھر رخ موڑ دیں بندہ اس کے لیے حاضر ہے۔ معاش کی ساری الجھنیں ان کے حوالہ کرکے مطمئن ہوں۔ اپنے ارادہ و اختیار سے منکراتِ شرعیہ سے بچنے کی کوشش بلکہ ارادہ کیے رہتا ہوں۔ پڑ جاتا ہوں تو معافی مانگتا ہوں۔ اور پڑتا ہی رہتا ہوں۔

بنگلہ دیش کا سفر ہو یا کہیں اور کا، یہ عوامی مقبولیت نہیں ہے۔ محض قضائے خداوندی کا نفاذ ہے۔ ورنہ مجھے کون پوچھے؟

حاصل عرض کرنے کا یہ ہے کہ ارادہِ الٰہی نے جس کام میں لگا دیا ہے اس کو پورے انشراح و رضا کے ساتھ انجام دو۔ یہ نہ سوچتے رہو کہ اگر ایسا ہوتا تو خوب تھا۔ اگر یوں ہوتا تو اچھا تھا۔ پہلے فلاں حال اچھا تھا، اب افسوس کرو کہ وہ نہ رہا وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے خیالات شیطان کے گھسنے کے دروازے ہیں۔ حدیث میں ہے ”لا تقولوا ’لو‘ فان ’لو‘ تفتح عمل الشیطان“

میں الحمد للہ بخیر و عافیت ہوں۔ تمھارے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام
اعجاز احمد اعظمی
٦/ذوقعدہ ١٤١٨ھ

❑❑❑

نامعلوم

[۱]

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ۔ أما بعد:

عزیز گرامی قدر! سلّمك اللّٰہ وعافاك

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارے تین خطوط یکے بعد دیگرے ملے۔ میں پڑھتا رہا اور دل کے ٹکڑے اڑتے رہے۔ میں حیران ہوں کہ تم کو کیا لکھوں؟ اور کیوں کر لکھوں؟ جن تکالیف اور الجھنوں کا تم نے ذکر کیا ہے، بلکہ جن مصایب اور بلاؤں پر تم نے ماتم سرائی کی ہے، جی چاہتا ہے کہ اس ماتم سرائی میں مَیں بھی شریک ہو جاؤں۔ لیکن کیا اس سے تمھارا غم ہلکا ہوگا؟ کیا تم نے جن تکالیف کا ذکر کیا ہے وہ دفع ہو جائیں گی؟

ملّا کی دوڑ مسجد تک، امتی کی دوڑ نبی تک، بندے کی دوڑ آقا تک۔ میں نے تمھارے مسئلے کے لیے دربارِ رسالت میں حاضری دے ڈالی۔ نسخۂ کیمیا وہیں ملے گا، داروے شفا انھیں کے یہاں ملے گا۔ میں جس وقت اس مبارک دربار میں پہنچا تو ایک صحابی آپ ﷺ سے عرض کر رہے تھے: ’یا رسول اللّٰہ! دلنی علیٰ عمل إذا عملته احبنی اللّٰہ واحبنی الناس۔‘

آپ ﷺ نے فرمایا: ’ازھد فی الدنیا یحبك اللّٰہ وازھد فیما عند الناس یحبك الناس۔‘ (ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۱۰۲)

اللہ کی محبت اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب آدمی دنیا سے، حطام دنیا سے، دنیوی لذائذ ونفائس سے، دنیا کے عز و جاہ سے اور خود دنیا سے اپنی دلچسپی ختم کر دیتا ہے۔ دلچسپی کی چیز آخرت ہے اللہ کی محبت ہے، شریعت کی اطاعت ہے۔ جب ان چیزوں سے دلچسپی ہوگی تو دنیا کی دلچسپی مدھم ہو جائے گی۔ اور اگر دنیا کی دلچسپی کا شعلہ دل میں جلتا رہا تو جو اصل دلچسپی کی چیز ہے اس کی گنجایش

باقی نہ رہے گی۔ تمھاری زندگی میں جو غم ہے، جو حسرت ہے، جو پریشانی ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا بقدرِ رغبت حاصل نہیں ہو رہی ہے۔

کیا تمھیں حق تعالیٰ کا یہ فرمانِ واجب الاذعان یاد نہیں ہے: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَانَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُوْماً مَّدْحُوْراً. (بنی اسرائیل ۱۸) جو کوئی دنیا کو اپنی مراد اور اپنا مقصد بناتا ہے، اسے ہم اسی زندگی میں جو کچھ چاہتے ہیں دیدیتے ہیں اور جس کو دنیا دینا چاہتے ہیں دیتے ہیں، پھر اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ ملامت زدہ دھتکارا ہوا گرے گا۔

مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ متاعِ دنیا کی حقیقت کھول کر اللہ نے اور رسول نے بیان کردی ہے، پھر کیوں اس پر حسرت اور حرص کی نگاہ پڑتی ہے۔ تم کہو گے 'کام نہیں چلتا' میں کہوں گا 'کام خوب چلتا ہے، البتہ نفس کی ہوسناکیاں کہیں دم نہیں لینے دیتیں۔' رسول اللہ ﷺ کا کلام سنو! اور تعمیل کرو! دنیا کی دلچسپی ختم کرو، دل کا اس سے لگاؤ ہٹاؤ، اس کا کوئی وزن نہ محسوس ہو۔ دنیا ایک تماشوں بھرا راستہ ہے۔ تمھاری دھن دوسری ہے، ان تماشوں سے قطعِ نظر کرکے ایسا گزرو کہ یہ تماشے تمھیں دیکھتے رہ جائیں اور تمھاری نگاہ ان پر نہ پڑے۔ جب یہ کیفیت ہوگی تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کبریتِ احمر ہے۔ پھر وہ عالم ہوگا کہ تمھارے دل میں ارادہ پیدا ہوگا اور غیب سے ساز وسامان مہیا ہوں گے۔ تم زبان کھولو گے اور قبولیت بہر استقبال آئے گی۔ تم سوچو گے اور کام ہوجائے گا۔ تم زمین پر ہوگے اور آسمان تمھاری محبت سے لبریز ہوگا۔ پھر کیسی شکایت اور کہاں کی پریشانی؟ سب کچھ سمٹ کر اس بارگاہِ عالم میں گم ہوجائے گا اور تم خرمی اور شادمانی کی سرسبز فضاؤں میں مطمئن ہوگے۔ واللہ یہ بات بالکل حق ہے، جب چاہو تجربہ کرلو۔ ایک تجربہ کار تمھیں لکھ رہا ہے۔

ایک بات اور سنو! اللہ ایک ہے، اور مخلوق بہت ہے۔ اگر تمھارا دل بہتوں کی نذر ہوگا تو ہمیشہ تشتت اور انتشار کے شکار رہوگے، کبھی چین نہ پاؤ گے۔ وہ تم نے صائب کا شعر سنا ہے:

لختے برد از دل گزرد ہر کہ ز پیشم
من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم

میرے سامنے سے جو گزرتا ہے دل کا ایک ٹکڑا اڑا لے جاتا ہے۔ میں اپنے دلِ صد پارہ کی قاشوں کو فروخت کر رہا ہوں۔

بھلا جو اپنے دلِ صد پارہ کا قاش فروش ہو، اسے کب اطمینان میسر ہوگا۔ خوب سمجھ لو کہ کثرت میں انتشار ہے اور وحدت میں قرار ہے۔

ایک عارف ربانی نے کیا پتے کی بات کہی ہے۔ قرآن وحدیث کے نور سے یہ بات منور ہے، غور سے سنو:

جہہ کتا دَر دَر پھرے دَر دَر دُر دُر ہوئے
ایک دَر کو تھام لے کہے نہ دُر دُر کوئے

دیہات میں ایک نئی نویلی دلہن آئی، اسے حکم ہوا کہ اوکھلی میں دھان کوٹو۔ وہ لجاتی شرماتی اٹھی اور موسل چلانا شروع کیا۔ ہاتھوں میں چوڑیاں تھیں، وہ کھنکنے لگیں۔ اسے شرم آئی۔ اس نے ایک چوڑی توڑ دی پھر موسل چلایا، پھر کھنکی۔ اس نے دوسری توڑ دی۔ اس طرح ایک ایک توڑتی رہی مگر کھنکنا بند نہ ہوا۔ توڑتے توڑتے جب ایک بچ گئی تو کھنکھناہٹ بند ہوگئی۔ اب وہ سکون سے دھان کوٹتی رہی، انتشار ختم ہوگیا۔ اسی طرح ہر تعلق سے دلچسپی ہٹا لو، ایک رب تعالیٰ سے باقی رکھو۔ اطمینان حاصل ہوگا، اور وہ بھی خوش ہوں گے۔ یکسوئی اور اخلاص ہر کوئی چاہتا ہے، لیکن اس کا اصل مرکز حق تعالیٰ شانہ ہیں۔ انھیں کے ہو رہو۔

الٰهی انت مقصودی ورضاك مطلوبی تركت الدنيا ومافيها لك اتمم عليَّ نعمتك الكاملة وارزقنی وصولك التام۔

اب دوسرے جز پر غور کرو! 'ازهد فيما عند الناس يحبك الناس۔'

جو کچھ دوسرے لوگوں کے پاس ہے، اس سے بھی اپنی رغبت ہٹا لو، اس پر للچائی نگاہ نہ ڈالو، اس کی جانب التفات نہ کرو۔ پھر دیکھو کہ لوگ تمھاری محبت میں ڈوب ڈوب جائیں گے۔

یہ بہت بری بات ہے کہ آدمی دوسروں کی نعمتیں، راحتیں، آسایشیں اور آسانیاں دیکھتا ہے اور تڑپتا ہے کہ کاش مجھے بھی یہ بات حاصل ہوتی۔ پھر وہ ان کی کھال سے الجھتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آسایش اور راحت تو حاصل ہوتی نہیں، دوسروں کو بدظن بلکہ دشمن بنا لیتا ہے۔

اپنی کھال میں مست رہو، اپنے حال پر راضی رہو۔ دوسروں کے پاس کیا کچھ ہے؟ اس سے بے خبر اور بے نیاز رہو۔ پھر غیبی طور پر تمھیں لوگوں کی محبت حاصل ہوگی۔ جب کسی کو یہ شبہ ہوگا کہ یہ شخص میری نعمت میں اپنا حصہ بانٹنا چاہتا ہے تو وہ ضرور تمھارا دشمن ہو جائے گا، پھر راحت کیوں کر حاصل ہوگی؟

جاؤ! دنیا وحطامِ دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ۔ لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے دلچسپی لینی چھوڑ دو۔ پھر دیکھو کوئی شکایت، کوئی جراحت باقی نہیں رہے گی۔

ان دونوں نصیحتوں کا مجموعہ انسانی زندگی کو یہیں جنت کے لطف اور اس کی لذت سے ہم کنار کر دے گی، بس ہمتِ مردانہ چاہیے۔

تم جو کچھ لکھتے ہو بظاہر تم اپنا قصور اور اپنی کوتاہی لکھتے ہو۔ لیکن انجام کار اس قادر مطلق جل مجدہ کی شکایت ہوتی ہے اور برملا ہوتی ہے، جس کے اشارہ وحکم سے حالات وجود میں آئے ہیں۔ پس اس داستانِ حرف وحکایت کو یہیں تہ کرو اور حق تعالیٰ کے دامانِ رحمت میں آ جاؤ۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگزارند و خم طرہِ یارے گیرند

میرے خیال میں مصلحت بس یہی ہے کہ ہمارے احباب ہر کام سے کنارہ کش ہو کر فقط دوست کی زلفوں کے پیچ وخم کو تھام لیں۔

اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو اور دل کی دنیا بدل ڈالو۔ اللہ توفیق دیں۔

اعجاز احمد اعظمی
یکم ر ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

❑❑❑

نامعلوم

[۱]

محبّ مکرم!   سلام مسنون علی من اتبع الہدی

بعدہ عرض ہے کہ آپ کی ایک طویل دل خراش تحریر ملی۔ آپ نے اس کے ذریعے جو تیرو نشتر برسائے ہیں اور بزعم خویش مجھے بلکہ تمام اہل حق کو نشانہ بنایا ہے، آپ کو شاید خبر نہیں کہ وہ سارے تیرونشتر پلٹ پلٹ کر آپ ہی کا رخ کر رہے ہیں۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے: البصاق فی السماء يعود الی وجه الباصق۔ اردو میں یوں کہتے ہیں کہ: ''چاند پھر تھوکا ہوا اپنے ہی منھ پر آتا ہے۔'' اور وہ مقولہ بھی آپ نے سنا ہوگا: کل اناء يترشح بما فيه۔ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے، وہی ٹپکتا ہے۔ میں نے ذرا سی بات لکھ دی اور آپ کا ظرف ابل پڑا، اور اس میں سے نکلا کیا؟ سب و شتم، گالی گلوج۔ میں یہ جانتا ہوں کہ یہ آپ کے پورے طبقے کی خصوصیت ہے۔ آپ کے مجدد مأۃ حاضر سے لے کر اس وقت کے تمام چھوٹے بڑے کے ظرف میں سوائے اس کے کچھ نہیں ہے۔ آپ لوگوں کی کتابیں ہوں، رسالے ہوں یا تقریریں ہوں، آج تک نگاہوں نے اس کے علاوہ کیا دیکھا اور کانوں نے اس کے سوا کیا سنا کہ دیوبندی کافر ہیں، وہابی مرتد ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے مذہب کی بنیاد ہی تکفیر پر ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو اپنے مذہب کی بنیادی کتاب 'حسام الحرمین' اٹھا کر دیکھ لیجیے۔

ایک بات اور سناتا چلوں۔ حدیث شریف میں منافقین کی چند علامتیں بیان کی گئی ہیں: ان میں سے ایک علامت یہ ہے کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ اور دوسری علامت یہ ہے کہ جب اس کے سپرد کوئی امانت کی جائے تو خیانت کرے۔ ایک علامت یہ بھی ہے کہ جب کسی سے جھگڑا کرے تو گالی گلوج پر اتر آوے۔

آپ کے خط کو پڑھ کر مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ تینوں علامتیں آپ میں پائی جاتی ہیں، بلکہ جو شخص آپ کے علما کی کتابیں پڑھتا ہوگا اور ان کی تقریریں سنتا ہوگا، وہ بلا استثنا سب میں یہ

علامتیں دیکھے گا۔ جھوٹ تو یہ ہے کہ علماے دیوبند کی طرف غلط سلط باتیں منسوب کرتے ہیں۔ عرصہ گزرا کہ وہ تمام کفریات جن کی نسبت آپ کا تکفیری ٹولہ علماے دیوبند کی طرف کرتا ہے، علماے دیوبند ان سے بیزاری کا اعلان بار بار کر چکے ہیں، لیکن آپ لوگوں کا حال یہ ہے کہ پھر انھیں لغویات کو ان کی طرف منسوب کرتے رہتے ہیں۔ اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہوگا؟

خیانت کی بات یہ ہے کہ علماے دیوبند کی عبارتیں جو آپ لوگ نقل کرتے ہیں، امانت تو یہ ہے کہ انھیں من وعن نقل کیا جائے، اس میں کتر بیونت نہ کی جائے، لیکن آپ لوگ بلا جھجک عبارتوں میں تحریف کرتے ہیں اور انھیں اس طرح پیش کرتے ہیں جیسے علماے دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ علمی دنیا میں اسے بدترین خیانت قرار دینا چاہیے۔ اور جھگڑے میں گالی گلوج کا حال تو یہ ہے کہ اب کسی چھیڑ خانی کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ آپ فقہ کی کتابیں لکھیں تو اس میں گالیاں تصنیف فرمائیں، آپ تفسیر پر قلم اٹھائیں تو وہاں تکفیر کی پھلجھڑیاں چھوڑیں، آپ سیرت کے جلسے کریں تو اس میں علماے حق کو سنائیں۔

اب آپ خود دیکھ لیجیے کہ جہاں ایک پورا طبقہ ان صفات کے ساتھ متصف ہو، اس کی جگہ کہاں ہوں گی؟ آپ نے علماے دیوبند کے لیے لکھا ہے: ان المنافقین فی الد رك الاسفل من النار۔ آپ اپنا دامن بچائیں، ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس آیت کی وعید شدید کا نشانہ آپ کا ہی تکفیری ٹولہ ہے۔ اور یہیں پر ایک بات کہتا چلوں کہ جن لوگوں کو گالیوں سے مناسبت ہو جاتی ہے کلام خداوندی سے ان کی مناسبت چھین لی جاتی ہیں۔ اس کے دو نمونے اس خط میں موجود ہیں۔ مذکورہ بالا آیت کو آپ نے اس طرح لکھا ہے: ان المنافقین فی الد رك الاسفل فی النار۔ اور دوسرا نمونہ: فریق فی الجنة وفریق فی السیر لکھا ہے۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بات ہے۔ آپ خوب گرجے اور خوب برسے ہیں۔ اشعار بھی ماشاء اللہ آپ کو خوب یاد ہیں، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سمجھنے کی صلاحیت سے بالکل خالی ہیں، بلکہ انھیں صحیح طور پر آپ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ تطویل کا خوف نہ ہوتا تو دو چار نظارے اس کے بھی کرا دیتا، لیکن چھوڑیے! شعر فہمی پر مسائل کا سمجھنا موقوف نہیں ہے۔ آپ نے لکھا ہے:

”جن لوگوں نے بدعقیدگی کی تلوار رسالت پر چلائی، ان لوگوں کا حشر آپ نے دیکھا

ہوگا یا کتابوں میں مطالعہ کیا ہوگا۔ کوئی پاخانہ میں مرا تو شہید ہوا۔"

میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ کا یہ اشارہ کس شخصیت کی طرف ہے؟ ہمارے طبقے میں جام شہادت نوش کرنے والے دو بزرگ بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب تو آپ حضرات کی تکفیری تیروں کے خاص طور پر نشانہ ہیں۔ یعنی حضرت مولانا اسماعیل شہید صاحب۔ اور دوسرے حضرت سید احمد شہید علیہ الرحمہ۔ اگر آپ کا طبقہ تاریخ کا مجرم نہ ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ دونوں حضرات عین میدانِ جنگ میں کفار سے جہاد کرتے ہوئے مرتبہ شہادت سے شرف یاب ہوئے ہیں۔

اب آیئے! آپ کے پیش کردہ شعر پر گفتگو کر لی جائے۔ آپ نے حضرت شیخ الہند کے اس شعر پر اعتراض کیا ہے:

تمھاری تربتِ انور کو دیکھ کر طور سے تشبیہ دوں
کہوں ہوں بار بار اَرِنِـــیْ میری دیکھی نہ نادانی

یہ تو آپ ہی کا کمال ہے کہ آپ نے تشبیہ سے مشبہ کو بعینہٖ مشبہ بہ قرار دیا۔ شعر کا مطلب تو بالکل صاف ہے۔ کسی بھی بزرگ کی قبر انوارِ الٰہی کا مرکز ہوتی ہے۔ اس کا تو آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت گنگوہی کی قبر پر انوارِ الٰہی کی جو بارش دیکھی تو اس سے شاعر کا ذہن کوہِ طور کی جانب منتقل ہوا۔ کیوں کہ کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی تجلیِ خاص ملاحظہ کی تھی اور محبت الٰہی میں بے خود ہو کر انھوں رَبِّ اَرِنِـــی کی درخواست کی تھی۔ شیخ الہند فرماتے ہیں کہ 'ہم نے حضرت گنگوہی کی قبر پر انوارِ الٰہی کی جو بارش دیکھی تو بے خودی اور جذبہ محبت میں اَرِنِـــیْ کا لفظ ہماری زبان پر جاری ہو گیا' اس میں نہ تو اپنے کو موسیٰ قرار دیا ہے اور نہ حضرت گنگوہی کو خدا۔ یہ آپ کی عالی دماغی ہے کہ کہیں کی بات کہیں جوڑ دی۔ اور پھر یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ اس ارنی کہنے کو محبت کی نادانیوں میں شمار کرتے ہیں۔ کیوں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دیدار کی تاب نہ لا سکے تو ہم جیسوں کی کیا حقیقت ہے؟ لیکن محبت میں ایسی نادانیاں ہوا کرتی ہیں۔

شعر کا مطلب بہت واضح ہے، مگر امید نہیں ہے کہ آپ اور آپ کا طبقہ اسے تسلیم کرے

گا۔ کیوں کہ آپ کی پوری عمارت ضد اور ہٹ دھرمی کی بنیادوں پر کھڑی ہے۔ آپ کی اس عالی دماغی پر کچھ ایسا خیال گزرتا ہے کہ آپ کے سامنے اگر کوئی تشبیہ پیش کی جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ زید کالاسد تو آپ زید کے اندر پنجے، ناخن، دم وغیرہ تلاش کرنے لگیں گے، اور جب یہ چیزیں نہ ملیں گی تو آپ اسے جھوٹا کہہ کر دنیا کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دیں گے۔

پھر اس شعر میں اَرِنِی کا خطاب حضرت گنگوہی سے تو ہے نہیں، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ ”رشید احمد رب ہی تو ہوئے۔“

خیر! یہ تو آپ کی بات کا جواب تھا۔ اب ذرا اپنے گھر کی خبر لیجیے کہ اس میں کیسے کیسے دریدہ دہن اور گستاخ لوگ بسے ہیں؟ آپ لوگوں کی کتابوں کو تو شاید ایک مرتبہ سے زیادہ چھپنا نصیب نہیں ہوتا، تاہم اگر کہیں مل جائے تو ”نغمۃ الروح“ نامی کتاب تلاش کر کے حاصل کر لیجیے اور اس میں صفحہ ۹/ پر ملاحظہ فرمائیے:

تیری عبدیت میں چہرہ لگ گیا ہے
منھ اجالا ہوگیا احمد رضا
میری حالت آپ پر ہے سب عیاں
آپ سے کہاں ہے چھپا احمد رضا

صفحہ ۴۲/ پر دیکھیے:

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا
تیرا اور سب کا خدا ہے احمد رضا

ملاحظہ فرمائیے! آپ نے بے جا طور پر کھینچ تان کر مولانا گنگوہی کے متعلق زبان درازی کی ہے، لیکن ان اشعار میں آپ کا سُنی بھائی تو صاف صاف احمد رضا صاحب کو خدا کہتا ہے۔ اگر طبیعت آسودہ نہیں ہوئی تو اور سن لیجیے۔ کتاب ”مدائح اعلی حضرت“، صفحہ ۲۰/ کھول لیجیے:

ملنے میں ہے دیر کیا ہاتھ کرم کے اٹھا
اے مری حاجت روا احمد رضا

اور سنیے:

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا
جو تم نے دیا احمد رضا

صفحہ ۸/ نکال لیجیے:

بات ہے ایمان کی حق کی قسم
آپ سے ایماں ملا احمد رضا

۴۲/ ملاحظہ ہو:

دل ملا آنکھیں ملیں ایماں ملا
جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا

بتایئے! ان کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ یہ صاف صاف انکار کرتے ہیں کہ نہ خدا سے ملا، نہ نبی سے ملا، جو کچھ ملا، سب احمد رضا سے ملا۔ آپ مجھے الزام دے رہے تھے اور اپنے گھر کی خبر نہیں:

اے چشمِ اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
وہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

چلیے! آپ کا دوسرا اعتراض اس پر ہے:

زبان اہل ہوا پر یہ ہے
اٹھا کوئی دنیا سے بانیِ اسلام کا ثانی

اس پر آپ نے لکھا ہے کہ:

"اپنے گرو گھنٹال کو ثانی بانیِ اسلام کہا ہے۔ یہ آپ لوگوں کی خصوصیت ہے کہ کوئی موسی بنا، کوئی ثانی بانیِ اسلام، یعنی نبی بنا۔"

آپ نے بڑا کرم فرمایا کہ ثانی بانیِ اسلام نبی ہی کو کہا، ورنہ آپ کے یہاں ایک حضرت گزرے ہیں جنھیں آپ لوگ 'حافظِ ملت' کہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ بانیِ اسلام کا ثانی یعنی خدا کا ثانی مولانا گنگوہی کو کہا گیا ہے۔ خیر وہ بڑے حضرت تھے، اس لیے خدا تک پہنچ گئے، اور آپ چھوٹے حضرت ہیں، اس لیے نبی تک رک گئے۔ کیا خوب سمجھ ہے آپ لوگوں کی؟ آپ کو خبر بھی نہیں کہ محاورے میں 'ثانی' جانشین کو کہتے ہیں۔ اور علما انبیا کے جانشین ہوتے ہیں، وارث ہوتے

ہیں۔ انھیں اگر ثانی کہا جائے تو محاورے کے لحاظ سے کچھ حرج نہیں، بلکہ اس سے عین وارث کا معنی ادا ہوتا ہے۔ لیکن آپ اپنے آنگن میں جھانکیے! وہاں آپ کو ایک صاحب حضرت عیسی علیہ السلام سے بھی بلند قامت نظر آویں گے۔ کھولیے مدائح اعلی حضرت صفحہ ۲۵/ اور پڑھیے یہ شعر:

شفا بیمار پائے ہیں طفیل حضرت عیسی
ہے زندہ کردیا ....

اور سنیے! آپ کے امیر ملت پیر جماعت علی شاہ کے متعلق رسالہ 'انوار الصوفیہ' شمارہ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ان کا ایک مرید لکھتا ہے:

بظاہر مرصع بباطن مجلّٰی
تو ہم میں حرفِ خدا بن کے آیا
خدا تجھ میں دیکھا نبی تجھ میں پایا
تو آئینۂ رضا بن کے آیا

اور سنیے!

جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے
جام کوثر کا پلا احمد رضا

لیجیے حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ سے جام کوثر چھین کر احمد رضا صاحب کو تھما دیا۔ حد ہے گستاخی کی۔ آپ کے گھر کے لوگ جو نہ جانے احمد رضا کو کیا کیا بتاتے چلے جا رہے ہیں؟ کہیں خدا تو کہیں نبی! اب تو آپ کی طبیعت ہری ہوگئی ہوگی اور سمجھ میں آ گیا ہوگیا کہ راہِ ہدایت کدھر ہے؟ اور گمراہ کون ہے؟ آپ نے شعر تو غلط لکھا ہے، میں اسے صحیح کر کے آپ کی جانب لوٹاتا ہوں:

بڑے صاف ظاہر بڑے پاک باطن
کلیم آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

آپ کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ:

"نبی کے کلمہ کے بجائے مرید نے اپنے پیر کی بارگاہ میں پیر کا کلمہ سنایا تو پیر نے کہا [آگے آپ کی عبارت بے ربط ہے] آپ دیکھے ہیں، رسالہ کھول کر دیکھ لیجیے، ہم سب کا کلمہ لا الہ

الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔"

آپ تو ماشاء اللہ جلالین...... اور یہ خبر بھی نہیں کہ رسول اللہ میں رسول مضاف ہے، اور مضاف پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔ اس کلمہ رسالت کو بھی آپ نے مہمل بنا دیا۔ آپ نے 'الرسول اللہ' لکھا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کے یہاں تکفیری غلاظت کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ ان چیزوں کو سمجھنے کے لیے علمی استعداد شرط ہے۔ بہر حال پھر آپ نے لکھا کہ:

"آپ لوگوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ ہے۔ اور اسی کو انھوں نے بعونہ تعالی متبع سنت قرار دیا۔"

جھوٹ اور سفید جھوٹ، اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر بدترین جھوٹ۔ ٹھیک اسی طرح جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ کہیں سے آپ اگر ثابت کر دیں تو منھ مانگا انعام حاضر ہے۔ آپ کو اور آپ کی پوری تکفیری جماعت کو چیلنج ہے، قیامت تک کتابیں الٹتے پلٹتے رہیں گے کہ لیکن ممکن نہیں کہ ثابت کر سکیں۔ جھوٹوں کے اوپر اللہ کی لعنت۔ آپ ہی کا جملہ آپ کو لوٹا رہا ہوں، آپ کے جملے میں غلطی ہے۔ آپ نے لکھا ہے "کل قیامت کا توبہ معتبر نہیں۔" میں اسے صحیح کرتا ہوں "کل قیامت کی توبہ معتبر نہیں بلکہ آج ہی کی توبہ معتبر ہے، ورنہ یہ آیت آپ پر: ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ۔ لہٰذا فہم و فراست پیدا کیجیے، اور گہری نگاہوں سے کتابوں کا مطالعہ کر کے جائزہ لیجیے تو پھر حقانیت آپ کے سامنے عیاں ہو جائے گی، ورنہ صم بکم عمی فھم لا یرجعون کے مصداق ہوں گے۔ لہٰذا رنجیدہ خاطر نہ ہوں، بلکہ سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کریں تو شاید میری بات آپ کو راس آ جائے۔ فقط

آپ نے 'تقویۃ الایمان' کی لمبی عبارت پر اعتراض کیا ہے، لیکن اپنی پرانی عادت کے مطابق مہمل اور بے ربط سی عبارت نقل کر دی ہے۔ آپ خود دیکھ لیجیے۔ آپ لکھتے ہیں:

"محبت کے سبب سفارش قبول کرے، اس قسم کی کوئی سفارش خدا کے نزدیک ممکن نہیں جو کسی کو اس قسم کا شفیع سمجھے ویسا ہی مشرک ہے۔"

کیا یہ تقویۃ الایمان کی عبارت بعینہ ہے؟ یا اس میں خیانت کی گئی ہے؟ ضرور اس میں خیانت ہوئی ہے۔ پہلے خیانت دور کرو، پھر جواب لو۔

آپ نے امکانِ کذب کا مسئلہ چھیڑ دیا ہے اور 'ایضاح الحق' کی ایک عبارت کا ترجمہ خیانت کے ساتھ کیا ہے۔ یہ دونوں مسئلے خالص علمی ہیں، اس میں آپ کے اکابر نے زبردست مار کھائی ہے، اور اس کی وجہ سے اعلی حضرت سے لے کر ادنی حضرت تک، سب لوگ معتزلہ کی گود میں جا بیٹھے ہیں۔ اس وقت اس کی تشریح نہیں کرتا، لیکن اطمینان رکھیے، اس پر ہمارے یہاں مسکت اور تشفی بخش جواب موجود ہے۔

آپ نے لکھا ہے:

”بارہویں صدی سے قبل کہیں دیوبندی یا وہابی کا وجود تھا؟ تو براے کرم مجھے بھی خبر دیں کہ سلف صالحین جو بارہویں صدی کے قبل گزرے ہیں، وہ اہل سنت میں سے تھے یا دیوبندی یا وہابی میں سے تھے؟“

سبحان اللہ! الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ دیوبندی کوئی فرقہ نہیں ہے اور نہ علماے دیوبند نے نئے مسلک و مشرب کا دعوا کیا ہے۔ علماے دیوبند کا شعار اتباعِ سنت ہے۔ انھوں نے سنت کی نشر و اشاعت اپنا دستورِ زندگی بنایا۔ دیوبندی اور وہابی کا لقب تو آپ اور آپ کے آقاے نعمت کا چلایا ہوا ہے۔ علماے دیوبند در حقیقت علماے اہل سنت ہیں، لیکن آپ بتائیے کہ بریلویت و رضا خانیت کا وجود کب سے ہوا ہے؟ اس کی ابتدا تو نہ بارہویں صدی اور نہ تیرہویں صدی میں بلکہ چودہویں صدی سے ہے۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ بعینہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہو، بلکہ اس کے بانی کا دعوی ہے کہ یہ ایک مستقل مذہب ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو وصایا شریف ملاحظہ فرمائیے۔ صفحہ ۹/ پر یہ عبارت موجود ہے:

”رضا حسین اور حسنین اور تم سب محبت و اخلاص سے رہو، اور حتی الامکان شریعت نہ چھوڑو، اور میرا دین و مذہب میری کتب سے واضح ہے، اس پر قائم رہنا فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت پر عمل کرنا حتی الامکان نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ سکتے ہیں، لیکن خان صاحب کے دین و مذہب پر عمل کرنا اور اس پر قائم رہنا فرض ہے۔ اس سے صاف پتا چل گیا کہ خان صاحب کا دین و مذہب وہ نہیں ہے جو شریعت محمدی ہے۔ لہٰذا ان کا دین قرآن و سنت اور اہل سنت سے الگ دین ہے۔ اب میں پھر آپ ہی کے الفاظ آپ کی طرف لوٹاتا ہوں، صرف دو لفظ بدلوں گا۔ ”بریلوی و رضا خانی کا وجود زمانہ رسول میں تھا؟ اگر نہ تھا تو ہم بدعتی یا تم

بدعتی؟'' آپ خود فیصلہ فرمائیے۔ آپ ہی کا شعر آپ کی نذر:

ہمارا آشیاں تم نے اجاڑا ہے اے گل چیں
ہم تجھے چین سے جینے نہیں دیں گے

دوسرا مصرعہ آپ کی سفاکی کا ٹھیک اسی طرح شکار ہے جس طرح علمائے دیوبند نشانہ بنے ہیں۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

بات تو پوری ہو چکی ہے کہ لیکن جی چاہتا ہے کہ خان صاحب کے دین و مذہب کا ایک نمونہ بھی دیکھ لیا جائے، اس سے پتا چل جائے گا کہ یہ دین و مذہب قرآن وسنت سے کتنی دور ہے۔ مرنے کے وقت ہر مسلمان کو خدا یاد آتا ہے، آخرت یاد آتی ہے، نیکیوں کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے، دنیا سے دل ...... ہو جاتا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ لیکن خان صاحب جس مذہب پر جمے ہوئے تھے، اس کا آخری نتیجہ ملاحظہ ہو۔ بستر مرگ پر ہیں، دنیا سے جانے کا وقت قریب ہے، ملک الموت وقت کا منتظر ہے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب کو وصیت سوجھتی ہے۔ دین و مذہب کی تاریخ میں ایسی لذیذ اور دلچسپ وصیت .... ہفتہ میں دو تین باران اشیا میں کچھ بھیج دیا کریں۔ ۱- دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کا دودھ ہو۔ ۲- مرغ کی بریانی۔ ۳- مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو۔ ۴- شامی کباب۔ ۵- پراٹھے۔ ۶- بالائی۔ ۷- فیرنی۔ ۸- اُردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم۔ ۹- گوشت بھری کچوریاں۔ ۱۰- سیب کا پانی۔ ۱۱- انار کا پانی۔ ۱۲- سوڈے کی بوتل فقط ایک درجن۔

کھانے پینے کی چیزیں خان صاحب اس وقت منگوا رہے ہیں جب مر چکے ہوں گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رضا خانیت کی بنیاد صرف پیٹ پر ہے۔ ایسا مذہب پیٹ والوں کو مبارک ہو، مجھ کو اللہ تعالی اس سے نجات دے۔

میں دل کی گہرائی سے آپ کا شکر گزار ہوں، اور آپ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اس سیاہ دلدل سے نجات پائیں۔ فقط والسلام

❑❑❑

تعارف مکتوب الیہم

۱- حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی:

معروف شیخ طریقت بزرگ برکۃ العصر حضرت مولانا محمد احمد صاحب کی ولادت ۱۳۱۷ھ کو ضلع پرتاپ گڑھ کے ایک موضع پھول پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، انتہائی کتابوں کی تکمیل اپنے مرشد شیخ بدر علی شاہ صاحب سے کی۔ آپ کا سینہ ابتدا ہی سے محبت الٰہی کے گراں مایہ سرمایہ سے معمور تھا، یہی محبت آپ کو بزرگانِ دین کی مجالس تک کھینچ کر لے جاتی۔ حضرت تھانوی کی بارگاہ میں بھی ایک مرتبہ شرفِ باریابی حاصل ہوئی، حضرت تھانوی نے آپ کے ساتھ خاص معاملہ فرمایا۔ لکھنو کے محلّہ ڈالی گنج میں ٹیلے والی مسجد میں مولانا شاہ وارث حسین صاحب نور اللہ مرقدہ سے ملاقات ہوئی اور انھیں سے بیعت کر لی۔ چار سال کا عرصہ ان کی خدمت میں گزار کر خلعتِ خلافت حاصل کی، اس کے بعد اُنھیں کی ایما پر ضلع رائے بریلی میں سدھونہ نامی گاؤں میں حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب حضرت مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی کے خلیفۂ اجل تھے اور اوصاف و کمالات میں اپنے شیخ ہی کے پرتو تھے۔ حضرت پرتاپ گڑھی نے یہاں تزکیۂ باطن کے ساتھ علوم ظاہر کی بھی تکمیل کی اور اوج کمال تک پہنچے۔ (بزم کہن: ص ۱۲۹)

آپ کی ذات مرجعِ خلایق اور رشد و ہدایت کا منارۂ نور تھی، اساطینِ علم آپ کی خدمت میں باریابی اور آپ کی مجلس میں حاضری کو شرف سمجھتے تھے۔ حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی صاحب کو بھی آپ سے ازحد عقیدت و محبت اور قلبی لگاؤ تھا اور آپ بھی مولانا اعظمی کے ساتھ بہت زیادہ شفقت و مودت کا معاملہ فرماتے تھے۔ حضرت پرتاب گڑھی کی وفات کے بعد مولانا اعظمی نے اس محبت کی لذیذ داستان اپنے سحر طراز قلم سے رقم کی ہے جو ان کی کتاب ''کھوئے ہوؤں کی جستجو'' میں

شامل ہے۔ آپ کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضری کے علاوہ حضرت مولانا نے متعدد خطوط بھی لکھے، جن میں سے صرف ایک خط محفوظ رہ سکا جو اس کتاب میں شامل ہے۔ مولانا اعظمی کے خطوط کے جو جوابات حضرت نے مرحمت فرمائے تھے، ان میں سے بیشتر کو مولانا اعظمی نے اپنے مضمون 'مکاتیبِ محبت' میں نقل کر کے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ مضمون 'کھوئے ہوؤں کی جستجو' میں پر دیکھا جا سکتا ہے۔

حضرت مولانا پرتاپ گڑھی شیخ طریقت ہونے ساتھ اردو کے بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کا منظوم کلام عشق و محبت اور معرفتِ الٰہی کی گرم نفسیوں سے معمور ہے۔ 'عرفانِ محبت' کے نام سے آپ کا مجموعہ کلام شایع ہوا ہے۔ آپ کی شعری ہنرمندی پر مشہور نقاد جناب شمس الرحمان فاروقی صاحب نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''حضرت احمد پرتاپ گڑھی کے کلام کی ایک صفت یہ تھی کہ وہ زبان نہایت سادہ اور بظاہر کسی دقت سے خالی لکھتے تھے، ان کے شعر میں سلاست اور صفائی حدِ اعجاز تک پہنچی ہوئی تھی۔'' (علوم و نکات: ج ۲ ص ۴۲۲)

حضرت مولانا کا ۲/ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو ۹۳/ سال کی عمر میں الہ آباد میں وصال ہوا۔

……

۲- حضرت مولانا عبدالرحمان جامی صاحب:

حضرت مولانا عبدالرحمان جامی صاحب مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ کے مسترشد خاص، آپ کی مجلس کے ہمہ وقت کے حاضر باش اور آپ کے علوم و معارف کے امین و محافظ اور شارح تھے۔ حضرت مصلح الامت کے قایم کردہ مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد میں تدریسی خدمات انجام دیں اور وہیں سے ان کے علوم و معارف کی حفاظت و اشاعت کی غرض سے ایک رسالہ ''معرفت حق'' کے نام سے جاری کیا، جس کے بیشتر صفحات میں حضرت مصلح الامت کے عارفانہ کلام کی آپ کے قلم سے شرح و ترجمانی ہوا کرتی تھی۔ اسی رسالہ میں بالاقساط حضرت مصلح الامت کی سوانح بھی رقم کی جو بعد میں 'حالاتِ مصلح الامت' کے نام سے شایع ہوئی۔ اس کے علاوہ 'تالیفات مصلح الامت' کی ابتدائی تدوین معرفت حق ہی کے صفحہ میں ہوئی اور پھر

وہاں سے منتقل ہو کر کتابی صورت میں منظر عام پر آئی، جو یقیناً مولانا جامی کا ایک زریں کارنامہ ہے۔

مولانا جامی حضرت مولانا سراج الحق مچھلی شہری کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۴/ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۶/فروری ۱۹۱۹ء میں مچھلی شہر میں ہوئی۔ کافیہ تک کی تعلیم مدرسہ اشرفیہ دائرہ شاہ عبدالجلیل چک الہ آباد میں حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لیے ۱۳۵۶ھ میں مظاہر علوم سہارن پور تشریف لے گئے اور ۱۳۶۲ھ میں رسمی طالب علمی سے فراغت حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی میں حضرت تھانوی سے خط کتابت رہی ہے اور اسی زمانہ میں بارگاہ تھانوی میں حاضری کے شرف سے بھی فیض یاب ہوئے۔

مولانا اعظمی کا مولانا جامی سے تعارف وصیۃ العرفان کے توسط ۱۹۷۴ء میں ہوا اور خط کے ذریعہ اُسی زمانہ میں رابطہ بھی ہوا۔ ۱۹۷۷ء میں مولانا اعظمی جب مدرس بن کر وصیۃ العلوم الہ آباد پہنچے تو یہ رابطہ مستحکم مودت میں بدل گیا۔ مولانا جامی کے انتقال کے بعد مولانا اعظمی نے ان کے حالات مرتب کیے جو ''ذکر جامی'' کے نام سے شایع ہوئے ہیں۔ مولانا جامی کے نام مولانا اعظمی کے صرف وہی خط مل سکے جو وصیۃ العرفان کی فایل میں مولانا جامی نے نقل کر کے محفوظ کر دیے تھے، ان کے علاوہ کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

مولانا جامی کی وفات ۱۰/رمضان ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۷/ مارچ ۱۹۹۱ء کو ہوئی۔

……………………

۳- حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب:

ملک کے ممتاز فقیہ و عالم دین حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب کا وطنی تعلق ضلع دربھنگہ کے ایک گاؤں 'جالہ' سے ہے۔ ۹/ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ تعلیم کی ابتدا اپنے والد ماجد مولانا عبدالاحد قاسمی صاحب سے کی، اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ محمود العلوم دملہ، مدرسہ امدادیہ دربھنگہ اور مفتاح العلوم مئو ناتھ بھنجن میں متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند پہنچے اور ۱۹۵۵ء میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سے بخاری شریف پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ فراغت کے بعد جامعہ رحمانیہ مونگیر میں شعبہ تدریس سے وابستہ ہوئے اور دورۂ

حدیث شریف تک کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۹۶۰ء میں امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے قاضی مقرر ہوئے اورتادم واپسیں اس امتیازی علمی منصب پر فائز رہے۔ ملک کے ممتاز وموقر علمی ادارے مثلاً فقہ اکیڈمی، مسلم پرسنل لا، ملی کونسل وغیرہ ان کی سربراہی میں ترقیوں کی معراج تک پہنچے ہیں۔ قاضی صاحب نے علمی وعملی میدان میں متعدد اجتہادی کام کیے ہیں جن سے واقفیت ان کی سوانح حیات کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔

قاضی مجاہد الاسلام صاحب کی وفات ۴/ اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات ہوئی۔

……

۴- حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب:

مشرقی یوپی کے مشہور صاحبِ افتا عالم، مصلح الامت حضرت مولانا وصی اللہ صاحب کے شاگرد خاص اور عاشق زار۔ مفتی محمد حنیف صاحب کا آبائی وطن لپری ضلع جونپور ہے۔ مدرسہ ریاض العلوم گورینی اور مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں عرصۂ دراز تک شیخ الحدیث رہے ہیں۔ مولانا اعظمی جب ریاض العلوم گورینی تدریس کے لیے تشریف لے گئے تو اس وقت وہاں صدر مدرس اور شیخ الحدیث حضرت مفتی صاحب ہی تھے۔ گورینی جانے سے قبل ہی سے حضرت مفتی صاحب سے تعلق وتعارف تھا، وہاں پہنچنے کے بعد اس میں مزید استحکام پیدا ہوا۔

حضرت مفتی صاحب اخیر عمر میں ہر طرف سے یکسو ہوگئے تھے اور جوما اعظم گڑھ میں عزلت نشینی اختیار کرلی تھی۔ سوسال سے زاید عمر پائی، مارچ ۲۰۱۴ میں انتقال ہوا۔

……

۵- حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مرغوب الرحمان صاحب کا وطنی تعلق شہر بجنور سے تھا، آپ نے ایک امیر کبیر گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد مولانا مشیت اللہ صاحب بجنور کے بڑے زمینداروں میں سے تھے اور دارالعلوم کی شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ مولانا مرغوب الرحمان صاحب نے ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم سے سندِ فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد تقریباً ۲۵/ سال تک اپنے محلے کی مسجد میں للہ فی اللہ امامت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم کے رکن شوریٰ منتخب ہوئے۔

دارالعلوم کے صد سالہ جلسہ کے بعد ۱۹۸۱ء میں معاون مہتمم کے طور پر مقرر ہوئے اور پھر ۱۹۸۲ء کے انتہائی نازک وقت میں دارالعلوم کا عہدۂ اہتمام آپ کے سپرد ہوا، جس کو آپ نے تا وفات بحسن وخوبی اور خداداد تدبر وصلاحیت سے سنبھالے رکھا۔ آپ کا دورِ اہتمام ۲۸/ سال کے طویل عرصے پر محیط ہے۔ اس طویل عرصہ میں آپ نے دارالعلوم کی محض للہ فی اللہ خدمت کی، کسی بھی طرح کی آلودگی آپ کے دامنِ دل کو داغ دار نہیں کرسکی۔

آپ کی وفات یکم محرم ۱۴۳۲ مطابق ۸/ دسمبر ۲۰۱۰ء کو بجنور میں ہوئی اور تدفین مزار قاسمی دیو بند میں ہوئی۔

……

۶- حضرت ماسٹر محمد قاسم صاحب:

صوبہ بہار کے مسلّم صاحبِ نسبت بزرگ حضرت ماسٹر محمد قاسم صاحب کا وطنی تعلق کھور مدن پور ضلع مدھوبنی بہار سے ہے۔ آپ حضرت تھانوی کے خلیفہ حضرت مولانا سراج احمد امروہوی نوراللہ مرقدہ کے خلیفہ ومُجازِ بیعت ہیں۔ سرزمین بہار کے لیے آپ کی ذات رشد وہدایت کا مینارۂ نور ہے۔ آپ بنیادی طور پر ماسٹر ہیں مگر حضرت سراج الامت کی نظر کیمیا اثر نے اور دیگر علما وصلحا کی محبت نے آپ کو مثیل العلما بنا دیا ہے۔ آپ کی ذات صرف مرجعِ عوام ہی نہیں مرجعِ علما بھی ہے۔ نہایت خاشع وخاضع خاموش اور ذاکر بزرگ ہیں۔ قلب کی خشیت اور ذکر کی مسرت کو آپ کے چہرے پر واضح طور سے دیکھا جاسکتا ہے۔ مدرسہ اشرفیہ پوہدی بیلا ضلع دربھنگہ کے ایک لمبی مدت سے روح رواں اور منتظم اعلی ہیں۔

حضرت ماسٹر صاحب سے مولانا اعظمی کی قدیم شناسائی تھی، آپ مولانا اعظمی کے بہت مداح اور قدردان ہیں۔ ’حیاتِ سراج الامت‘ مولانا اعظمی نے آپ ہی کے حکم کی تعمیل میں مرتب کی ہے۔ آپ کی دعوت پر مولانا اعظمی کا کثرت سے بہار کا اصلاحی دورہ ہوا کرتا تھا۔ دونوں بزرگوں کے مابین کثرت سے خطوط کا تبادلہ بھی ہوا ہے۔ حضرت ماسٹر صاحب نے جتنے بھی خطوط مولانا اعظمی کو لکھے ہیں، ان میں بیشتر محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ اگر حضرت ماسٹر صاحب کے متوسلین میں سے کوئی صاحب ہمت کریں تو محبت کی یہ دستاویز شایع کر کے محفوظ کی جاسکتی ہے۔

……

۷-حضرت مولانا سید شاہ محفوظ الرحمان صاحب:

صوبہ بہار کے معروف صاحبِ نسبت نقشبندی بزرگ۔ منورا شریف میں آپ کی خانقاہ علما صلحا اور عوام کے لیے روحانی مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ قطب الہند حضرت مولانا حکیم احمد حسن منوروی صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳/ دسمبر ۱۹۴۴ء کو اپنے نانیہال لادھ کپسیا، پوسٹ صلحا بزرگ ضلع سمستی پور بہار میں ہوئی۔

تعلیمی سلسلہ میں سب سے پہلے اپنے والد ماجد سے کسب فیض کیا، اس کے بعد دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف میں داخلہ لے کر سات سال کی مدت میں وہاں کا نصاب مکمل کرلیا۔ پھر کچھ دنوں مظہر علوم بنارس اور کچھ مدت لکھنؤ میں بھی حصولِ علم کے لیے قیام پذیر رہے۔

آپ نے باطنی تعلیم بھی اپنے والد ماجد کی زیر تربیت رہ کر حاصل کی اور تمام سلاسل میں راہِ سلوک کو طے کر کے اپنے والد محترم کے جانشین ہوئے۔ والد محترم کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد ادریس صاحب ذکا گڑھولوی اور معروف محقق و مصنف حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی نے بھی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

نوٹ: یہ معلومات حضرت مولانا محفوظ الرحمان صاحب کے صاحبزادے مولانا اختر امام عادل صاحب کی فراہم کردہ ہے۔ میں نے ان سے حضرت مولانا کے مختصر تعارف کی درخواست کی تو انھوں نے اپنی تازہ تصنیف ''تذکرہ حضرت آہ مظفر پوری'' سے اپنے والد محترم کے متعلق صفحہ ۷۹ بھیج دیا جس سے یہ تمام معلومات مستفاد ہیں۔

……

۸-حضرت مولانا ولی رحمانی صاحب:

ہندستان کے موقر عالم دین اور ہندستانی مسلمانوں کے راہ نما حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ مولانا ولی رحمانی صاحب کی ولادت ۵/ جون ۱۹۴۳ء کو مونگیر بہار میں ہوئی۔ پرائمری کی تعلیم رحمانیہ اردو پرائمری اسکول مونگیر میں پائی۔ اس کے بعد جامعہ رحمانی مونگیر میں مشکوۃ شریف تک کی تعلیم حاصل کی۔ ملک کے موقر دینی تعلیم کے دانش کدے دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلما لکھنؤ سے اکتساب فیض کیا ہے۔ ۱۹۶۷ء میں اپنے والد

ماجد کی ایما پر جامعہ رحمانی مونگیر میں خدمت تدریس سے وابستہ ہو گئے، تدریس کے ساتھ فتوی نویسی کی بھی خدمت انجام دیتے رہے۔ ہفتہ وار 'نقیب' پھلواری شریف پٹنہ کی ادارتی ذمہ داری ۱۹۶۶ء میں آپ سے متعلق ہوئی اور قریب ایک سال تک اس کے مدیر رہے۔ اپریل ۱۹۷۴ سے اپریل ۱۹۹۶ء تک یعنی مسلسل بائیس سال تک بہار قانون ساز کونسل کے رکن رہے ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں مولانا نے رحمانی فاؤنڈیشن کی بنیاد ڈالی اور اس کے تحت متعدد ذیلی شعبے مثلاً صحت، کمپیوٹر اور قومی کونسل کے اشتراک سے ایک سالہ اردو کورس قائم کیے۔ لڑکیوں کے لیے 'ہنر پروگرام' کی ابتدا کی جس کے تحت ضروری خانگی امور مثلاً سلائی، کشیدہ کاری وغیرہ کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہے۔ ۲۰۰۸ء میں بہار کے غریب مسلم طلبہ کے لیے 'رحمانی تھرٹی' قائم کیا جس کے تحت غریب مسلم طلبہ کو اعلی مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیابی دلانے کے لیے معقول تعلیم اور دینی تربیت کا اہتمام ہوتا ہے۔ [ماخوذ از 'حیات ولی']

ان علاوہ دسیوں قومی و ملی خدمات اور مسلمانوں کے معزز و راہنما اداروں کی سربراہی مولانا کے شناخت نامے میں شامل ہے۔ ان کی موجودہ بیشتر خدمات سے مسلمانانِ ملک واقف ہیں، اس لیے انھیں قلم انداز کیا جاتا ہے۔

……

۹- حضرت مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب کویت

مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب مولانا اعظمی کے دارالعلوم دیوبند کے ساتھیوں میں سے ہے۔ مولانا اعظمی کی آپ بیتی 'حکایت ہستی' میں زمانہ طالب علمی کے ساتھیوں میں سے مولانا بدرالحسن صاحب کا بھی ذکر ہے۔ مولانا بدرالحسن صاحب ملک کے ممتاز عالم دین اور صاحبِ فقہ و فتاوی ہیں۔ مولانا موصوف کا وطنی تعلق دوگھرا ضلع دربھنگہ سے ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے فرزند ہیں اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے پی، ایچ، ڈی کی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے عربی رسالے 'الداعی' کے ایک عرصہ تک ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ فی الحال ایک لمبی مدت سے وزارت اوقاف کویت سے متعلق ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اسلامی فقہ اکیڈمی کے نائب صدر اور امارت شرعیہ کے رکن شوری جیسے اہم علمی منصب سے بھی وابستہ ہیں۔ ایک سہ ماہی مجلّہ 'فقہی تحقیقات' بھی آپ کی ادارت میں

ملک کی راجدھانی دہلی سے شائع ہوتا تھا۔ [ماخوذ از ’امیر شریعت: نقوش وتاثرات‘ ص ۳۶]

……………………

۱۰-حضرت مولانا صلاح الدین صاحب غازی پور:

زمانیہ غازی پور کی معروف دینی درس گاہ مدرسہ قاسم العلوم کے بانی و مہتمم ہیں۔ آبائی مسکن ضلع غازی پور کا ایک گاؤں دیو۔تھا ہے مگر اب مستقل قیام زمانیہ غازی پور میں ہے۔ آپ کا سال ولادت ۱۹۵۰ء ہے۔ حفظ قران کریم اور ابتدائی فارسی وعربی سے لے کر عالمیت تک کی تعلیم غازی پور کی قدیم دینی درس گاہ مخزن العلوم دلدارنگر میں حاصل کی۔ سند فضیلت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد ایک لمبی مدت تک اپنے مادر علمی مخزن العلوم دلدارنگر میں تدریسی فرایض انجام دیے۔ ۱۹۸۰ء میں مدرسہ قاسم العلوم زمانیہ کی بنیاد ڈالی اور تاحال اسی مدرسہ کے توسط سے دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی علیہ الرحمہ سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھتے تھے، ان کی وفات کے بعد حضرت پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی کی طرف مراجعت کی ہے۔

……………………

۱۱-مولانا حکیم الدین صاحب جون پوری:

مولانا اعظمی کے قدیم دوستوں میں سے ہیں، جون پور کے ایک گاؤں ڈکھا اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل ہیں اور طویل عرصہ تک مدینہ منورہ میں ملازمت کے سلسلے میں رہ چکے ہیں۔ تدین وتقوی مثالی ہے، محض اپنے گاؤں کی دینی حالت کو درست کرنے اور لوگوں کو علمِ دین سے قریب کرنے کے لیے سعودی عرب کی آسودہ اور متمول زندگی چھوڑ کر اپنے وطن آ گئے اور ’دارِارقم‘ کے نام سے یہاں ایک مدرسہ قایم کیا جو اب پرایمری درجات سے ترقی کرتا ہوا عربی دوم تک پہنچ گیا۔ خاص بات یہ ہے کہ اس مدرسہ میں صرف گاؤں اور علاقہ کے بچے پڑھتے ہیں، دارالاقامہ کا نظام نہیں ہے۔ گویا کہ مدرسہ اپنے مقصد اصلی میں بہت حد تک کامیاب ہے۔

……………………

۱۲- مولانا عبدالرشید صاحب بستوی:

مولانا اعظمی نے مولانا عبدالرشید صاحب بستوی کے متعلق اپنے سفر نامہ حج 'بطواف کعبہ رفتم' میں جو لکھا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بطور تعارف اسے یہاں نقل کر دیا جائے:

> ''ذکر ملاقاتوں کا چھڑ گیا ہے تو قلم کا تقاضہ ہے کہ اپنے ایک اور کرم فرما اور مخلص بزرگ کی ملاقات کا بھی ذکر کر دیا جائے: یہ مولانا عبدالرشید صاحب بستوی ہیں۔ مولانا کا بس نام ہی نام سنا تھا۔ گورینی آنے کے بعد استاذ محترم حضرت مولانا محمد افضال الحق صاحب قاسمی سے ان کی بہت تعریف سنی تھی۔ ان کے بعض تلامذہ نے جو مجھ سے پڑھتے تھے، میرا تعارف ان سے ذرا مبالغہ کے ساتھ کرایا۔ مولانا کو نادیدہ ایک تعلق سا ہو گیا۔ وہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں کام کرتے ہیں۔ تحریری سلام وکلام کا شرف کبھی کبھی حاصل ہو جاتا۔ ایک مرتبہ انھوں نے بشارت سنائی کہ ایک طواف میری جانب سے کیا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی خوش خبری دی کہ جلد ہی آپ کی طرف سے عمرہ بھی کروں گا۔ ان کی اس کریمانہ محبت کا دل پر بہت اثر ہوا۔ پھر وہ مکہ معظّمہ سے وطن تشریف لائے تو ازراہ کرم شرفِ ملاقات بخشا۔ ملاقات کے بعد اس تعلق میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔'' [ص ۶۷]

……

۱۳- مولانا محمد صدیق صاحب و مولانا محمد عمر صاحب:

دونوں حضرات ملک کے معروف عالم دین حضرت مولانا محمد فاروق صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ مظاہر علوم سہارن پور کے فارغ التحصیل ہیں۔ مولانا صدیق صاحب عمر میں بڑے ہیں اور اپنے گاؤں اتراؤں الہ آباد میں امامت کرتے ہیں اور چھوٹے بچوں کی دینی تربیت کے لیے ایک مکتب بھی چلاتے ہیں۔

مولانا محمد عمر صاحب جامعہ فاروقیہ اتراؤں کے مہتمم و منتظم ہیں۔ یہ مدرسہ اس علاقہ کے قدیم تر مدرسوں میں سے ہے، اس کو قایم ہوئے سو سال سے زاید مدت ہو چکی ہے۔ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب کے زمانہ میں اس کی نشأۃ ثانیہ ہوئی۔ مولانا فاروق صاحب کی وفات کے بعد سے مولانا عمر صاحب کے زیر اہتمام یہ مدرسہ چل رہا ہے۔ مولانا عمر صاحب کو شعر وشاعری سے بھی شغف ہے، فی البدیہہ اشعار کہنے میں مہارت حاصل ہے۔ زود گو و پر گو شاعر ہیں۔

……

۱۴- مولانا انعام الحق صاحب دربھنگوی:

جھگڑوا گھنشیام پور دربھنگہ کے رہنے والے ہیں۔ بہار کے معروف شیخ طریقت حضرت ماسٹر محمد قاسم صاحب کے مسترشد وخادمِ خاص ہیں۔ گلستاں بوستاں تک کی تعلیم حضرت ماسٹر صاحب کے مدرسہ اشرفیہ عربیہ پوہدی بیلا میں حاصل کی، بعدازاں مدرسہ عربیہ جامع مسجد امروہہ گئے اور کافیہ وقدوری تک وہاں تعلیم حاصل کی۔ پھر بعض گھریلو اور معاشی پریشانی کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے واپس وطن آگئے اور تدریس وامامت سے منسلک ہوگئے۔ ضلع رتنا گری مہاراشٹر کے ایک گاؤں پنگاری میں تقریباً آٹھ سال امامت کے فرائض انجام دیے۔ فی الوقت حکومت بہار سے منظور شدہ ایک پرایمری اسکول میں خدمت تدریس پر مامور ہیں۔

مولانا انعام الحق صاحب کے صاحبزادے مولانا اکرام الحق صاحب مولانا اعظمی کے شاگرد ہیں اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ فراغت کے بعد سے مستقل مصروفِ تدریس وافادہ ہیں۔ آج کل مرکز الصفۃ الاسلامیہ شکری میں بحیثیت صدر مدرس برسرخدمت ہیں۔ کتاب میں درج مکتوب مولانا اکرام الحق صاحب کے تعلق سے ہی ان کے والد محترم کو لکھا گیا تھا۔

……………………………………

۱۵- حافظ نجم الدین صاحب شیخوپوری:

شیخوپور ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ مولانا اعظمی کے زمانہ طالب علمی کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ مولانا اعظمی جب احیاء العلوم مبارک پور میں عربی درجات میں تھے تو یہ حفظ میں تھے۔ عرصۂ دراز تک معاش کے سلسلے میں دبئی میں مقیم رہے ہیں، پھر وہاں کا قیام ترک کر کے مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں مدرسی اختیار کر لی اور تقریباً پندرہ سولہ سالوں سے تحفیظِ قرآن کی خدمت میں مصروف ہیں۔ بہت ہی متدین اور دینی امور میں انتہائی متصلب طبیعت کے مالک ہیں جو یقیناً ہزاروں خوبیوں سے بڑھ کر ایک خوبی ہے۔

……………………………………

۱۶- قاری اقبال احمد صاحب:

دیوتھا ضلع غازی پور کے رہنے والے ہیں۔ مولانا اعظمی کے دوستوں میں سے ہیں۔

مولانا اعظمی جب دینیہ غازی پور میں تھے تو کثرت سے ملاقاتیں رہا کرتی تھیں۔ بہترین حافظ قرآن اور سبعہ وعشرہ کے جید قاری ہیں۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ صبح تلاوت شروع کرتے ہیں اور شام تک پورا قرآن مکمل کر دیتے ہیں۔

حفظ قرآن اپنے گاؤں دیوبتھا ہی میں کیا، عربی متوسطات تک کی تعلیم دارالعلوم مئو سے حاصل کی اور یہیں قرات سبعہ وعشرہ کی بھی تعلیم حاصل کی۔ سند فضیلت کے لیے دارالعلوم دیوبند گئے، فراغت کے بعد واپس دارالعلوم مئو میں استاذ کی حیثیت سے آئے اور دو تین سال دارالعلوم میں قیام رہا، پھر مخزن العلوم غازی پور چلے گئے اور طویل عرصہ تک وہاں خدمت کی۔ اب وہاں سے بھی سبک دوش ہو کر شہر مئو کے محلّہ رگھوناتھ پورہ میں عزلت نشیں ہیں۔ آپ صاحبِ ’ضیاء القرات‘ کے عزیز شاگرد بھی ہیں۔

……

۱۷- حاجی عبدالرحمان صاحب خیرآبادی:

حاجی عبدالرحمان صاحب کا تعارف خود مولانا اعظمی کے قلم سے پڑھیے:

> حاجی صاحب سے میرا دوستانہ تعلق ۱۳۹۷ھ [۱۹۷۷ء] سے ان کی وفات ۱۴۲۰ھ [۱۹۹۹ء] تک رہا۔ اس طویل مدت میں میرا ان کا ساتھ سفر میں بھی رہا، حضر میں بھی رہا۔ میں بارہا ان کا مہمان رہا، وہ بار بار میرے مہمان رہے۔ بہت ہی قریب سے انھیں دیکھنے کا موقع مجھے ملتا رہا۔ وہ خود بھی اپنے احوال بیان کرتے رہتے تھے، اپنے نجی معاملات میں مشورہ کرتے، دینی امور میں استفسار کرتے۔ غرض ان کی زندگی کا ہر رخ اور ہر پہلو میرے سامنے عیاں تھا۔
>
> ......ان کا دل محبت کا خوگر تھا، ٹوٹ کر محبت کی اور اس محبت کی راہ میں بدنامیاں آئیں، طعنے سننے کو ملے، مسکرا کر سب کا استقبال کیا اور محبت کی جس راہ پر چلے تھے، کبھی قدم کو انحراف اور لغزش کی شکایت نہیں ہوئی۔ میں نہیں کہتا کہ وہ صرف خوبیوں کے پُتلے تھے، محض محاسن ومحامد کے مخزن تھے۔ بشر، وہ بھی چودھویں صدی کا بشر معایب سے کب پاک ہو سکتا ہے۔......پس وہ بشری کمزوریوں سے خالی نہ تھے، مگر محبت کا جواب محبت ہے، محبت کی نگاہ عیبوں پر نہیں پڑتی، اگر پڑتی ہے تو اس میں ہنر کی چمک دمک دیکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت کی نگاہ زیادہ تر محاسن پر

پڑتی ہے۔ میں نے ان کے محاسن کو دیکھا اور اتنی کثرت سے دیکھا کہ عیبوں پر پردہ پڑا رہا۔“
[کھوئے ہوؤں کی جستجو: ص ۴۲۷]

……………………

۱۸- حاجی محمد ایوب صاحب کلکتہ:

حاجی محمد ایوب صاحب کا تعارف صاحبِ مکتوب نے اپنے پہلے مجموعۂ مکاتیب ’حدیث دوستاں‘ میں جو کرایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُسے من وعن یہاں نقل کر دیا جائے:

”۱۹۸۲ء میں مَیں پہلی مرتبہ کلکتہ گیا۔ وہاں مجھے اَسّی پچاسی برس کے ایک بوڑھے بزرگ ملے، بہت دین دار اور نمازی! چند سال پہلے ان کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا، مگر ان کی یاد، ان کی محبت اور ان کی جدائی کا صدمہ ابھی اس طرح تازہ تھا کہ کل کی بات معلوم ہوتی تھی۔ شاید اسی لیے مرنے کا بہت شوق تھا کہ دوبارہ ملاقات ہوگی اور دایمی ہوگی۔ مجھ سے بڑی مناسبت ہوئی، مسلسل مراسلت جاری رہی۔ اولاد کی نالایقی سے پریشان رہتے ہیں، محبت بھرا شکایتی خط موصول ہوا تھا، اسی کا جواب لکھا گیا۔ ان کا تذکرہ میری کتاب ”......کھوئے ہوؤں کی جستجو“ میں (ص: ۶۷ تا ۹۳) تفصیل سے کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔“ (حدیث دوستاں ص ۸۴)

……………………

۱۹- الحاج مولانا ڈاکٹر منظور احمد صاحب:

ان کے بارے میں کچھ علم نہیں ہوسکا، سوائے اس کے کہ ان کے نام کا خط جب ماہنامہ ضیاء الاسلام میں شایع ہوا تھا تو اسی کے ساتھ ان کا مختصر سا نا تمام تعارف بھی درج کیا گیا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی تعارف کو یہاں نقل کر دیا جائے:

”الحاج ڈاکٹر منظور صاحب مدظلہ جلال پور ضلع امبیڈکر نگر (یوپی) کے رہنے والے ایک بزرگ ہیں اور عرصۂ دراز سے بھیونڈی میں مقیم ہیں۔ بڑھاپے سے ہم آغوش ہیں۔ بینائی سے بڑی حد تک معذور ہیں اور گونا گوں امراض اور پریشانیاں ان کی بلندیِ درجات اور کفارۂ سیئات کا باعث ہیں۔“ (ماہنامہ ضیاء الاسلام، مئی ۲۰۱۰ء مطابق جمادی الاولی و جمادی الاخری ۱۴۳۱ھ)

……………………

۲۰- ماسٹر اطہر حسین صاحب:

دانا پور پٹنہ کے رہنے والے ہیں۔ علما صلحا اور بزرگانِ دین کی محبت سے سرشار اور ان کی صحبت اٹھائے ہوئے۔ متعدد بزرگانِ دین سے کثرت سے خط کتابت کی ہے۔ ہم لوگ مولانا اعظمی کے خطوط کی تلاش میں جب ان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس خطوط کا اچھا خاصا ذخیرہ ہے جو ان کے نام متعدد بزرگوں کی طرف سے آیا ہے۔ مثلاً حضرت ماسٹر محمد قاسم صاحب کے خطوط وافر مقدار میں ان کے پاس ہیں، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ سے آپ بیعت تھے اور حضرت کے کئی ایک خطوط آپ کے ذخیرے میں محفوظ ہیں۔

مولانا اعظمی سے آپ کا گہرا ربط رہا ہے اور کثرت سے خط کتابت ہوئی ہے۔ مولانا اعظمی آپ کے ساتھ خصوصی شفقت کا معاملہ فرماتے تھے اور بارہا آپ کے یہاں تشریف بھی لے گئے ہیں اور آپ کے مکان پر قیام کیا ہے۔

ماسٹر صاحب سادہ طبیعت کے نہایت خوش اخلاق مرنجا مرنج انسان ہیں۔ متعدد بزرگوں کی صحبت اٹھائے ہوئے ہیں، اس سے ان کی دینی حالت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

……………………………………

۲۱- جناب فیض الحق صاحب خیرآبادی:

مولانا اعظمی کے ہمدم دیرینہ حاجی عبدالرحمان صاحب خیرآبادی کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ عالم تو نہیں ہیں مگر شکل وشباہت کے اعتبار سے مثلِ عالم ضرور ہیں۔ وفادار، تقوی شعار اور متدین انسان ہیں۔ گاؤں کی سیاسی وسماجی خدمات میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اپنے گاؤں میں پانچ سال بحیثیت پردھان بھی سماجی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ مولانا اعظمی سے قلبی لگاؤ رکھتے ہیں اور مولانا کی ہر طرح کی خدمت کے لیے ہمہ وقت مستعد رہا کرتے تھے۔ ایک لمبے عرصے تک مولانا اعظمی کو موٹر سائیکل سے ملاقات ومواعظ کے لیے لے جانے کا فریضہ بخوشی و بخوبی انجام دیتے رہے ہیں۔

……………………………………

۲۲- اہلیہ نسیم بھائی:

کراچی پاکستان کی رہنے والی ہیں۔ ان کے والدین تقسیم کے وقت دہلی سے ہجرت

کر کے کراچی پہنچے تھے۔ حضرت مولانا سے بیعت کا تعلق تھا اور اسی سلسلہ میں خط کتابت بھی ہوئی ہے۔ بہت ہی پڑھی لکھی اور وسیع المطالعہ خاتون ہیں، قلم بھی خوب پایا ہے۔ حضرت مولانا پر ایک مضمون خاتون محترم کا ''سراپا اعجاز: حیات و خدمات حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی'' میں شامل ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

ان کے والد انتہائی متدین اور تہجد گزار انسان تھے، اور والدہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سے بیعت تھیں۔ والدین کی فطری دین داری کا مظہر خود ان کی ذات بھی ہے۔ تقریباً ۱۸؍سال سے جوارِ رسول ﷺ میں یعنی مدینہ منورہ میں اقامت کی سعادت سے شرف یاب ہیں۔

……………………………………

۲۳- مولانا وسیم احمد صاحب بنارس:

بنارس شہر کے مدن پورہ محلّہ کے رہنے والے ہیں۔ مولانا اعظمی سے جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس میں تعلیم حاصل کی۔ ایک سال کے بعد جب مولانا اعظمی ریوڑی تالاب سے رخصت ہوکر غازی پور آگئے تو مکاتبت کا سلسلہ شروع ہوا جو طویل عرصہ تک قایم رہا۔ متوسطات کی تکمیل جامعہ اسلامیہ بنارس میں کی، سند فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جامعہ اسلامیہ بنارس ہی سے شروع کیا اور اب وہاں کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث ہیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف اور بنارس کے بافیض علما میں سے ہیں۔

……………………………………

۲۴- مولانا مفتی محمد ضیاء الدین قاسمی صاحب:

الہ آباد ضلع کے ایک گاؤں 'مگرسن' سے وطنی تعلق ہے۔ حفظ اور عربی و فارسی کی تعلیم مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد میں حاصل کی اور یہیں مولانا اعظمی کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور وہیں سے افتا کی بھی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد سے تاحال مدرسہ وصیۃ العلوم ہی میں تدریس کے ساتھ فتوی نویسی کی خدمت میں مشغول ہیں۔

……………………………………

۲۵-مولانا مفتی عبدالشکور صاحب:

مولانا اعظمی کے چنیدہ شاگردوں میں سے ہیں۔ سیسونی ضلع دربھنگہ کے رہنے والے ہیں۔ مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد میں مولانا اعظمی سے پڑھا۔ جب مولانا اعظمی دینیہ غازی پور آ گئے تو انھوں نے غازی پور میں مشکوۃ شریف کا درس لیا۔ مظاہر علوم سہارن پور سے سند فراغت و فضیلت حاصل کی اور ریاض العلوم گورینی سے افتا کیا۔ کچھ دنوں دینیہ غازی پور میں پڑھایا، پھر مدرسہ انوار العلوم جہانا گنج آ گئے۔ اور اب اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ قایم کر کے اسی میں مصروف خدمت ہیں۔

……………………………………

۲۶-مولانا مفتی محمد اسرائیل صاحب نوادہ:

مروئی نوادہ بہار کے رہنے والے ہیں۔ مولانا اعظمی سے وصیۃ العلوم الہ آباد اور پھر دینیہ غازی پور میں تعلیم حاصل کی ہے۔ دار العلوم دیوبند سے فارغ ہیں اور افتا ریاض العلوم گورینی میں کیا ہے۔ چند دنوں عارضی طور پر مدرسہ دینیہ غازی پور میں پڑھایا، اس کے بعد مفتاح العلوم پکری براواں میں ۱۶؍سال تک خدمت کی اور اب اپنے وطن میں ایک مدرسہ ’’مدرسہ قاسم العلوم‘‘ کے نام سے قایم کر کے مصروفِ اہتمام وخدمت ہیں۔

……………………………………

۲۷-مولانا اختر امام عادل صاحب:

مولانا اعظمی کے انتہائی ذہین شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ضلع سمستی پور بہار کے ایک گاؤں منورا شریف کے رہنے والے ہیں۔ وصیۃ العلوم الہ آباد اور دینیہ غازی پور میں متوسطات کی تکمیل کی، اس کے بعد دار العلوم دیوبند گئے اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔ مولانا اعظمی کے کلامی مباحث پر مشتمل بیشتر مکتوبات آپ ہی کے نام ہیں جو کہ پہلے مجموعۂ مکاتیب ’حدیث دوستاں‘ میں شایع ہو چکے ہیں۔ جید عالم اور بہترین قلم کے مالک ہیں۔ مولانا اعظمی کے شاگردوں میں علم وقلم کے اعتبار سے آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ ایک درجن سے زاید علمی کتابوں کے مصنف ہیں۔ دار العلوم دیوبند اور دار العلوم حیدر آباد میں تدریسی فرایض ادا کر چکے

ہیں اور اب اپنے گاؤں منورا شریف میں گیسوے علم و ادب کو سنوارنے میں مشغول ہیں اور ساتھ ہی ساتھ جامعہ امام ربانی کے منتظم و مہتمم بھی ہیں۔

……

۲۸- مولانا شرافت ابرار صاحب:

صوبہ بنگال ضلع دیناج پور سے وطنی تعلق ہے۔ مدرسہ دینیہ غازی پور میں متوسطات کی تکمیل کی اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ مولانا اعظمی کے شاگردوں میں امتیازی حیثیت کے مالک ہیں۔ شہر کلکتہ میں جامع مسجد نارکل ڈانگہ کے امام و خطیب ہیں اور ایک معیاری عربی مدرسہ جامعہ امام ابی حنیفہؒ کے بانی و مہتمم ہیں۔ انتہائی متحرک و فعال اور ذہین و زیرک انسان ہیں، کلکتہ کے بافیض چوٹی کے علما میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ کلکتہ کی سماجی و ملی خدمات میں بھی پیش پیش رہتے ہیں اور مسلمانانِ کلکتہ کے بہترین نمائندہ اور ترجمان ہیں۔

……

۲۹- مولانا مفتی نثار خالد صاحب:

اخاذ ذہن کے درس نظامی کے مقبول استاذ ہیں۔ دیناج پور صوبہ بنگال کے رہنے والے ہیں۔ مولانا اعظمی سے مدرسہ دینیہ غازی میں تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور پھر افتا بھی وہیں سے کیا۔ مختلف جگہوں پر تدریسی فرایض انجام دے چکے ہیں۔ قاسم العلوم زمانیہ غازی پور، ناصری گنج روہتاس بہار، دارالعلوم سرولیہ مرشدآباد مغربی بنگال، مدرسہ نعمانیہ کمل پور اُتر دیناج پور (آبائی وطن میں) اور اب معہد انور دیوبند میں مجلس درس آراستہ کیے ہوئے ہیں۔

……

۳۰- مولانا محمد الیاس صاحب:

تاریخی نام فروغِ الیاس ہے مگر فروغ کا سابقہ ختم کر دیا اور صرف محمد الیاس ہو گئے ہیں۔ مدرسہ دینیہ سے متوسطات کی تکمیل کی، سند فضیلت کے لیے دارالعلوم دیوبند حاضر ہوئے اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں قرآن پاک حفظ کیا۔ متعدد

مدارس میں مدرس رہ چکے ہیں۔ تدریس کی ابتدا مدرسہ دینیہ غازی پور سے کی، کچھ دنوں مدرسہ عزیزیہ پانڈھرکوڑا میں رہے، پھر جامعہ فیض العلوم دالکولہ اُتر دیناج پور مغربی بنگال چلے گئے۔ اس کے بعد ۲ رسال دارالعلوم راؤ تاڑا ضلع ندیا مغربی بنگال میں رہے اور اب فصیحی مسجد نارکل ڈانگہ کلکتہ میں ایک لمبی مدت سے امام وخطیب ہیں۔

……………………………………

۳۱-مولانا مفتی محمد انعام الحق صاحب سیتامڑھی:

مدرسہ دینیہ غازی پور میں مولانا اعظمی سے پڑھا ہے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اور ریاض العلوم گورینی سے افتا کیا ہے۔ مولانا اعظمی کے چیدہ چنیدہ شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ لمبے عرصہ سے عالی پور گجرات میں درسِ حدیث کی خدمت میں مصروف ہیں۔ گجرات کے ممتاز علما میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ پاکستان کے معروف نقشبندی بزرگ حضرت پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے خلیفہ ومُجاز بیعت ہیں۔ قلمی میدان کے بھی شہسوار ہیں، متعدد علمی ومفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ آبائی وطن سیتامڑھی صوبہ بہار ہے۔

……………………………………

۳۲-مولانا مفتی محمد انعام صاحب غازی پوری:

غازی پور کے ایک گاؤں بھوارہ کے رہنے والے ہیں، مدرسہ دینیہ غازی پور میں مولانا اعظمی سے پڑھا ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف اور افتا کی تکمیل ہے۔ بہترین صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ زمانہ طالبِ علمی میں ممتاز طلبہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ مدرسہ دینیہ غازی پور اور قاسم العلوم زمانیہ غازی پور میں تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اپنے علاقہ کے ممتاز اور بااثر علما میں شمار ہوتے ہیں۔ اپنے گاؤں بھوارہ میں ایک دینی عربی مدرسہ ''مدرسہ مدینۃ العلوم'' کے نام سے قایم کیا اور اسی کے انتظام واہتمام میں مصروف ہیں۔

……………………………………

۳۳-مولانا کلام الدین اعظمی صاحب:

مولانا اعظمی کے ہم وطن یعنی ولید پور بھیرہ ضلع مئو کے ہیں۔ مدرسہ دینیہ غازی پور اور

ریاض العلوم گورینی میں حضرت مولانا سے پڑھا ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ گلزارِعلوم گلاؤٹھی ضلع بلند شہر میں چند سال درس وتدریس کا مشغلہ رہا، اس کے بعد مدرسہ دینیہ غازی پور آگئے اور یہاں تقریباً آٹھ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ دینیہ سے سبک دوشی کے بعد محدث جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمان الاعظمی نوراللہ مرقدہ کے قایم کردہ ادارہ مدرسہ مرقات العلوم مئو سے وابستہ ہوگئے اور تا حال وہیں کارِ تدریس میں مصروف ہیں۔ نہایت وضع دار اور دوست دار انسان ہیں۔

……………………………

۳۴- مولانا عبدالجبار صاحب:

صوفی منش آدمی ہیں، بہار کے ضلع مظفر پور کے رہنے والے ہیں۔ مدرسہ دینیہ میں مولانا اعظمی سے پڑھا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ ایک لمبے عرصے سے دہلی میں افرادِ خاندان کے ساتھ مقیم ہیں۔ مستقل مشغلہ حجاج ومعتمرین کی خدمت ہے۔ یعنی ٹراویل ایجنٹ ہیں۔

……………………………

۳۵- مولانا مفتی محمد ہاشم صاحب کھور مدن پور مدھوبنی:

صوبہ بہار کے معروف شیخ طریقت حضرت ماسٹر محمد قاسم صاحب مدظلہ کے صاحبزادے ہیں۔ کھور مدن پور ضلع مدھوبنی سے وطنی تعلق ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم کے مدرسہ ”مدرسہ اشرفیہ“ پوہدی بیلا میں حاصل کی۔ مولانا اعظمی سے مدرسہ دینیہ غازی پور میں عربی چہارم تک تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں، بھوپال سے افتا کیا ہے۔ مولانا اعظمی کے ساتھ مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں تقریباً چار سال تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ گنیش پور ضلع سپول بہار کارِ تدریس کے لیے چلے گئے اور تا حال وہیں صدر مدرس کی حیثیت سے مصروفِ خدمت ہیں۔ مولانا اعظمی سے بیعت کا بھی تعلق تھا جس کا تذکرہ بعض خطوط میں ملتا ہے۔

……………………………

۳۶-مولانا مفتی عطاء اللہ صاحب کوپاگنج:

کوپاگنج ضلع مئو کے رہنے والے ہیں، بہترین صلاحیتوں کے مالک جید عالم دین و صاحبِ قلم ہیں۔ ’مجالس مصلح الامت‘ کی ترتیب وتدوین مولانا اعظمی کی دیرینہ آرزو تھی مگر علالت و بیماری کی وجہ سے جب خود یہ کام کرنا ان کے لیے ممکن نہیں رہا تو اس اہم کام کے لیے مفتی عطاء اللہ صاحب پر آپ کی نظر انتخاب پڑی اور ان کے حوالے یہ کام کیا۔ مفتی صاحب نے بہت سلیقے سے مجالس کو چھ جلدوں میں مرتب کر دیا جو مکتبہ اشرفیہ ممبئی سے حضرت قاری ولی اللہ صاحب کے اہتمام وانتظام سے شایع ہوئی ہے۔

مفتی صاحب کو فقہ سے خصوصی دلچسپی ہے، فقہ اکیڈمی کے سیمیناروں کے لیے بہت سے مقالے لکھے اور پڑھے ہیں۔ ابتدائی اور متوسطات تک کی تعلیم مصباح العلوم کوپاگنج میں حاصل کی ہے، دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت لی۔ ریاض العلوم گورینی سے افتا کیا اور یہیں حضرت مولانا سے ’’الاشباہ والنظائر‘‘ اور ’’حجۃ اللہ البالغہ‘‘ کے چند اسباق پڑھے۔ چند سال مدرسہ معروفیہ پورہ معروف میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر امدادالعلوم کوپاگنج میں ایک دہائی کے قریب صدر مدرس کی حیثیت سے رہے۔ اب مدرسہ ضیاء العلوم پورہ معروف میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی فرایض انجام دے رہیں۔

……………………………

۳۷-مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب:

ضلع مئو کے مشہور قصبے گھوسی کے رہنے والے ہیں۔ مولانا اعظمی سے ریاض العلوم گورینی میں پڑھا ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد سبیل السلام حیدرآباد میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی زیرنگرانی فقہ میں تخصص کیا۔ آپ کے تخصص کا مقالہ ’’سنت ونفل نمازیں‘‘ کے عنوان سے شایع ہو چکا ہے۔ چار پانچ مہینے حضرت مولانا محمد افضال الحق جوہر قاسمی صاحب کے معاون کی حیثیت سے دارالعلوم گورکھ پور میں بھی رہے ہیں۔ ایک دہائی سے کچھ کم مدت سبیل السلام حیدرآباد میں تدریس کی خدمت انجام دی، اس کے بعد جامعۃ الفلاح بلریاگنج آ گئے اور تا حال جامعۃ الفلاح میں استاذِ فقہ ہیں۔

مولانا بہترین قلم کے مالک اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ فقہ سے خصوصی دلچسپی کی وجہ سے کثرت سے فقہی مضامین لکھے ہیں جن کا مجموعہ حال ہی میں ''فقہی مقالات'' کے نام سے شایع ہوا ہے۔ ملک کے موقر دینی جراید میں آپ کے مضامین شایع ہوتے رہتے ہیں۔ درس و تدریس میں بھی بہترین مدرس کی حیثیت سے ایک الگ شناخت رکھتے ہیں۔

……………………………

۳۸- مولانا محبوب صاحب فیض آبادی:

ریاض العلوم گورینی کے فارغ التحصیل ہیں، گورینی ہی میں مولانا اعظمی سے پڑھا ہے۔ گورینی کے بعد دار العلوم دیوبند سے بھی سند فراغت حاصل کی۔ بہت دنوں تک پٹن صوبہ گجرات میں درس و تدریس کے سلسلہ میں قیام رہا، پھر کچھ دنوں جامعہ اسلامیہ مظفر پور ضلع اعظم گڑھ میں تدریس کے تعلق سے رہے ہیں۔ جامعہ شرقیہ اسلامیہ لونیہ ڈیہہ سے ایک لمبی مدت تک صدر مدرس کی حیثیت سے وابستہ رہے ہیں۔ اور اب مدرسہ بیت العلوم سرائے میر میں مصروفِ تدریس ہیں۔

……………………………

۳۹- مولانا ضیاء الحق صاحب خیر آبادی:

مولانا اعظمی کے قریب تر اور عزیز ترین تلامذہ میں سے ہیں، بلکہ یہ ان گنے چنے شاگردوں میں سے ہیں جنھیں مولانا نے مدرسہ کے معمولاتِ درس سے علاحدہ خاص اپنی نگرانی اور تربیت اور اپنے دسترخوان میں شرکت کے اختصاص کے شرف کے ساتھ پڑھایا ہے۔ مکتب، حفظ اور ابتدائی فارسی کی تعلیم مدرسہ منبع العلوم خیر آباد میں حاصل کی، اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے مدرسہ شیخ الاسلام مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عربی ششم تک کی تعلیم یہاں حاصل کی، اس کے بعد عربی ہفتم اور دورۂ حدیث شریف کے لیے دار العلوم دیوبند گئے اور وہاں سے سند فضیلت حاصل کی۔ فراغت کے معاً بعد مولانا نے اپنے یہاں خدمتِ تدریس پر مامور کر دیا۔ لکھنے پڑھنے کے خصوصی ذوق اور دلچسپی کی جہ سے مدرسہ کے اس صیغہ کے بیشتر امور آپ سے متعلق کر دیے گئے۔ ۱۹۹۹ء میں مولانا کی سرپرستی میں جب ماہنامہ 'ضیاء الاسلام' کا اجرا ہوا تو آپ اس کے مدیر تحریر مقرر کیے گئے۔ تدریس کے صیغہ سے متعلق ہونے کے بعد مولانا کی تحریروں کو مرتب کر کے

شایع کرنے کا اہتمام کیا اور ۲۰۰۰ء سے ۲۰۱۳ء تک میں مولانا کی بیشتر تحریریں مرتب کر کے شایع کر دیں اور بعض پرانی کتابوں کے دوسرے یا تیسرے ایڈیشن کا بھی اہتمام کیا۔

مدرسہ شیخ الاسلام کے بعد آپ بھی مولانا کے ساتھ مدرسہ سراج العلوم آ گئے تھے اور مولانا کی وفات کے بعد قریب دو سال یہاں رہے، پھر بوجوہ مدرسہ سراج العلوم سے یکسو ہو گئے اور مدرسہ تحفیظ القرآن سکھٹی مبارک پور سے متعلق ہو گئے۔ تاحال مدرسہ تحفیظ القرآن میں صدر مدرس کی حیثیت سے مصروفِ خدمتِ دین ہیں اور اپنے خصوصی ذوق کی وجہ سے وہاں سے بھی ایک سہ ماہی رسالہ ''رشد و ہدایت'' کے نام سے نکالتے ہیں۔

……………………………

۴۰- مولانا ابرار الحق قاسمی صاحب:

مدرسہ سراج العلوم سراج نگر چھپرا مئو کے منتظم و مہتمم ہیں۔ مولانا اعظمی سے نسبتِ تلمذ کا شرف حاصل ہے اور ساتھ ہی مولانا کے داماد بھی ہیں۔ متوسطات تک کی تعلیم مدرسہ شیخ الاسلام میں حاصل کی، اس کے بعد دار العلوم دیوبند حاضر ہو کر نسبتِ قاسمی سے شرف یاب ہوئے۔ فراغت کے بعد چند سال مدرسہ انوار العلوم جہانا گنج میں تحفیظِ قرآن کی خدمت انجام دی، پھر اپنے آبائی گاؤں چھپرا مئو کے مکتب کے انتظام و انصرام میں مصروف ہو گئے۔ ۲۰۰۰ء میں مدرسہ سراج العلوم سراج نگر چھپرا کی بنیاد ڈالی اور تاحال اسی مدرسہ میں مصروفِ اہتمام ہیں۔

……………………………

۴۱- مولانا مفتی شمیم احمد صاحب دمکوی:

ضلع سنتھال پرگنہ (دمکہ) کے رہنے والے ہیں۔ دینی و دنیاوی اعتبار سے یہ ایک انتہائی پس ماندہ علاقہ ہے۔ مولانا اعظمی نے ابتدائی مدرسی کے دور میں کثرت سے اس علاقہ کا تبلیغی و اصلاحی دورہ کیا ہے۔ مفتی شمیم صاحب نے مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں مولانا سے پڑھا ہے، دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ فراغت کے بعد کچھ دنوں دہلی کے ایک چھوٹے سے ادارہ میں تدریسی خدمت کی، اس کے بعد مدرسہ رحیمیہ درگاہ شاہ ولی اللہ مہدیان آ گئے اور تاحال تقریباً چودہ سال سے یہاں مصروفِ خدمت ہیں۔

……………………………

۴۲- مولانا محمد امام الدین صاحب:

ضلع دربھنگہ بہار کے ایک گاؤں ’گڑری‘ کے رہنے والے ہیں۔ مولانا اعظمی سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے۔ فارسی سے عربی دوم تک مدرسہ نعیمیہ عزیزیہ سیتامڑھی میں رہے۔ بعدازاں کافیہ سے جلالین تک کی تعلیم مدرسہ شیخ الاسلام میں حاصل کی ہے۔ ۱۹۹۸ء میں فضیلت کی تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند حاضر ہوئے اور ۲۰۰۰ء میں وہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ سبیل السلام حیدرآباد میں کلیۃ اللغۃ میں داخلہ لیا اور چند ماہ حیدرآباد میں قیام کیا، اس کے بعد وطن واپس آ گئے اور گاؤں کے مدرسہ میں کارِ تدریس شروع کیا۔ اور اب مدرسہ تعلیم الاسلام برداہا وایا کمتول مدھوبنی میں بحیثیت صدر مدرس مصروف خدمت ہیں اور ساتھ ہی معاشی اطمینان کے لیے ’ہاڈویر‘ کی دوکان بھی کر رکھی ہے۔

……………………………………

۴۳- مولانا محمد عابد اعظمی صاحب:

مولانا اعظمی کے ذہین وذکی بیٹے اور شاگرد ہیں۔ حفظ قرآن اور عربی ششم تک کی تعلیم حضرت مولانا کی زیرنگرانی مدرسہ شیخ الاسلام میں حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی۔ کچھ دنوں تدریس کے سلسلے میں مدرسہ فیض القرآن کشٹاپور حیدرآباد سے وابستہ رہے، پھر ایک لمبی مدت تک مدرسہ سراج العلوم سراج نگر چھپرا میں درس وتدریس کا سلسلہ قایم رکھا اور اب مدرسہ شیخ الہند انجان شہید ضلع اعظم گڑھ میں مصروف تدریس ہیں اور انجان شہید میں ہی مکان بنوا کر مستقل قیام پذیر ہیں۔ تدریس وتربیت میں اپنی بہترین شناخت بنالی ہے اور مقبول اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ تدریس کے ساتھ تحریر کی بھی مشغولیت ہے۔ مولانا اعظمی کی جلالین کی تشنہ شرح ’’تسہیل الجلالین‘‘ کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ اللہ کرے یہ کام بحسن وخوبی تکمیل کے مراحل کو طے کر لے۔ آمین

……………………………………

۴۴- مولانا محمد عامر اعظمی صاحب:

حضرت مولانا سے نسبی وشاگردی دونوں طرح کا تعلق رکھتے ہیں۔ ابتدائی مکتب سے

لے کر متوسطات تک کی تعلیم مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں حضرت مولانا کی زیر نگرانی مکمل کی۔ سند فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ اس کے بعد ایک لمبی مدت تک مدرسہ سراج العلوم سراج نگر چھپرا میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ سراج العلوم کے بعد مدرسہ شیخ الہند انجان شہید سے بحیثیت مدرس وابستہ ہوگئے اور تا حال وہیں تدریسی امور میں مشغول ہیں اور انجان شہید میں ہی مکان بنوا کر مستقل قیام پذیر بھی ہیں۔ نہایت زیرک اور معاملہ فہم انسان ہیں، انتظام وانصرام اور مردم شناسی میں خداداد حذاقت وصلاحیت کے مالک ہیں۔

……………………………

۴۵- مولانا فرقان بدر قاسمی صاحب:

مشرقی یوپی کا معروف تعلیمی ادارہ مدرسہ شیخ الہند انجان شہید اعظم گڑھ کے ناظم ہیں۔ مولانا اعظمی سے مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں شرف تلمذ حاصل کیا۔ عربی ششم تک کی تعلیم یہیں حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند فضیلت کے لیے حاضر ہوئے اور نسبتِ قاسمی سے مشرف ہوئے۔ فراغت کے بعد مولانا اعظمی اور دیگر علما کے مشورے سے مدرسہ شیخ الہند کی بنیاد رکھی اور تا حال اسی مدرسہ میں مصروف خدمت واہتمام ہیں۔ مولانا فرقان بدر صاحب جمعیۃ علماے ہند کے سرگرم رکن بھی ہیں۔ جمعیۃ العلما ضلع اعظم گڑھ کے اہم ذمہ داروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

……………………………

۴۶- مولانا محمد خالد صاحب مہراج گنج:

مہراج گنج کے مشہور مدرسہ ”مدرسہ ابوبکر صدیق“ ترکلوا کے استاذ ہیں اور ترکلوا گاؤں کے باشندہ بھی ہیں۔ مدرسہ شیخ الاسلام میں عربی ششم تک کی تعلیم حاصل کی، دورۂ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ فراغت کے بعد کچھ دنوں دھنہا بجولی مہراج گنج میں پڑھایا، اس کے بعد مدرسہ ابوبکر صدیق ترکلواں آگئے اور تا حال یہیں ہیں۔

……………………………

۴۷- مولانا نظام الدین صاحب:

ضلع دربھنگہ بہار کے گاؤں ’ککورہا‘ کے رہنے والے ہیں۔ فارسی سے عربی ششم تک کی

تعلیم مدرسہ شیخ الاسلام میں حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کیا اور سند فضیلت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ شیخ الاسلام میں قرآن شریف حفظ کیا۔ اس کے بعد دربھنگہ اور مدھوبنی کے مختلف خطوں میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ دورانِ تدریس ایک سال وقفہ کر کے مدرسہ تجوید القرآن خیرواں چمپارن میں قرآن شریف کا دور کیا اور اب حال ہی میں دارالعلوم رشیدیہ کے نام سے اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی ہے اور ابتدائی مکتب کی تعلیم سے تدریس و اہتمام کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

……………………………

۴۸-مولانا محمد ناصر صاحب ارریا:

صوبہ بہار کے ضلع ارریا کے گاؤں کاگن کے رہنے والے ہیں۔ مدرسہ شیخ الاسلام میں عربی اول سے ششم تک کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد سند فضیلت کے لیے دارالعلوم دیوبند حاضر ہوئے اور دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد سے تا حال ارریا شہر کے ایک سرکاری اسکول میں دینیات کے استاذ ہیں۔

……………………………

۴۹-مولانا قمرالحسن قاسمی صاحب نوتنواں:

مولانا اعظمی کے عزیز شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ دینی امور میں بہت ہی فعال اور متحرک ہیں۔ اپنے علاقے کے ممتاز اور بافیض علما میں سے ہیں۔ وطنی تعلق نوتنواں ضلع مہراج گنج سے ہے۔ مشکوۃ شریف تک کی تعلیم مولانا اعظمی کی زیر تربیت ونگرانی مدرسہ شیخ الاسلام میں حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف کے لیے دارالعلوم دیوبند حاضر ہوئے اور قاسمیت کی علمی نسبت حاصل کی۔ فراغت کے بعد کم وبیش ایک دہائی تک مدرسہ تعلیم الاسلام فاطمہ یتیم خانہ شہر اعظم گڑھ میں تدریسی خدمت میں مصروف رہے۔ تدریس کے ساتھ عوام میں دینی بیداری اور ذہنی تربیت کے لیے اپنے محترم استاذ اور مرشد کے انداز پر درس قرآن کا بھی مشغلہ رکھا جس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

دو سال قبل مدرسہ اشرف العلوم کرتھیا ضلع مہراج گنج کے اربابِ انتظام نے مدرسہ کی

تعلیمی حالت بہ سے بہتر بنانے کے لیےاورانتظامی ابتری دور کرنے کے لیے باصرار اپنے یہاں بلالیا۔ آپ کے وہاں جانے سے بہت کچھ تعلیمی ترقی ہوئی۔ حفظ کی درسگاہیں بڑھیں اور عربی کے درجات قایم ہوئے اور مدرسہ کا کھویا ہوا وقار اس علاقے کے لوگوں میں پھر سے قایم ہوگیا۔

…………………………………

۵۰- مولانا عبدالحفیظ صاحب:

رانچی جھارکھنڈ کے رہنے والے ہیں۔ مدرسہ شیخ الاسلام میں عربی ششم تک کی تعلیم حاصل کی اور دارالعلوم دیوبند سے فراغت پائی۔ فراغت کے بعد سے مسلسل درس وتدریس سے لگے ہوئے ہیں۔ شاگردی کے ساتھ مولانا اعظمی سے بیعت کا بھی تعلق رکھتے تھے۔

…………………………………

۵۱- حافظ محمد شاکر اعظمی صاحب:

اعظم گڑھ کے ایک گاؤں کُکُری پور کے رہنے والے ہیں۔ جامعہ شرقیہ اسلامیہ لونیہ ڈیہہ میں قرآن حفظ کیا۔ مدرسہ ’ذاکرین رسول اللہ‘ چوکی ناگپاڑہ ممبئی میں تقریباً آٹھ سال تک تحفیظ قرآن کی خدمت انجام دی۔ حضرت مولانا سے بیعت کا تعلق تھا اور ساری خط کتابت اسی سلسلہ کی ہے۔ حافظ صاحب اب بھی ممبئی ہی میں مقیم ہیں اور اپنے طور پر خدمتِ قرآن میں مصروف ہیں۔

…………………………………

۵۲- مولانا ابوعبید صاحب حیدرآبادی:

حیدرآباد کے معروف عالم دین حضرت مولانا محمد فاروق صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ عربی متوسطات تک کی تعلیم مدرسہ شیخ الاسلام میں حاصل کی، اس کے بعد فضیلت کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے کی۔ اور اب مدرسہ فیض القرآن کشتا پور حیدرآباد میں تدریسی مصروفیت کے ساتھ انتظام وانصرام میں اپنے چچا مولانا محمد ابراہیم صاحب کے معاون کی حیثیت سے خدمت کررہے ہیں۔ اپنے والد کی طرح سراپا حرکت وعمل ہیں، ملی وسماجی خدمات میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں اور پیش پیش رہتے ہیں۔

…………………………………

۵۳-مولانا محمد مجتبیٰ قاسمی صاحب:

دربھنگہ صوبہ بہار کے رہنے والے ہیں۔ عمدہ صلاحیت کے مالک ہیں۔ تدریس وتربیت سے خصوصی شغف ہے۔ مدرسہ شیخ الاسلام میں مولانا اعظمی سے شرف تلمذ حاصل کیا اور وہیں عربی ششم تک کی تعلیم پائی۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ فراغت کے بعد پانچ سال جامعہ اسلامیہ معارف القرآن اوجھاری امروہہ میں تدریس سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد سے انگور والی مسجد تحصیل حسن پور امروہہ میں امامت وخطابت کی ذمہ داری ادا کررہے ہیں، اور ساتھ ہی جامعہ دارالسلام کے نام سے ایک کامیاب مدرسہ بھی شروع کر رکھا ہے۔

……………………………

۵۴-مولانا حسین احمد صاحب غازی پور:

دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں، ندوۃ العلماء لکھنؤ سے عربی زبان میں تخصص کیا ہے۔ غازی پور کے معروف عالم دین، قاسم العلوم زمانیہ غازی پور کے مہتمم حضرت مولانا صلاح الدین صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ بہترین عالم اور انتہائی فعال انسان ہیں۔ حفظ اور فارسی اپنے والد کے مدرسہ میں پڑھا۔ عربی اول سے عربی ششم تک کی تعلیم مدرسہ شیخ الاسلام شیخو پور میں حاصل کی۔ فراغت کے بعد سے تاحال اپنے والد کے مدرسہ میں کارِتدریس پر مامور ہیں اور ساتھ ہی ساتھ والد محترم کی معاونت بھی کررہے ہیں۔

……………………………

۵۵-مولوی محمد یاسین صاحب کیموری:

ضلع کیمور بہار کے گاؤں نُواو کے رہنے والے ہیں۔ ۱۴۳۱ھ (۲۰۱۰ء) مدرسہ شیخ الاسلام میں شرح جامی کی جماعت میں شریک تھے۔ اسی سال ان کے والد جناب شمیم انصاری کا انتقال ہوا۔ کتاب میں مندرج خط انھیں کی تعزیت کے لیے لکھا گیا۔ جناب مولوی یاسین صاحب والد کے انتقال کے بعد گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے اور معاشی مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لیے اپنے والد کی کرانہ کی دکان سے متعلق ہوگئے۔

……………………………

۵۶- حافظ منہاج اصغر صاحب:

دیناج پور صوبہ بنگال کے رہنے والے ہیں۔ مدرسہ دینیہ غازی پور میں مولانا اعظمی کے زیر سایہ قرآن مجید حفظ کیا۔ مدرسہ مخزن العلوم غازی پور میں فارسی و عربی اول کے درجات پڑھے، جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس میں عربی دوم اور اِلیاچکیا کے ایک مدرسہ میں عربی سوم کی تعلیم حاصل کی۔ عربی سوم کے بعد بوجوہ تعلیم منقطع کردی اور کلکتہ میں امامت سے متعلق ہو گئے۔ ترکِ امامت کے بعد زندگی کا رخ یکسر بدل گیا اور دین وعلم دین کا شائبہ تک زندگی سے ختم ہو گیا۔ چند سالوں تک یہی کیفیت رہی، اس کے بعد دوبارہ مولانا اعظمی کے زیر سایہ آئے اور پرانے رنگ میں ڈھلے۔ نئے سرے قرآن مجید یاد کر کے مولانا اعظمی کو سنایا اور مولانا اعظمی ہی کے یہاں ادارہ ماہنامہ 'ضیاء الاسلام' سے چار سال متعلق رہے۔ چند ایک مدرسوں میں تحفیظ قرآن کی خدمت بھی انجام دی۔ فی الحال مسجد رحمانیہ ساتے ولی وسئی ممبئی ایسٹ میں امامت کی خدمت سے لگے ہوئے ہیں۔

……………………………………

۵۷- مفتی محمد ارشد صاحب لکھیم پوری:

جامعہ اسلامیہ معارف القرآن اوجھاری امروہہ سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا اعظمی کے شاگرد مولانا مجتبیٰ صاحب کے تلمیذ رشید ہیں۔ غالباً دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ درس و تدریس ہی کی کڑی سے منسلک ہیں۔

……………………………………

۵۸- ڈاکٹر خورشید احمد صاحب معروفی:

مولانا اعظمی کے بہت ہی قریبی دوست حاجی عبد الاحد صاحب معروفی کے پوتے اور مولانا اعظمی کے شاگرد مولانا قمر الدین صاحب معروفی قاسمی کے صاحبزادے ہیں۔ چائلڈ اسپیشلسٹ (ماہر امراض اطفال) ہیں۔ ممبئی اور بنگلور سے تعلیم حاصل کی ہے۔ کرلا ممبئی میں مطب کرتے ہیں۔ اصلاً پورہ معروف ضلع مئو کے رہنے والے ہیں مگر بیسیوں سال سے ان کی مستقل رہائش گوونڈی ممبئی میں ہے۔

……………………………………

۵۹- صاحبزادہ مولانا ثناء اللہ صاحب:

مولانا ثناء اللہ صاحب سونگر ضلع جون پور کے رہنے والے تھے۔ حضرت مولانا سے ریاض العلوم گورینی میں پڑھا تھا، دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت لی تھی۔ کچھ عرصے گورکھ پور اور بھدوہی میں خدمت دین کرتے رہے، پھر اپنے گاؤں ہی میں تعلیم وتدریس کی سرگرمی جاری رکھی۔ حضرت مولانا کے بہت قریبی اور چہیتے شاگرد تھے۔ ۱۳؍ مئی ۲۰۱۳ء میں ایک سڑک حادثے میں ان کا انتقال ہوا۔ کتاب میں مندرج خط ان کے بڑے صاحبزادے اور ان کی والدہ کو بطور تعزیت لکھا تھا اور خط کے ساتھ مولانا ثناء اللہ صاحب پر ایک مضمون بھی لکھ کر بھیجا تھا۔

❑❑❑

فہرستِ تالیفات، مکتوبات، خطبات، رسائل وتراجم

مولانا اعجاز احمد اعظمی نوراللہ مرقدہ

تالیفات:

۱- حیاتِ مصلح الامت [حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اعظمی کی مفصل سوانح]

۲- حیاتِ سراج الامت [سراج الامت حضرت مولانا سراج احمد صاحب امروہوی کی سوانح حیات]

۳- تذکرہ شیخ ہالیجوی [سندھ کے معروف شیخ طریقت وعالم حضرت مولانا حماداللہ صاحب ہالیجوی کا مفصل تذکرہ]

۴- ذکرِ جامی [ترجمانِ مصلح الامت مولانا عبدالرحمان جامی کے حالاتِ زندگی]

۵- حضرت چاندشاہ صاحب اوران کا خانوادۂ تصوف [حضرت چاندشاہ صاحب ٹانڈوی اوران کے خلفا کے حالات]

۶- تذکرہ مولانا عبدالقیوم فتح پوری

۷- حکایت ہستی حصہ اول [خودنوشت سوانح، ابتدائے حیات سے اختتامِ طالب علمی تک]

۸- تہجد گزار بندے [تہجد کی اہمیت وفضیلت اورتہجد گزار بندوں کا تفصیلی تذکرہ]

۹-...... کھوئے ہوؤں کی جستجو [مختلف شخصیات پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ]

۱۰- نمونے کے انسان [بزرگان دین کے واقعات وحکایات کا مجموعہ]

۱۱- مدارسِ اسلامیہ: مشورے اورگزارشیں [مدارس سے متعلق مضامین کا مجموعہ]

۱۲- کاروانِ حرم [حضرت سیداحمد شہید کے سفرحج کی داستان مع مختصرسوانح]

۱۳- بطوافِ کعبہ رفتم .... [سفرنامۂ حج] حرمین شریفین کے سفرکی روداد

۱۴-حدیث درد دل [مجلّہ المآثر و ماہنامہ ضیاء الاسلام کے اداریوں کا مجموعہ]

۱۵-علوم و نکات [مجموعہ مضامین]

۱۶-تصوف: ایک تعارف

۱۷-حج و عمرہ کے بعض مسائل میں غلو اور اس کی اصلاح

۱۸-مسئلہ ایصال ثواب: ایک ذہنی طغیان کا احتساب

۱۹-نگارشاتِ اعجاز [مولانا اعظمی کی بعض کم یاب اور غیر مطبوعہ تحریریں]

مکاتیب:

۲۰-حدیثِ دوستاں [دینی و اصلاحی اور علمی و ادبی مکاتیب کا مجموعہ]

۲۱-اعجاز نامے [دینی، تربیتی، اصلاحی، علمی و ادبی مکاتیب کا مجموعہ]

شرح:

۲۲-تسہیل الجلالین شرح اردو جلالین شریف [جلد اول]

۲۳-تسہیل المیبذی

خطبات:

۲۴-خطبات اعجاز [دینی و اصلاحی خطبات و بیانات]

(جلد اول مطبوعہ۔ جلد دوم زیر عمل)

رسائل:

۲۵-قتل ناحق قرآن و حدیث کی روشنی میں

۲۶-تعویذات و عملیات کی حقیقت و شرعی حیثیت

۲۷-شب برأت کی شرعی حیثیت

۲۸-فتنوں کی طغیانی [ٹی وی پر ایک فکر انگیز تحریر]

۲۹-اہل حق اور اہل باطل کی شناخت

۳۰-مالی معاملات کی کمزوریاں اور ان کی اصلاح

۳۱-منصبِ تدریس اور حضرات مدرسین

۳۲-خواب کی شرعی حیثیت
۳۳-تکبر اور اس کا انجام
۳۴-**المد التعظیمی لاسم الجلالة**: اذان میں لفظِ اللہ پر مد کرنے کی تحقیق
۳۵-اذکار سلسلہ قادریہ
۳۶-رمضان المبارک: نیکیوں کا موسم بہار
۳۷-مروجہ جلسے: بے اعتدالیاں اور ان کی اصلاح

تلخیص وتراجم:

۳۸-مودودی صاحب اپنے افکار ونظریات کے آئینہ میں [حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب کی عربی کتاب 'الاستاذ المودودی' کا ترجمہ]
۳۹-کثرتِ عبادت: عزیمت یا بدعت؟
۴۰-اخلاق العلما [علما کے لیے خاص چیز]
۴۱-دین داری کے دو دشمن [حرصِ مال وحبِ جاہ پر ایک تحریر]
۴۲-برکاتِ زمزم [ماے زمزم کی فضیلت واہمیت کا بیان]

مرتب کردہ کتب:

۴۳-تالیفات مصلح الامت جلد پنجم [مطبوعہ] جلد ششم [غیر مطبوعہ]
۴۴-درد و درماں [حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے ان مضامین کا انتخاب اور ترتیب جو مصائب وغیرہ کے اسباب اور ان کے حل پر مشتمل ہے]
۴۵-محبت الٰہی اور نفس [حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی چند مجالس کا مجموعہ، اور ان پر عناوین کی ترتیب]
۴۶-احاطۂ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن [حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کے طویل سلسلۂ مضامین کی کتابی ترتیب]

❑❑❑

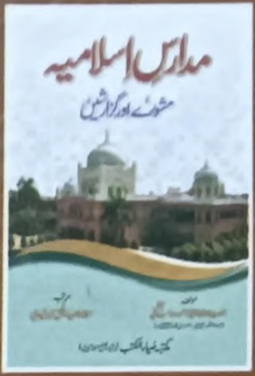

مدارس اسلامیہ
مشورے اور گزارشیں

شب برأت کی شرعی حیثیت

بطوافِ کعبہ رفتم
(سفرنامۂ حج)

خواب کی شرعی حیثیت

اہلِ حق اور اہلِ باطل کی شناخت

تکبر اور اُس کا انجام

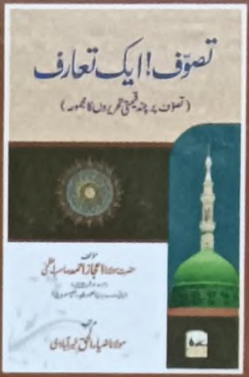

تصوف! ایک تعارف

دینداری کے دو دشمن
حرص مال وحب جاہ

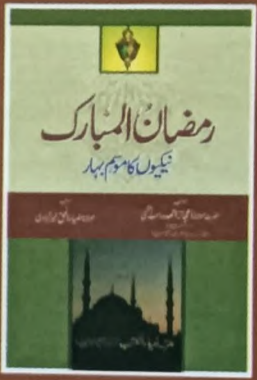

رمضان المبارک
نیکیوں کا موسم بہار

مسئلۂ ایصالِ ثواب

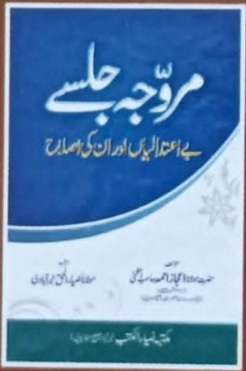

مروّجہ جلسے
بے اعتدالیاں اور ان کی اصلاح

حکایتِ ہستی

نماز کے بعد دُعاء کی اہمیت

تہجد گزار بندے

حدیثِ دوستاں

حدیثِ دردِ دل

FBD
فرید بُکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
FARID BOOK DEPOT(Pvt.)Ltd.
Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, N. Delhi-2
Phones : 011-23289786, 011-23289159 Fax: 011-23279998
E-mail : faridexport@gmail.com Whatsapp : 9560870828

₹ 350/-